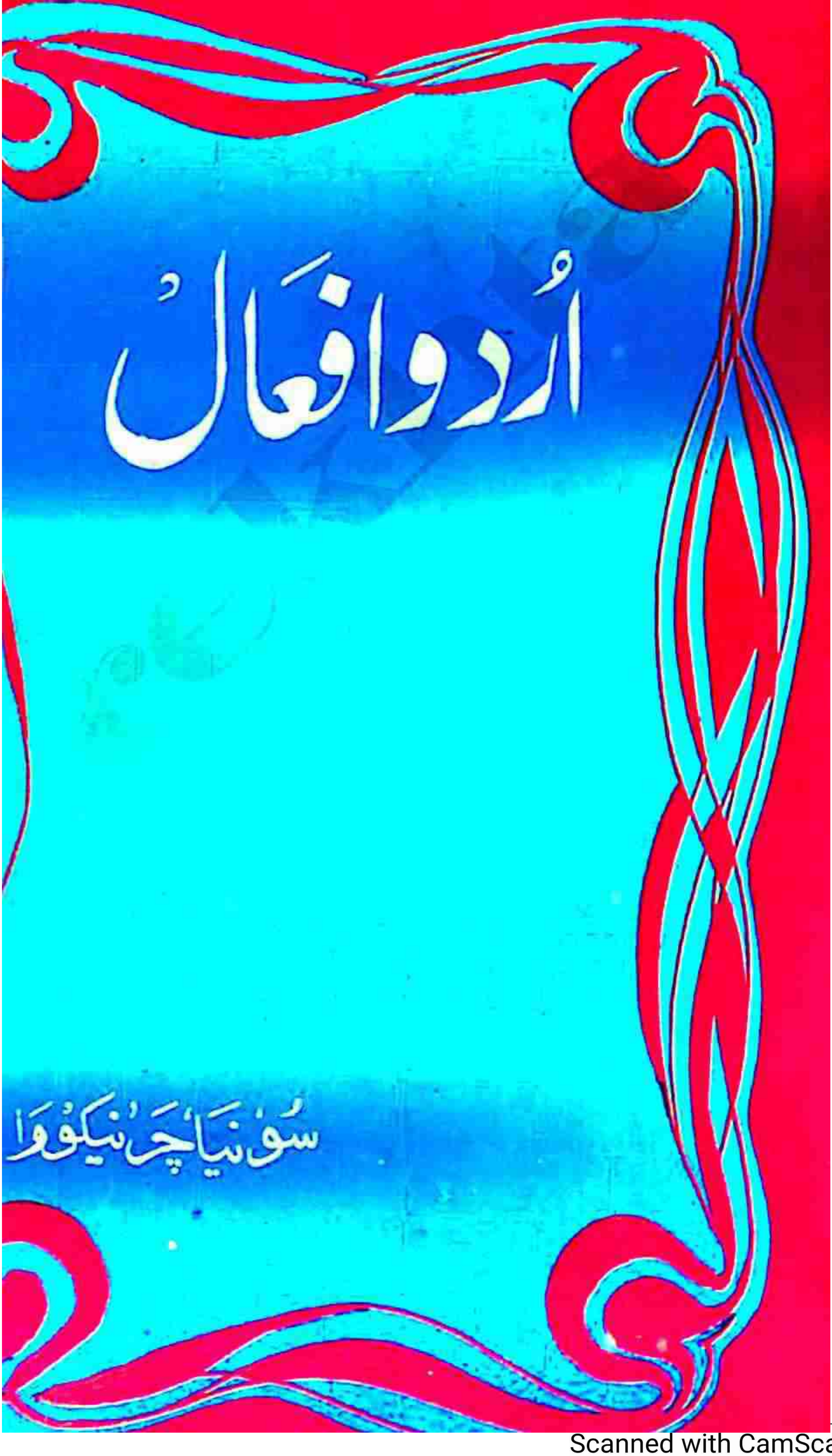

اُردو افعَال

سُونیَا چَرنیکُووَا

PDF By :
Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell Number : +92 307 2128068

Facebook Group Link :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/

اُردو افعال

اُردو کے مرکب افعال اور افعال کے مستقل مرکب، خبری
صورت کے تمام صیغوں اور حالت ظاہر کرنے والی ساختوں کا
نحوی استعمال

سُوْنیَا چَرْنیکُووَا

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

rekhta

سنہ اشاعت اپریل، جون — 1989 شک 1911

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن : 2000
قیمت : =/24
سلسلۂ مطبوعات ترقی اردو بیورو 615

rekhta

کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں:
کتاب کا کوئی حصہ دفتر سے تحریری اجازت حاصل کیے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی-110066
طابع : سپریم آفسیٹ مالویہ نگر نئی دہلی

پیش لفظ

جدید لسانیات نے نصف بیسویں صدی کے بعد اچھی خاصی رفتار حاصل کرلی ہے۔ امریکہ، انگلستان، دوسرے مغربی اور مشرقی ممالک کی یونیورسٹیوں میں اس علم کے باقاعدہ شعبے قایم ہونے لگے ہیں۔ ہندوستان میں بھی کئی یونیورسٹیوں نے پوسٹ گریجویٹ کی تعلیم کے شعبوں میں جدید لسانیات کو خاصی اہمیت دی ہے۔ ان شعبوں سے مقالے اور کتابیں بھی پیش کی جارہی ہیں مگر ہندوستانی یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے لسانیات میں جس مقدار اور معیار کا کام ہونا چاہیے وہ ابھی توجہ طلب ہے۔ نوجوان طبقہ کے ذہنوں کو متحرک کرنے اور کام پر لگانے کی ضرورت ہے۔ دیگر زبانوں کی معیاری کتابوں سے اردو میں ترجمہ کا کام بھی ہورہا ہے۔ اس سلسلہ میں ترقی اردو بیورو کی کوششیں اہمیت رکھتی ہیں۔ خصوصاً فرہنگ اصطلاحات لسانیات کی اشاعت نے ترجمہ کی کئی دشواریوں کو دور کردیا ہے۔ ساتھ ہی اس علم کے میدان میں کام کرنے والوں کو معیاری اصطلاحات فراہم کردی ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی توضیحی اور تشریحی لسانیات پر اردو میں کم لکھا گیا ہے۔ اردو زبان میں موجود مواد کے اعتبار سے جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے غیر ملکی اسکالر بھی کئی سال سے اردو لسانیات میں دلچسپی لیتے رہے اور اپنی کاوشوں کو منظر عام پر لاتے رہے ہیں۔

اردو افعال بھی اسی طرح کی ایک کوشش ہے جسے روسی اسکالر مسز سونیا چرنیکووا نے پیش کیا ہے۔ کتاب کا مسودہ ترقی اردو بیورو کے دفتر میں اشاعت کی درخواست کے ساتھ پیش کیا گیا تو برعکس اپنے ملک کے مصنفین کے مسودوں کے معیار کے مطابق اس کی منظوری اور نامنظوری کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب رہی کہ غیر ملکی مصنفین کی کتابیں اس سرکاری

ادارے سے شائع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اس معاملہ کو ترقی اردو بیورو کے ۸، ستمبر ۱۹۸۸ء کی منعقدہ اجلاس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس پر کھل کر بحث ہوئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ ترقی اردو بیورو غیر ملکی اردو مصنفین کی معیاری کتابوں کو بھی اپنے اشاعتی پروگرام میں آئندہ سے شامل کرے گا۔

مجھے خوشی ہے کہ ترقی اردو بیورو کی غیر ملکی اسکالر کی پہلی کتاب اردو لسانیات کے بارے میں ہے جو افسانہ، شاعری اور تنقید کے مقابلہ میں زیادہ سنگلاخ ہے۔ اور یہ کام نہ صرف زبان پر عبور کا تقاضا کرتا ہے بلکہ مطالعہ کی گہرائی اور گیرائی کا بھی طلب گار ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ روسی زبان کے ماحول میں رہنے والی اس خاتون نے اردو زبان پر عبور اور مطالعہ کی وسعت کو حاصل کرنے میں اپنی عمر عزیز کا بڑا حصہ صرف کر دیا ہے اور بڑی روانی کے ساتھ با محاورہ اردو بول لیتی ہیں۔ اچھا ہوا کہ ترقی اردو بیورو اور حکومت ہند نے غیر ملکی اردو مصنفین کی کتابیں اس ادارے سے شائع کرنا منظور فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی بھی اردو لسانیات کی کتاب ہی ہوگی۔ ترقی اردو بیورو کے دفتر میں غیر ملکی مصنفین کے مسودوں کی وصولیابی سے دو باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ عالمی سطح پر اردو زبان کی اہمیت میں اضافہ۔

۲۔ ترقی اردو بیورو کی اردو خدمات کا بین الاقوامی سطح پر بھرپور اعتراف۔

مجھے بھی اعتراف کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ہندوستان کے اس اردو ادارے نے بہت ہی مختصر سے عرصہ میں دوسرے منصوبوں کی تکمیل کے ساتھ کئی علوم و فنون پر مشتمل صدہا معیاری کتابوں کی اشاعت سے اردو کی زندگی میں نئی روح پھونکی ہے اس زبان کے معیار اور مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔

فہمیدہ بیگم

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم
ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

rekhta

ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب کی نذر

(جن کے اُردو زبان کے صرف و نحو کے علم سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے)

عرضِ مصنّف

مجھے بہت خوشی ہے کہ میری کتاب "اُردو افعال" ہندوستان میں اردو کے ایک سرکاری ادارے سے شائع ہو رہی ہے جو بین الاقوامی شہرت اور اہمیت رکھتا ہے۔ میں ترقی اُردو بیورو وزارت ترقی انسانی وسائل محکمہ تعلیم، حکومت ہند کی بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے میری کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ادارے کی ڈائریکٹر ڈاکٹر فہمیدہ بیگم کی بھی شکر گزار ہوں جو خود بھی ماہر لسانیات ہیں اور جنہوں نے میری کتاب کی اشاعت میں ذاتی دلچسپی لی۔

اس کتاب کی بنیاد میری پہلی کتاب "اردو کے صیغے" ہے جو پروگریس اشاعت گھر ماسکو سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ اردو افعال کی تمام شکلوں کو مدنظر رکھ کر میں نے اردو زبان کے تشکیلِ نظام کی خصوصیات واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے مطالعہ کے لیے مواد مجھے ہمیشہ کی طرح ماہر لسانیات کی تحقیقات میں نہیں بلکہ اردو کے ان ممتاز ادیبوں کے یہاں ملا جن کی زبان معیاری ہے۔ میری کتاب اردو اور ہندی کی دیگر کتابوں سے کچھ مختلف معلوم ہوگی کیوں کہ اس میں اردو افعال کی پیچیدہ شکلوں کو سادہ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ اس لیے کہ قواعد میں ضرورت سے زیادہ سادگی اکثر بات کو ادھورا یا ناقابلِ فہم کر دیتی ہے۔

دہلی یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جامعہ اردو علی گڑھ کے اساتذہ تے میری تحریروں پر دلچسپی سے بحث کی جس کے لیے میں ان سب حضرات کی بے حد ممنون ہوں۔

مجھے اطمینان اور خوشی بھی ہے کہ میری کتاب ہندوستان میں شائع ہو رہی ہے۔ جو اردو کا گہوارہ ہے۔ یہ کتاب قارئین کے لیے مفید ثابت ہوئی تو میں سمجھوں گی کہ میری محنت اکارت نہیں گئی۔ کوئی دوسرے ملک کی زبان سیکھنے میں تقریباً اپنی ساری زندگی صرف کر دے تو اس کے لیے گویا وہ ملک اس کا ذہنی وطن بن جاتا ہے میرے لیے ہندوستان ایسا ہی ملک ہے۔ مجھے اردو بہت عزیز ہے۔ اردو میں یہ کتاب لکھ کر میں نے اردو کا ایک چھوٹا سا قرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ اس کے باوجود مجھ پر قرضے کا بڑا حصہ باقی رہے گا۔

جب تک عام لوگ اردو بولتے ہیں چاہے وہ لکھنا پڑھنا نہ بھی جانتے ہوں، اور جب تک اردو میں ادبی تخلیقات ہو رہی ہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام ہو رہے ہیں فلمیں بن رہی ہیں، دوسرے ملکوں کے ادارے اور ماہرین بھی اس زبان پر کام کرتے رہیں گے جیسے آج ہو رہا ہے۔ یہ خوبصورت زبان نہ صرف زندہ رہے گی بلکہ اس کا حُسن وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی نکھرے گا۔

سونیا چرنیکووا

rekhta

فہرست

عرضِ مصنف

مقدمہ 9 تا 36

پہلا باب: قابلیت فعل اور ضرورت ظاہر کرنے والی ساختیں 37 تا 90

(۱) اصل فعل کے مادّے کے ساتھ کی ترکیبیں

الف۔ مادہ + لینا، دینا وغیرہ

ب۔ اختتامی فعل چکنا یا تکمیل فعل کی اہمیت ظاہر کرنے والی ساختیں

پ۔ اختتامی فعل "سکنا" کی مدد سے بنی ساختیں

ت۔ مشتاق فعل ظاہر کرنے والی ساخت (اصل فعل کے مادّے اور پانا کا مرکب)

(۲) مصدر کے ساتھ کی ترکیبیں۔ بیان اصل فعل کے مصدر اور پانا، دینا اور لگن کی ساختوں کا

(۳) ضرورت اور مجبوری کے معنی

الف۔ اصل فعل کے مصدر اور "ہونا" کے صیغوں کی ترکیب

ب۔ اصل فعل کے مصدر اور "پڑنا" کے صیغے کی ترکیب

پ۔ چاہت کے معنی جو کہ چاہیے کی مدد سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔

دوسرا باب: فعل اور حقیقت کے درمیان تعلق کا بیان کرنے والی ساختیں اور دو افعال کی ترکیبیں 91 تا 114

(۱) کچھ ساختیں اور صیغے جن سے فعل کا نتیجہ یا اختتام کی طرف بڑھنا پایا جاتا ہے۔

الف۔ بیان "وہ بتاے دیتا ہے" کا

ب۔ بیان "مرا جاتا ہے" اور "پھٹا پڑتا ہے" کا

rekhta

پ۔ "چلا جانا" اور "چلا آنا" کا بیان
(۲) دو افعال کی وہ ترکیبیں جی سے فعل کا ہونا ناممکن بتایا جاتا ہے۔
الف۔ "بجھائے نہ بجھنا" "بنائے نہ بنی" کا بیان
ب۔ بیان "کرتے نہ بنی" مجموعہ کا
(۳) دو افعال کی وہ ترکیبیں جن سے فعل کا ہونا ممکن بتایا جاتا ہے یعنی "وہ ہوا چاہتا ہے" کا بیان
تیسرا باب: اسم، صفت اور فعل کے مجموعہ (مرکب اور غیر مرکب افعال) 115 تا 120
چوتھا باب: زمانے کے صیغے 121 تا 278
(۱) زمانۂ حال
(۲) زمانۂ ماضی (زمانۂ ماضی تمام اور زمانۂ ماضی ناتمام کے صیغے
(۳) زمانۂ مستقبل
پانچواں باب: حالت کا پتہ دینے والی ساختیں یا اصل فعل کے حالیہ تمام اور "ہونا" فعل کے صیغوں کے مرکب 279 تا 292
چھٹا باب: اردو زبان کی تشکیل کی خصوصیات 293 تا 312
کتابیات 313 تا 323

مُقدّمہ

"فعل زبان کی جان ہے" (ڈاکٹر عبدالحق)

اس مقالے کے کئی مقصد ہیں:

۱۔ کام دکھانے والے صیغوں اور حالت ظاہر کرنے والی ترکیبوں کا تقابلی مُطالعہ کرنا۔

۲۔ مرکب افعال میں سے وہ ساختیں نکالنا جو دراصل مرکب لفظ نہیں ہیں۔

۲۔ افعال کے اٹوٹ مرکب کا بیان کرنا۔

افعال کے صیغوں کے بیان میں خبری صورت کے معروف طور کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اُردو افعال کے صیغوں کا سب سے پہلا قاعدہ یہ ہے کہ کام اور حالت کے معنوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ کسی شخص یا شے کی حالت اور کام کا واقع ہونا الگ الگ چیز مانی گئی ہے۔ "وہ آیا ہے" میں "آیا ہے" فعل کا صیغہ ہے۔ "وہ بیٹھا ہے" میں "بیٹھا" اصل فعل کے حالیہ تمام اور "ہے" صیغے کا مرکب ہے (خبر)۔ "بیٹھا ہے" میں فعل صرف "ہے" ہے۔

اُردو اور ہندی زبان کی قواعد کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں افعال کے صیغوں کے نحوی استعمال کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔

rekhta

اب تک اُردو اور ہندی افعال کے صیغوں کی تعداد مقرر نہیں ہوسکی ہے۔ ہندستانی اور غیر ملکی قواعد نویسوں نے بہت سے صیغوں کو مرکب افعال سمجھ کر افعال کے صیغوں کی تعداد بہت کم کردی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرکب فعل کی طرح صیغہ بھی دو افعال پر مشتمل ہوسکتا ہے۔ مرکب فعل اور صیغے میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مرکب فعل میں ہر فعل کے لفظی معنی لیے جاتے ہیں مثلاً "ترجمہ کرنا" کا مطلب "ترجمہ" اور "کرنا" کے لفظی معنوں کا مرکب ہے۔ اس کے برعکس صیغے میں پہلے فعل کے لفظی معنوں سے پورے صیغے کے لفظی معنی نکلتے ہیں۔ دوسرا فعل اپنے لفظی معنی کھوکر پہلے فعل کو صرفی معنی دیتا ہے۔ مثلاً "وہ بڑھتا جاتا ہے۔" اس ترکیب میں "جانا" کے وہ لفظی معنی نہیں ہیں جن میں وہ اُردو میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اصل فعل کے حالیہ ناتمام سے ملکر "جانا" یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام میں اضافہ ہورہا ہے۔

قواعد کی کتابوں میں اس کمی کا بھی احساس ہوتا ہے کہ سب صیغوں کے الگ الگ نام نہیں رکھے گئے ہیں مثلاً ڈاکٹر عبدالحق کہیں کہیں مختلف صیغوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محض صورت اوّل، صورت دوم، صورت سوم وغیرہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں [1]

لسانیات میں زمانہ افعال کے ان صیغوں کا نام ہے جو یہ دکھاتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ماضی کے صیغے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے ہوا ہے۔ زمانۂ مستقبل کے صیغے یہ دکھاتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت کے بعد عمل میں آئے گا۔ حال کے صیغوں کے معنی نکالنا سب سے مشکل ہوتے ہیں۔ ان سے ہمیشہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کام بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے۔ مثلاً "میں روز اسکول جاتا ہوں" لیکن ڈنمارک کے مشہور ماہر لسانیات او تو ایس پیرسین کے خیال میں ایسے کاموں کا بھی بولنے کے وقت سے تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کو اس بات میں دیکھنا چاہئے کہ کام بولنے کے وقت کے لیے ٹھیک ہے یا نہیں [2]

---

[1] ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ تاج پبلشرز، دہلی۔ ص ۲۶۳۔

* O.Jespersen, A Modern English Grammar on Historical Principles, Part IV, Heidelberg, 1931

روسی علمی روایت میں یہ خیال کہ افعال کے صیغوں کا وقت بولنے کے وقت کو دیکھ کر بتایا جاتا ہے داویدف، پاتیبنیا، پیشکوفسکی، شہ ماتوف وغیرہ کی تصنیفات میں ملتا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ بولنے کا وقت خود بولنے والا مقرر کرتا ہے سوویت ماہر لسانیات ڈاکٹر پاپیلوف نے ایک نیا نقطۂ نظر پیش کیا ہے[1] جس سے سوویت یونین کے بہت سے ماہر لسانیات متفق نہیں ہیں۔ ڈاکٹر پاپیلوف کے خیال میں افعال کے صیغوں سے حقیقی وقت کا اظہار براہ راست ہوتا ہے۔

بہت سے ماہر لسانیات پاپیلوف کی رائے سے صرف اس لیے متفق نہیں ہیں کہ موصوف خود بولنے والے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ ہماری رائے میں میلیکونسکایا نے ڈاکٹر پاپیلوف سے بحث کرتے ہوئے درست رائے دی ہے کہ "ہست کا وجود زبان کے ذریعہ ظاہر ہونے سے پہلے بولنے والے کے شعور میں ہوتا ہے۔"[2]

بہت سی زبانوں میں افعال کے صیغوں کے ذریعہ نہ صرف زمانہ بلکہ صورت بھی متعین ہوتی ہے۔ صورت وہ اصطلاح ہے جو لسانیات میں تمام اور نا تمام کام اور کام کے تسلسل کے طریقوں میں ان اختلافات کے اظہار کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو افعال کے صیغوں کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں[3]

ہمارے ملک کے کچھ قواعد نویسوں کا یہ خیال ہے کہ اردو اور ہندی افعال کے صیغوں کے ذریعہ تمام اور نا تمام کام میں فرق نہیں کیا جاتا ہے[4] ان کی یہ رائے اس

---

[1] ن۔ پاپیلوف۔ روسی فعل کی صرفی بناوٹ میں زمانے کی صنف۔ مجموعہ "زبان کی تھیوری اور تاریخ کے مسائل۔ ۔ ۔" ماسکو، ۱۹۵۲ء۔ ص ۲۹۸۔

[2] گ۔ میلیکونسکایا۔ حقیقی اور صرفی وقت کے تعلق کے بارے میں۔ رسالہ "علم لسانیات کے مسائل" نمبر ۵ ماسکو، ۱۹۵۶ء۔ صفحات ۷۵، ۷۶۔

[3] اُردو قواعد میں "صورت" لفظ فعل کے اس صیغے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کام اور حقیقت کے درمیان تعلق ظاہر کرتا ہے۔ صورت خبری، احتمالی، شرطی اور امری ہوتی ہے۔ ہم نے اس لفظ کو مندرجہ بالا معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔

[4] ز۔ د مشتس۔ اُردو زبان کی قواعد۔ روسی اُردو لغت کا ضمیمہ۔ ماسکو، ۱۹۵۹ء۔ صفحات ۱۰۸۲-۱۰۸۴۔

بات پر مبنی ہے کہ ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی بہ کثرت ہونے والے کام کے اظہار کے لیے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً "میں کئی بار آیا" ان صیغوں کے ایسے استعمال پر غور کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ متذکرۂ بالا صیغے یہ معنی عبارت کے خاص سیاق و سباق میں یا تمیز کے الفاظ سے مل کر ظاہر کرتے ہیں۔ خود ان صیغوں سے کام کے وقت کا ختم ہونا دکھایا جاتا ہے۔ توجہ کام کے آغاز یا نتیجے پر نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہمیں کام کا شروع ہونا دکھانا ہو تو وہ اصل فعل کے مصدر اور "لگنا" فعل کے مرکب سے یا "شروع کرنا"، "شروع ہونا" افعال سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً "وہ رونے لگا"، "اس نے رونا شروع کیا"، "اس کا رونا شروع ہوا"۔

ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں کام کے ختم ہونے کا وقت کام کے نتیجے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے یعنی نتیجے کا موجود ہونا صیغے کے اجزائے ترکیبی سے معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً "اس نے کھانا پکایا"، "اس نے کھانا پکایا ہے"، "اس نے کھانا پکایا تھا"۔ ان مثالوں سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام فاعل نے کیا۔ کام کے نتیجے پر زور ڈالنے کے لیے اصل فعل کے مادے سے کوئی ایسا امدادی فعل ملانا ہوتا ہے جو پہلے فعل کے ساتھ معنوی اعتبار سے تعلق رکھتا ہو۔ مثلاً "اس نے کھانا پکا دیا"، "اس نے کھانا پکا دیا ہے"، "اس نے کھانا پکا دیا تھا" یہاں فاعل سے زیادہ مفعول زیر توجہ ہوتا ہے۔

جن افعال کے مادے کے بعد امدادی افعال نہیں آتے ان کو سادہ کہتے ہیں۔ جو ساختیں اصل فعل کے مادے اور امدادی فعل سے مل کر بنی ہیں وہ نتیجہ، قابلیت فعل یا اختتام فعل پر توجہ مبذول کرتی ہیں (یہ ہماری اپنی رائے ہے) ان ساختوں کو قواعد کی کتابوں میں مرکب الفاظ کا نام دیا گیا ہے[1]۔

فعل لازم اور متعدی سے ظاہر کیا ہوا تمام کام یا تو فاعل سے وابستہ کیا جاتا ہے یا اس کام کا نتیجہ دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں یہ بات نظر انداز کی جاتی ہے کہ

---

[1] ایلکسی بارانیکوف، پیتر بارانیکوف۔ ہندوستانی (ہندی اور اُردو) ماسکو، ۱۹۵۶ء۔ صفحہ ۱۲۷۔

گزرے ہوئے کام کا نتیجہ موجود ہے یا نہیں اور دوسری صورت میں نتیجہ پر زور دینے کی وجہ سے فاعل کی اہمیت نہیں کے برابر رہ جاتی ہے۔ پہلی صورت میں کام کو فاعل سے الگ نہیں دکھایا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں ساری اہمیت کیے ہوئے کام کو دی جاتی ہے اور فاعل توجہ کا مرکز نہیں ہوتا ہے۔ اہم بات یہ ہوتی ہے کہ کام ہو گیا۔ اس کام کو کس نے کیا یہ جاننا اتنا ضروری نہیں ہوتا۔ سادہ فعل ناقص سے صرف کام کے عمل میں آنے کی خبر ملتی ہے اور بس۔ مثلاً "کام ہوا"، "کام ہوا ہے"، "کام ہوا تھا"۔

اب تک اُردو اور ہندی قواعد کی کتابوں میں اس بات پر توجہ دی جاتی رہی ہے کہ اصل فعل کے مادے سے مل کر امدادی افعال اس کے معنوں میں کیا تبدیلی کرتے ہیں۔ مثلاً امدادی فعل "آنا" سے قربت کے معنی نکلتے ہیں (لے آنا)۔ ہمارے خیال میں اصل فعل کے مادے کے بعد امدادی افعال کا آنا صرف اس بات پر منحصر نہیں ہوتا ہے۔ بولنے والا سب سے پہلے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو کام کے نتیجے پر توجہ مبذول کرنی ہے یا صرف یہ بتانا ہے کہ فلاں کام عمل میں آیا اور بس۔ اس کے بعد وہ "تاکیدی" اور سادہ فعل کا انتخاب کرتا ہے۔

"تاکیدی" افعال نہ صرف ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں آتے ہیں بلکہ ان صیغوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو بہ کثرت ہونے والے کام کو دکھاتے ہیں۔ مثلاً:

> "اور پڑھا لکھا نہیں ہے تو ہزاروں روپیہ کی آمدنی کا حساب کون کر جاتا ہے آکر" (شوکت تھانوی۔ انشاء اللہ۔ ص۴۴)

ایسے موقعوں پر توجہ اس نتیجے پر ہوتی ہے جو ہر بار کام کے ہونے کے بعد کچھ عرصے تک موجود رہتا ہے۔ یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کام کے نتیجے پر توجہ مبذول کرنا کیا ہے؟ ہمارے خیال میں یہ بھی صورت کی ایک قسم ہے۔ صورت کی اس قسم کو ہم نے "نتیجے والی صورت" کا نام دیا ہے۔ مگر ساتھ ساتھ یہ موڈل معنی بھی ہیں۔

اگر امدادی افعال کو صرف اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے کہ اصل فعل کے معنوں میں ان سے کیا فرق پیدا ہوتا ہے تو یہ سمجھنا ٹھیک ہوگا کہ وہ الفاظ کے معنی بدلنے والے اجزا ہیں۔ اگر امدادی افعال اصل فعل کے معنوں میں چھوٹے اختلافات لانے کے

ن ۔ اردو زبان۔ ماسکو، ۱۹۶۳ء

ساتھ ساتھ کام کے نتیجے پر توجہ نہ دلاتے۔ جو تمام زمانوں، صورتوں اور اطوار میں ان کے استعمال سے بچا رہتا ہے تو ان کو مرکب افعال شمار کرنا ٹھیک معلوم ہوتا۔

"تاکیدی" افعال اپنے معنوی اعتبار سے مرکب افعال اور نتیجے والی صورت دونوں میں شامل ہیں۔ لیکن ان کے دوسرے معنی پہلے معنوں پر غالب ہیں۔ اسکی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ تاکیدی افعال الگ نا تمام کام کے اظہار کے لیے مستعمل نہیں ہوتے ہیں۔ مثلاً "وہ نیا مکان بنا رہا ہے۔" "بنا لینا" جیسا فعل اس صیغے میں صرف اس لیے نہیں استعمال ہو سکتا ہے کہ کام کا نتیجہ نہیں ہے۔

مختصر الفاظ میں یہ سب اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ تمام اور نا تمام کام کی صورت سے تاکیدی افعال کو اس لیے نکالنا چاہیئے کہ یہ افعال تمام اور نا تمام دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ تاکیدی افعال کی صورت اس طرح سمجھنی چاہیئے کہ ان سے کام کے نتیجے پر زور پڑتا ہے۔ "وہ چھپاتا ہے" اور "چھپا لیتا ہے" میں جو فرق ہے وہ یہ کہ پہلے فعل میں ظاہر کام فاعل کو زیر توجہ کر دیتا ہے۔ دوسرے فعل میں اس چیز پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جو چھپائی جاتی ہے۔

فعل کے وقوع کے طریقے ظاہر کرنے کے لیے اُردو میں ترقی پذیر، وقفہ پذیر، طویل اور استقلالی صورت ہے۔ ترقی پذیر صورت کے صیغوں کی خصوصیت کام میں اضافہ ہوتے رہنا ہے، جیسے "وہ بڑھتا جاتا ہے"۔ وقفہ پذیر صورت کے صیغے کام کو وقفے کے ساتھ ہوتے دکھاتے ہیں، جیسے "وہ بڑھا کرتا ہے"۔ طویل صورت کام کو تسلسل کے ساتھ ہوتے ہوئے دکھاتی ہے (وہ بڑھتا رہتا ہے)۔ استقلالی صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے (وہ بڑھا جا رہا ہے)

اُردو اور ہندی میں افعال امدادی کا ایک گروہ ہے جو فعل کی حیثیت سے تنہا اپنے مخصوص معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی دوسرے افعال سے مل کر یہ اپنے لفظی معنی پورے طور پر یا کچھ حد تک کھو دیتے ہیں اور اصل فعل سے ظاہر کام کے تسلسل کا طریقہ دکھاتے ہیں۔ مندرجۂ ذیل مصدروں پر نظر ڈالنے سے امدادی افعال کی یہ خصوصیت سامنے آتی ہے۔

۱۔ بڑھتے جانا (ترقی پذیر صورت)

۲۔ پڑھا کرنا (وقفہ پذیر صورت)
۳۔ پڑھتے رہنا (طویل صورت)
۴۔ پڑھے جانا (استقلالی صورت)

لیکن افعال کے شخصی صیغوں کی بناوٹ میں زمانے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے مثلاً ترقی پذیر صورت اس وقت تک خود صیغہ نہیں بن سکتی جب تک اس میں زمانے کو شامل نہ کیا جائے۔

اُردو اور ہندی قواعد کی سوویت کتابوں میں افعال کی ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور طویل صورت مانی گئی ہے۔ مگر اب تک اس بات کا تفصیل سے جائزہ نہیں لیا گیا ہے کہ ہر ایسی صورت کے کتنے صیغے ہیں اور ان میں کیا فرق ہے۔ ان کو کیا نام دیئے جاسکتے ہیں۔

استقلالی صورت کے صیغوں کے بارے میں ہمارے قواعد نویس خاموش رہے ہیں۔ اگر "وہ پڑھے جاتا ہے" جیسی ساخت صیغہ نہیں ہے تو اس کا افعال کی بناوٹ کے کس گروہ سے تعلق ہے؟ "جانا" اور "چلا جانا" افعال اور بناوٹ کے پہلے حصّے کے درمیان جو تعلق ہے اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ مرکب فعل یا الفاظ کی آزاد ملاوٹ ہے۔ پہلے اور دوسرے جزو کی ملاوٹ ایک ایسا نمونہ بن گئی ہے جس کو اُردو کے تمام افعال پر پھیلایا جا سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس ساخت کو لفظ کا صیغہ اس لیے سمجھنا چاہئے کہ اس کے دونوں حصے صرفی، نحوی اور اپنے لفظی معنوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ اس ساخت کے صرفی معنی یہ ہیں کہ پہلے فعل سے ظاہر ہونے والا کام اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے یعنی یہ ساخت کام کے وقوع کے طریقے کو ظاہر کرتی ہے۔

یہاں اس بات پر توجہ دینا مناسب ہوگا کہ یہ معنی صرف امدادی افعال سے نہیں نکلتے ہیں بلکہ یہ معنی پوری بناوٹ کے معنی ہیں۔ "جانا" اور "چلا جانا" امدادی افعال سے ترقی پذیر صورت کے صیغے بھی بنتے ہیں مگر ان حالات میں وہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام سے مل جاتے ہیں۔ اسی بناء پر ترقی پذیر اور استقلالی صورت میں فرق پایا جاتا ہے۔

اس ساخت کی نحوی ہم آہنگی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ جملے کے دوسرے الفاظ سے اس کے دونوں حصے مل کر تعلق قائم کرتے ہیں۔

ساخت کے دونوں حصوں کے لفظی معنوں کی یگانگت اس میں پائی جاتی ہے کہ اس کے اجزا کے وہ معنی نہیں ہیں جو وہ افعال کے طور پر تنہا استعمال ہوکر ظاہر کرتے ہیں۔

استقلالی صورت کا مصدر بھی ہے۔

استقلالی صورت کا صیغہ امری، اختیاری، احتمالی اور شرطی صورتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

"تم کہے جاؤ" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۹۰۱)

مصدر کا ہونا ایک ایسی بات ہے جو اس ساخت کو افعال کے صیغوں میں شامل کرتی ہے۔

روسی قواعد نویس یلونکوف نے اپنے مضمون "ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں" (صفحہ ۹۶) میں اس بات سے اتفاق نہیں کیا ہے کہ ترقی پذیر صورت کے صیغوں سے کام میں اضافہ ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ:

> "یہ مرکب افعال بارانیکوف کی قواعد میں طویل ترقی پذیر افعال کے نام سے پیش کیے گئے ہیں۔ کچھ حد تک یہ نام ٹھیک ہے کیونکہ جو افعال "جانا" فعل کی مدد سے بنتے ہیں وہ ایسا کام ظاہر کرسکتے ہیں جس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ مگر عام طور پر اس صیغے کو یہ معنی جملے میں ایسے تمیزی الفاظ کی موجودگی سے ملتے ہیں جو کام کے تسلسل میں زور پیدا ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ الغرض خود صیغے سے کام کے تسلسل میں ہونے والے اضافے کے معنی صاف نہیں نکلتے ہیں۔"

ایلونکوف کا اس بناوٹ کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس سے فعل کا جاری رہنا ظاہر ہوتا ہے۔ اس نظریے کے یہ معنی ہیں کہ یلونکوف نے ان جملوں پر گہری نظر نہیں ڈالی ہے جو خود ان کے مضمون میں بکثرت موجود ہیں۔

کام میں پائی جانے والی داخلی کیفیت کے بارے میں اوپر کہی ہوئی باتوں کو مختصر

الفاظ میں یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ اُردو میں صورت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ تمام اور ناتمام

۲۔ نتیجہ دکھانے والی اور نتیجہ نہ دکھانے والی

۳۔ کام کے تسلسل کا طریقہ دکھانے والی اور کام کے تسلسل کا طریقہ نہ دکھانے والی

اُردو میں کوئی صیغہ ایسا نہیں ہے جو زمانے کے اظہار کے ساتھ ساتھ تمام اور ناتمام کام کی کیفیتوں کو نمایاں نہ کرتا ہو۔ جہاں تک کام کے نتیجے اور کام کے تسلسل کے طریقوں کی کیفیتوں کا تعلق ہے تو وہ ہر صیغے پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ کچھ صیغے ایسے بھی ہیں جن میں صورت کی تین قسمیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً "وہ پڑھا دیا کرتا ہے۔"

صورت ناتمام میں "تاکیدی" افعال صرف تب آتے ہیں جب صیغے بہ کثرت ہونے والا کام بتلاتے ہیں۔

اُردو اور ہندی میں خبری صورت کے معروف طور میں کام دکھانے والے افعال کے صیغوں کی تعداد ۵۲ ہے۔ اس مقالے میں ان تمام ۵۲ صیغوں کا استعمال دکھایا گیا ہے۔

قواعد کی تصدیق کے طور پر اس مقالے میں نذیر احمد، الطاف حسین حالی، رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا رسوا، فرحت اللہ بیگ، ابوالکلام آزاد، نیاز فتح پوری، راشدالخیری، حسن نظامی، پریم چند، شوکت تھانوی، سعادت حسن منٹو، خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر وغیرہ جیسے اہم اُردو ادیبوں کی تحریریں پیش کی گئی ہیں۔

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں یہ صیغے محض زمانہ نہیں دکھاتے ہیں۔ صیغوں کی اتنی بڑی تعداد کا سبب یہ ہے کہ ان میں زمانے کے علاوہ کچھ دوسرے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔

حال کے صیغے

۱۔ وہ کھاتا ہے (حال معمولی یا حال فاعلی)

۲۔ وہ کھا رہا ہے (حال استمراری)

۳۔ وہ کھا رہا ہوتا ہے (حال استمراری معمولی)
۴۔ وہ کھاتا ہوتا ہے (حال فاعلی معمولی)
۵۔ وہ کھاتا (چلا) جاتا ہے (ترقی پذیر صورت کا حال)
۶۔ وہ کھاتا (چلا) جا رہا ہے (ترقی پذیر صورت کا حال استمراری)
۷۔ وہ کھائے (چلا) جاتا ہے (استقلالی صورت کا حال)
۸۔ وہ کھائے (چلا) جا رہا ہے (استقلالی صورت کا حال استمرلوی)
۹۔ وہ کھایا کرتا ہے (وقفہ پذیر صورت کا حال معمولی)
۱۰۔ وہ کھاتا رہتا ہے (طویل صورت کا حال معمولی)
۱۱۔ وہ کھاتا (چلا) آتا ہے (طویل صورت کا حال)
۱۲۔ وہ کھاتا (چلا) آ رہا ہے (طویل صورت کا حال استمراری)
۱۳۔ کھانا ہے (ضرورت کا حال)
۱۴۔ کھانا ہوتا ہے (ضرورت کا حال معمولی)

کبھی کبھی طویل وقفہ پذیر صورت کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "وہ کھاتا رہا کرتا ہے۔"

ماضی کے صیغے

۱۔ میں نے کھایا (ماضی تمام)
۲۔ میں نے کھایا ہے (حال تمام)
۳۔ میں نے کھایا تھا (ماضی قبل ماضی)
۴۔ وہ کھاتا تھا (ماضی معمولی یا ماضی فاعلی)
۵۔ وہ کھا رہا تھا (ماضی استمراری)
۶۔ وہ کھا رہا ہوتا تھا (ماضی استمراری معمولی)
۷۔ وہ کھاتا ہوتا تھا (ماضی فاعلی معمولی)
۸۔ وہ کھاتا (چلا) جاتا تھا (ترقی پذیر صورت کا ماضی)
۹۔ وہ کھاتا (چلا) جا رہا تھا (ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری)
۱۰۔ وہ کھاتا (چلا) گیا (ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام)

۱۱۔ وہ کھاتا (چلا) گیا ہے (ترقی پذیر صورت کا حال تمام)

۱۲۔ وہ کھاتا (چلا) گیا تھا (ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی)

۱۳۔ وہ کھائے (چلا) جاتا تھا (استقلالی صورت کا ماضی)

۱۴۔ وہ کھائے (چلا) جارہا تھا (استقلالی صورت کا ماضی استمراری)

۱۵۔ وہ کھائے (چلا) گیا (استقلالی صورت کا ماضی تمام)

۱۶۔ وہ کھائے (چلا) گیا ہے (استقلالی صورت کا حال تمام)

۱۷۔ وہ کھائے (چلا) گیا تھا (استقلالی صوست کا ماضی قبل ماضی)

۱۸۔ وہ کھایا کرتا تھا (وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی)

۱۹۔ وہ کھایا کیا (وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام)

۲۰۔ وہ کھایا کیا ہے (وقفہ پذیر صورت کا حال تمام)

۲۱۔ وہ کھایا کیا تھا (وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی)

۲۲۔ وہ کھاتا رہتا تھا (طویل صورت کا ماضی معمولی)

۲۳۔ وہ کھاتا (چلا) آتا تھا (طویل صورت کا ماضی)

۲۴۔ وہ کھاتا (چلا) آرہا تھا (طویل صورت کا ماضی استمراری)

۲۵۔ وہ کھاتا رہا (طویل صورت کا ماضی تمام)

۲۶۔ وہ کھاتا رہا ہے اور وہ کھاتا (چلا، آیا ہے (طویل صورت کا حال تمام)

۲۷۔ وہ کھاتا رہا تھا اور وہ کھاتا (چلا) آیا تھا (طویل صورت کا ماضی قبل ماضی)

۲۸۔ کھانا تھا (ضرورت کا ماضی)

۲۹۔ کھانا ہوتا تھا (ضرورت کا ماضی معمولی)

ان صیغوں میں وہ کھایا کیا تھا (وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی) وہ کھائے چلا گیا ہے (استقلالی صورت کا حال تمام) اور وہ کھائے چلا گیا تھا (استقلالی صورت کا ماضی قبل ماضی) کم استعمال ہوتے ہیں۔

طویل وقفہ پذیر صورت کا صیغہ (وہ پڑھتا رہا کرتا تھا) طویل اور وقفہ پذیر صورت کے مرکب معنوں کی وجہ سے عام طور پر طویل یا وقفہ پذیر صورت کے صیغوں سے بدلتا جارہا ہے۔

مُستقبل کے صیغے

۱۔ وہ کھائے گا (مستقبل مُطلق یا مستقبل تام)

۲۔ وہ کھا رہا ہوگا (مستقبل استمراری)

۳۔ وہ کھاتا ہوگا (مستقبل فاعلی)

۴۔ اس نے کھایا ہوگا (مستقبل تام یا مستقبل قبل مستقبل)

۵۔ وہ کھاتا (چلا) جائے گا (ترقی پذیر صورت کا مستقبل)

۶۔ وہ کھایا کرے گا (وقفہ پذیر صورت کا مستقبل)

۷۔ وہ کھاتا رہے گا (طویل صورت کا مستقبل)

۸۔ وہ کھائے (چلا) جائے گا (استقلالی صورت کا مستقبل)

۹۔ کھانا ہوگا (ضرورت کا مستقبل)

ضرورت ظاہر کرنے والی ترکیبیں (کرنا ہے، کرنا ہوتا ہے، کرنا تھا، کرنا ہوتا تھا، کرنا ہوگا) صیغہ اس لیے ہیں کہ خود امدادی فعل (ہونا) ضرورت نہیں بتاتا اور ضرورت کے یہ معنی اس امتزاجی مرکب کے معنی ہوئے۔

طویل اور وقفہ پذیر صورتوں کے نام وضع کرنے میں سوویت۔ یونین کے قواعد نویسوں کی تقلید کی گئی ہے۔ طویل ترقی پذیر صورت کو ہم نے ترقی پذیر صورت کا نام دیا ہے۔ چونکہ خود صیغے سے اس بات کی طرف اشارہ نہیں ہوتا کہ کام ایک عرصے سے ہو رہا ہے اس لیے لفظ "طویل" کچھ غیر مناسب معلوم ہوا۔

اس لیے کہ ہر صورت کے صیغوں کے بارے میں اب تک تفصیل سے نہیں لکھا گیا ہے یہاں تک کہ یہ بھی کہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ ہر صورت کے کتنے صیغے ہیں اور ان میں کیا فرق پایا جاتا ہے طویل، ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے صیغوں کے نام ہم نے خود وضع کیے ہیں۔

خبری صورت کے حال، ماضی اور مستقبل کے پلاتس نے ۷ صیغے، یگیلو، بارانی کوف، کیتینا، اور دمشیتس نے ۸ صیغے، دیگر تیتسکی نے ۹، ڈاکٹر عبدالحق نے ۱۲، گل فیر دینگ نے ۱۳، کامتا پرساد گرو اور دونی چند نے ۱۶، واجپیئی اور ڈاکٹر بھولا ناتھ تواری نے ۱۷ صیغے بتلائے ہیں[۱]۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مندرجۂ ذیل چھ صیغے ایسے صیغے ہیں جن کو سب قواعد نویسوں نے خبری صورت کے صیغے مانا ہے :

۱۔ وہ کرتا ہے
۲۔ وہ کرتا تھا
۳۔ وہ کرے گا
۴۔ اس نے کیا
۵۔ اس نے کیا ہے
۶۔ اس نے کیا تھا

"وہ کرتا ہوگا" اور "اس نے کیا ہوگا" صیغوں کے متعلق دو رائیں ہیں۔ دیگرنیتسکی، گل فیردینگ، بارانیکوف، دمشیتس اور لیپیروفسکی نے ان صیغوں کو خبری صورت میں شامل کیا ہے۔ کامتا پرساد گرو، کیتینا اور مولوی عبدالحق نے ان کو ایک خاص صورت مانا ہے جسے کامتا پرساد گرو نے सन्दिग्ध کیتینا نے "قیاسی" اور مولوی عبدالحق نے "احتمالی" کا نام دیا ہے

J.T.Platts, A. Grammar of the Hindustani or Urdu Language, - 1
L., 1904, pp.343-357.

۲۔ ۲۔ ای۔ یگیلو۔ ہندوستانی (اُردو) زبان کی عملی قواعد۔ صفحات ۲۸ - ۳۲۔

ت۔ کیتینا۔ ہندی زبان۔ صفحات ۴۰۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ز۔ دمشیتس۔ اُردو زبان۔ صفحہ ۴۴۔

۳۔ ا۔ دیگرنیتسکی۔ ہندوستانی یا اُردو کی قواعد۔ صفحہ ۱۸۸۔

۴۔ مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحات ۱۳۵ - ۱۳۰۔

۵۔ ا۔ گل فیردینگ۔ ہندوستانی (اُردو) قواعد۔ صفحات ۳۲ - ۳۷۔

कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, काशी, १९५२, पृ. ४५९-४७२;
दुनीचन्द, हिन्दी व्याकरण, पृ. १४२।

- अम्बिकाप्रसाद वाजपेयी, अभिनव हिन्दी व्याकरण, पृ. ६४-६५।
डाक्टर भोलानाथ तिवारी, हिन्दी भाषा का सरल व्याकरण, पृ. ११२-१३५।
कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण,
पृ. ४६६, ४७०।

؂ کیتینا۔ ہندی زبان۔ صفحہ ۴۳۔

مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحات ۸۹، ۱۰۷۔

گل فیر دینگ، مولوی عبدالحق، کتینینا حال اور ماضی استمراری کے صیغے (وہ کررہا ہے، وہ کررہا تھا) زمانہ دکھانے والے صیغوں میں شامل کرتے ہیں۔ دمشیتس ان صیغوں کو ایسے صیغوں میں شمار کرتے ہیں جو کام کے وقوع کا طریقہ بتاتے ہیں۔

کچھ قواعد نویس (وگرنیتسکی، گل فیر دینگ، گیلو) زمانہ ظاہر کرنے والے صیغوں میں مضارع کے صیغے بھی شمار کرتے ہیں جن کا کسی زمانے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ گل فیر دینگ، واجپیئ اور دونی چند وغیرہ نے زمانہ دکھانے والے صیغوں میں شرطی اور امری صورتوں کے صیغے شامل کرکے ان کی تعداد بہت بڑھا دی ہے۔

اُردو اور ہندی قواعد کی کتابوں میں "وہ کرتا ہے" نمونے کے صیغوں کو مندرجہ ذیل نام دیے گئے ہیں: حال [1]، حال عام [2]، حال مطلق [3] حال ناتمام [4]

بارانیکوف اور دمشیتس وغیرہ اسے حال کا صیغہ مانتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں کہ حال میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا صیغہ نہیں ہے۔ ان کے خیال میں اس صیغے کے اہم معنی یہ ہیں کہ وہ کام کا حال میں ہونا ظاہر کرتا ہے۔

"حال عام" میں اس صیغے کا مختلف معنوں میں استعمال ہونا پیش نظر رکھا گیا ہے۔ "حال مطلق" اصطلاح اس امر پر توجہ دلاتی ہے کہ یہ صیغہ حال کے دوسرے صیغوں سے اس طرح مختلف ہے کہ اس میں کام کے وقوع کا طریقہ نہیں پایا جاتا ہے۔ "حال ناتمام" اصطلاح کے وجود میں آنے کی وجہ یہ ہے کہ حال تمام کا صیغہ بھی ہے۔ "حال "حال مطلق" اور "حال ناتمام" کے نام اس لیے ٹھیک معلوم نہیں ہوتے کہ حال کے معنوں

---

[1] ا۔ بارانیکوف اور پ۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (ہندی اور اُردو) صفحہ ۸۳، ز۔ دمشیتس۔ اُردو زبان، صفحہ ۶۶، دیلپیر دلسکی۔ آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ (mood) کی صنف۔ صفحہ ۸۔

[2] ت۔ کتینینا۔ ہندی زبان۔ صفحہ ۶۲۔

[3] مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحہ ۲۶۱۔

[4] ا۔ وگرنیتسکی۔ ہندوستانی یا اُردو کی قواعد صفحہ ۱۸۸۔

दुनीचन्द, हिन्दी व्याकरण, पृ. १४६; कामताप्रसाद गुरू, हिन्दी व्याकरण, पृ. ३३०।

کے اظہار کے لیے اُردو میں دو صیغے ہیں اور وہ دونوں حال، حال مطلق اور حال ناتمام کے صیغے ہیں جیسے "وہ کرتا ہے"، "وہ کر رہا ہے":

"وہ کرتا ہے" قسم کے صیغوں کا استعمال دیکھ کر یہ بتانا درست ہوگا کہ وہ اکثر معمول کے مطابق ہونے والے کام کے لیے آتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے خیال میں ان کو "حال معمولی" اصطلاح سے یاد کرنا مناسب ہوگا۔ مستقبل، حال حکائی اور بولنے کے وقت میں ہونے والے کام کے معنوں میں ان صیغوں کا جو استعمال ہے، وہ عبارت کے خاص سیاق و سباق میں ملتا ہے۔ اس لیے "حال عام" اصطلاح میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی ہے۔ اگر اس صیغے کو ایسا نام دینا چاہیں جس میں اس کے تمام استعمال آتے ہوں تو یہ نام حال فاعلی ہوگا کیونکہ اس میں سادہ فعل کے استعمال سے ہمیشہ فاعل زیر توجہ رکھا جاتا ہے۔

بعض قواعد نویس اس ساخت کا شمار، جو اصل فعل کے مادے، "رہنا" کے حالیہ تمام اور ہونا کے مفرد صیغوں پر مشتمل ہے، مرکب افعال کے ضمن میں کرتے ہیں [1]

داویدووا، بیسکرودنی اور دمشتس نے ان کا شمار ایسے صیغوں میں کیا ہے جن سے کام کے تسلسل کا طریقہ معلوم ہوتا ہے [2]

---

[1] कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, पृ. ३२०;
S.H. Kellogg. A Grammar of the Hindi Language, pp. 261-262;
H.C. Scholberg, Concise Grammar of te Hindi Language, 3rd edition, Oxford, 1955, pp. 143-144;

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی کے مرکب افعال اور ان کے مترادف روسی الفاظ۔ "زبان اور ادب" جلد ۷ شمارہ ۱۔ لینن گراد، ۱۹۳۶ء۔ صفحات ۸۳، ۸۴۔

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (اُردو اور ہندی) صفحات ۱۰۸، ۱۰۹۔

[2] ا۔ داویدووا۔ ہندوستانی زبان میں افعال بننے کے کچھ مسائل۔ "سوویت سائنس اکادمی کے مشرقی انسٹی ٹیوٹ کے سائنسی نوٹ"۔ جلد ۱۳۔ ماسکو، ۱۹۵۵ء۔ صفحہ ۲۳۱، و۔ بیسکرودنی۔ ہندی کے افعال کے مادوں کے "رہنا" سے تال میل کے بارے میں۔ "لینن گراد یونیورسٹی کے سائنسی نوٹ" نمبر ۲۰۹۔ لینن گراد، ۱۹۵۰ء۔ صفحات ۹۳-۱۰۳۔ ز۔ دمشتس۔ اُردو زبان۔ صفحہ ۷۹۔

مولوی عبدالحق. کتینینا اور لیپیرودفسکی ان صیغوں میں صرف زمانہ کا اظہار دیکھتے ہیں[لہ] مگر ان قواعد نویسوں میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ اس کی ان صیغوں کے بارے میں یہ رائے کن بنیادوں پر مبنی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ "وہ کر رہا ہے" اور "وہ کر رہا تھا" قسم کے صیغے مرکب افعال سمجھ کر ان کو اصل فعل کے مادے اور حال تام یا ماضی قبل ماضی میں تقسیم کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ہر جزو کے معنی اور پوری ساخت کے معنی ایک نہیں ہیں. کتاب سے حاصل ہونے والے مواد کا جائزہ لینے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ساخت کے دو پہلے جزو حالیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں مثلاً "رو رہا لڑکا". اس کے بعد بہت سے قواعد نویسوں کو یہ خیال آیا کہ اس بناوٹ میں "ہونا" سے زمانہ اور خبری. شرطی یا امری صورت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ حالیہ طوالت (دادیدودا اور بیکرفنی کا خیال)، کام کا جاری رہنا (کتینینا اور دمشیتس کا خیال) یا کام کا تسلسل کے ساتھ ہونا (لیپیرودفسکی کا خیال) ظاہر کرتا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب تک یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ اس بناوٹ میں حالیہ کی کیا حیثیت ہے۔ اگر اس کی بنیاد طوالت یا کام کے جاری رہنے کے معنوں پر رکھی جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کو ان صیغوں میں شامل کیا جائے جو کام کے تسلسل کا کوئی نہ کوئی طریقہ بتاتے ہیں۔ یہ سوچنا کہ ان صیغوں سے کام کا تسلسل ظاہر کیا جاتا ہے ان کو زمانہ دکھانے والے صیغوں میں شامل کرنے کے برابر ہے کیونکہ کام کا تسلسل اور کام کے تسلسل کا طریقہ جو کہ ترقی پذیر، وقفہ پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے صیغوں میں پایا جاتا ہے مختلف چیزیں ہیں۔

لیپیرودفسکی پہلے قواعد نویس ہیں جنھوں نے یہ لکھا ہے کہ ان صیغوں کی خصوصیت کام کا تسلسل دکھانے میں ہے۔ انھوں نے ان صیغوں کے لیے جو نام تجویز کیا ہے یعنی متعین زمانہ یا تسلسل کا زمانہ حالانکہ ٹھیک ہے پھر بھی اس کے بارے میں وضاحت کی ضرورت

[لہ] عبدالحق. قواعد اردو. صفحہ ۱۳۸۔ ت۔ کتینینا. ہندی زبان۔ صفحات ۶۲۔۶۳، دیپیرودفسکی۔ آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف۔ صفحات ۱۵، ۱۶۔

ہے۔ بات یہ ہے کہ ان صیغوں سے ظاہر کیا ہوا ہر کام متعین وقت میں نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً "وہ نیا مکان تعمیر کر رہا ہے"۔ یہاں کام کے معنوں میں تسلسل پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا جزو ہے جو استعمال کے یہ دو، اوقات ایک دوسرے سے ملا دیتا ہے۔ اس بات کی تصدیق میں کہ ان صیغوں کو تسلسل کے زمانے کا نام دینا زیادہ مناسب ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حال معمولی کے صیغے سے ظاہر کام بھی بہ تعین وقت ہو سکتا ہے۔ دونوں صیغوں میں یہاں جو فرق ہے وہ یہ کہ حال معمولی سے صرف کام کے بولتے وقت ہونے کی خبر ملتی ہے جب کہ حال استمراری میں کام کے تسلسل پر ہی توجہ دی جاتی ہے۔

"وہ کرتا تھا"، "وہ کر رہا تھا"، "وہ کر رہا ہوگا" قسم کے صیغے اپنے اہم معنوں کے لحاظ سے حال معمولی (وہ کرتا ہے) اور حال استمراری (وہ کر رہا ہے) سے مختلف نہیں ہیں۔ "وہ کرتا تھا" اور "وہ کرتا ہے" اور "وہ کر رہا تھا"، "وہ کر رہا ہے"، "وہ کر رہا ہوگا" صیغوں میں صرف زمانے کا فرق ہے۔ اس لیے اس مقالے میں "وہ کرتا تھا" صیغے کو ماضی معمولی اور "وہ کر رہا تھا" صیغے کو ماضی استمراری اور "وہ کر رہا ہوگا" کو مستقبل استمراری کے نام دیے گئے ہیں۔

باقی دوسرے صیغوں کے اجزائے ترکیبی میں امدادی فعل کے زمانۂ معمولی یا زمانۂ استمراری کے استعمال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُردو کے صیغوں میں زمانے کے علاوہ یہ فرق زیر توجہ رکھا گیا ہے کہ کام فاعل سے وابستہ کیا جاتا ہے یا توجہ خود کام کے تسلسل پر مبذول ہوتی ہے۔ چونکہ ہر زمانے میں کام کے تسلسل کا ایک ہی طریقہ دکھانے والے کئی صیغے ہیں۔ مثلاً حال میں ترقی پذیر صورت کے دو صیغے ہیں یعنی "وہ کرتا (چلا) جاتا ہے"، "وہ کرتا (چلا) جا رہا ہے" اس لیے صیغوں کو نام دیتے وقت ان اختلاف کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ "معمولی" لفظ ان صیغوں کے ناموں میں شامل کیا گیا ہے جو کام کا معمول کے مُطابق یعنی بہ تکرار ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ "ترقی پذیر صورت کا حال"، "ترقی پذیر صورت کا ماضی"، "استقلالی صورت کا حال"، "استقلالی صورت کا ماضی"، "طویل صورت کا حال"، "طویل صورت کا ماضی"، "ترقی پذیر صورت کا مستقبل"، "طویل صورت کا مستقبل" کے نام صیغوں کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ الگ

کام بتاتے ہیں۔ استمراری لفظ کے استعمال سے حال، ماضی اور مستقبل میں ہونے والے کام کے تسلسل پر زور دیا جاتا ہے۔ "طویل صورت کا ماضی تمام"، "طویل صورت کا حال تمام" "طویل صورت کا ماضی قبل ماضی"، "ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام"، "وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام" جیسی اصطلاحیں کام کے عرصے کا تمام ہونا بتاتی ہیں جس کا کام کے مکمل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اُردو اور ہندی قواعد کی کتابوں میں "وہ کرتا (چلا) آتا ہے"، "وہ کرتا (چلا) آتا تھا"، "وہ کرتا (چلا) آرہا ہے"، "وہ کرتا (چلا) آرہا تھا"، "وہ کرتا (چلا) آیا ہے" "وہ کرتا (چلا) آیا تھا" جیسے صیغے جنھیں ہم نے طویل صورت کے تحت رکھا ہے۔ بلاتوجہ رہ گئے ہیں۔ قواعد نویسوں میں سے صرف سکول بیرگ نے اپنی کتاب Concise Grammar of the Hindi Language میں ایسے صیغوں کی مثالیں دی ہیں۔ انھوں نے ان کو مرکب افعال کہا ہے اور customary نام دیا ہے۔

جہاں تک ادبی اُردو میں مندرجۂ بالا صیغوں کے استعمال کا تعلق ہے نمونے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کام کے تسلسل کے طریقے کے لحاظ سے طویل صورت کے صیغوں سے مختلف نہیں ہیں (وہ کرتا رہتا ہے، وہ کرتا رہتا تھا، وہ کرتا رہا، وہ کرتا رہا ہے، وہ کرتا رہا تھا، وہ کرتا رہے گا) یعنی وہ کام کی طوالت کے انھیں معنوں کا اظہار کرتے ہیں جو ان صیغوں کے ہیں۔ صرف کام کی نوعیت کا فرق ہے۔

طویل اور کبھی کبھی ترقی پذیر صورت کے صیغوں کو بناتے وقت ایک ہی امدادی فعل کا استعمال کرنا خود امدادی افعال کے معنوں سے واضح ہو سکتا ہے۔ جنکی کچھ اہمیت صیغے کے معنوں میں باقی رہتی ہے۔ اس سے یہ سمجھنا ٹھیک نہیں ہوگا کہ بعض صیغے ایسے ہیں جو کام کے تسلسل کے دو مختلف طریقہ ظاہر کر سکتے ہیں یعنی طویل (وہ لکھتا چلا آتا ہے) اور ترقی پذیر (وہ بڑھتا چلا آتا ہے)۔ "وہ بڑھتا چلا آتا ہے" نمونے کا صیغہ ترقی پذیر صورت میں سب افعال سے نہیں بن سکتا جب کہ طویل صورت میں ممکن ہے۔ ترقی پذیر صورت میں (چلا) آنا امدادی فعل کم پایا جاتا ہے۔ وہ ان لازم افعال کے حالیہ ناتمام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جو کام کی سمت فاعل کی طرف ظاہر کر سکتے ہیں۔ جیسے وہ بڑھتا (چلا) آتا ہے۔

کام کے تسلسل کا کوئی نہ کوئی طریقہ بتانے والا ہر صیغہ گویا زبان میں اس لیے ہے کہ اس کام کے وقوع کا طریقہ بتائے جو زمانۂ معمولی یا استمراری کے صیغے سے یا زمانۂ تمام کے صیغوں سے اس شرط پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ صیغے سے کام کے وقوع کا طریقہ الگ کر دیا جائے اور اس کا اظہار مناسب الفاظ میں کیا جائے۔ یہ جاننے کے لیے کہ کام کے تسلسل کے طویل، وقفہ پذیر، استقلالی اور ترقی پذیر طریقے ظاہر کرنے والے صیغے اور وہ صیغے جن میں ایسے طریقے نہیں پائے جاتے ہیں ایک دوسرے سے کس قدر وابستہ ہیں آگے دیے ہوئے خاکوں پر نظر ڈالیے۔

یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ مندرجۂ بالا صیغوں کے آپسی تعلقات کے خاکوں میں حقیقت کو ذرا آسان بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ صیغے میں کام کے تسلسل کا طریقہ، زمانہ اور تمام اور ناتمام صورت کے درمیان میکانکل تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ اس صیغے کے معنی جس میں کام کے تسلسل کا طریقہ پایا جاتا ہے اس صیغے سے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں جو کام کے وقوع کا طریقہ نہیں بتاتا جس کے لیے جملے میں صرف مناسب الفاظ موجود ہونے چاہئیں پھر بھی کام کے وقوع کا طریقہ بتانے ولے صیغوں اور ان صیغوں میں جن سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی فرق ہے۔ پہلے صیغے دوسرے صیغوں سے اس طرح مختلف ہیں کہ ان میں کام کے وقوع کے طریقے کے بارے میں زیادہ واضح طور پر بتایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ صیغوں میں پائی جانے والی وقفہ پذیری، ترقی پذیری، استقلال اور طوالت کے باوجود بھی جملے میں اس کے لیے خاص الفاظ ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کام کے تسلسل کا طریقہ بتانے والے ہر صیغے کا استعمال اور کسی ایسے صیغے کا استعمال جس میں کام کے وقوع کا طریقہ نہیں بتایا جاتا ہے ہمیشہ ایک نہیں ہوتا ہے۔ "وہ کرتا (چلا) آتا ہے"، "وہ کرتا (چلا) آتا تھا"، "وہ کرتا (چلا) جاتا ہے"، "وہ کرتا (چلا) جاتا تھا" صیغے اس کام کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جو بہ تعین وقت نہ ہو رہا ہو۔ یہ بات حال اور ماضی معمولی کے صیغوں کے بارے میں (وہ کرتا ہے، وہ کرتا تھا) نہیں کہی جا سکتی ہے۔

طویل صورت کے حال اور ماضی استمراری کے صیغے (وہ کرتا (چلا) آ رہا ہے، وہ کرتا (چلا) آ رہا تھا) اپنی طوالت کی وجہ سے متعین وقت میں ہونے ولے کام کے

وہ معنی نہیں دیتے ہیں، جو حال اور ماضی استمراری کے صیغے دیتے ہیں۔

طویل صورت کے ماضی تمام (وہ کرتا رہا) کا یہ استعمال کہ کام جاری رکھا گیا ہے وہ فرق سامنے لاتا ہے جو طویل صورت کے ماضی تمام (وہ کرتا رہا) اور ماضی تمام (اس نے کیا) میں ہے۔

ان کئی مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کے تسلسل کے طریقے سے صیغوں کے معنوں میں کیا تغیر پیدا ہوتا ہے۔

اس بات کے بارے میں کہ "تاکیدی" افعال کام کے تسلسل کے طریقے کی صورت سے کیا تعلق رکھتے ہیں قواعد میں مختلف نقطۂ نظر ہو سکتے ہیں۔ بعض قواعد نویسوں کے یہاں یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ "تاکیدی" افعال سے بھی کام کے تسلسل کا کوئی نہ کوئی طریقہ بتایا جاتا ہے[1]

لسانیات کی بعض کتابوں میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ صورت اصطلاح تمام اور نا تمام کام کے لیے استعمال ہو اور اس میں سے کام کے تسلسل کا طریقہ نکالا جائے اور اسے افعال کے صیغوں میں ایک خاص جگہ دی جائے[2]

کچھ برسوں سے لسانیات کی سوویت کتابوں میں بھی یہ کوشش کی جانے لگی کہ تمام اور نا تمام صورت سے کام کے تسلسل کا طریقہ الگ کیا جائے۔ مثال کے طور پر تیلیگودا کے یہاں تمام اور نا تمام صورت اور کام کے تسلسل کے طریقے میں صاف فرق کیا جاتا ہے۔[3]

---

[1] اے۔ بیکووا۔ "ہندوستانی زبانیں" نامی مجموعہ کا پیش لفظ۔ ص۔

[2] س۔ اگریل۔ صورت اور کام کا طریقہ، اے۔ کشیدیر۔ پولستانی افعال کی صورتوں کے بارے میں علم کا مقالہ، اے۔ کشیدیر۔ ترکی فعل اور سلاو افعال کی صورت، د۔ پورتسیگر۔ زمانۂ حال کی ہند یوروپین بناوٹ کے کام کے طریقوں کے بارے میں، ک۔ نیتے بیرگ۔ دونوں صورتوں اور صرف ایک صورت میں پائے جانے والے کام کے طریقے۔ مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل" ماسکو، ۱۹۶۲ء، صفحات ۳۶، ۴۱-۵۰، ۹۵-۸، ۶، ۵۰۱، ۱۰۰، ۱۴۰، ۳۸۲-۲۸۸۔

[3] م۔ تیلیگودا۔ آج کل کی روسی زبان میں نا تمام صورت کے ان افعال کے سوال کے لیے جن کی تمام صورت نہیں ہوتی ہے۔ مقالے کا خاکہ۔ صفحات ۲، ۳، ۱۴، ۱۵۔

اُردو زبان کی مثال سے یہ خیال درست ثابت ہوتا ہے کیونکہ کام کے تسلسل کا طریقہ صرت ناتمام کام کے معنوں پر چھا جاتا ہے۔

یہ مقالہ پہلا ایسا مقالہ ہے جو اُردو کے زمانہ اور صورت کے بارے میں خاص طور پر لکھا گیا ہے۔ اس مقالے میں درج شدہ افعال کے ۵۲ صیغوں میں سے مندرجۂ ذیل ۱۸، صیغوں کا جائزہ پہلی بار تفصیل سے لیا جارہا ہے :

۱۔ طویل صورت کا حال (وہ پڑھتا (چلا) آتا ہے)
۲۔ طویل صورت کا حال استمراری (وہ پڑھتا (چلا) آرہا ہے)
۳۔ طویل صورت کا ماضی (وہ پڑھتا (چلا) آتا تھا)
۴۔ طویل صورت کا ماضی استمراری (وہ پڑھتا (چلا) آرہا تھا)
۵۔ طویل صورت کا ماضی تمام (وہ پڑھتا رہا)
۶۔ طویل صورت کا حال تمام (وہ پڑھتا رہا ہے اور وہ پڑھتا (چلا) آیا ہے)
۷۔ طویل صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ پڑھتا رہا تھا اور وہ پڑھتا (چلا) آیا تھا)
۸۔ ترقی پذیر صورت کا حال استمراری (وہ پڑھتا (چلا) جارہا ہے)
۹۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری (وہ پڑھتا (چلا) جارہا تھا)
۱۰۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام (وہ پڑھتا (چلا) گیا)
۱۱۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام (وہ پڑھا کیا)
۱۲۔ طویل صورت کا مستقبل (وہ پڑھتا رہے گا)
۱۳۔ ترقی پذیر صورت کا مستقبل (وہ پڑھتا (چلا) جائے گا)
۱۴۔ وقفہ پذیر صورت کا مستقبل (وہ پڑھا کرے گا)
۱۵۔ استقلالی صورت کا حال (وہ پڑھے (چلا) جاتا ہے)
۱۶۔ استقلالی صورت کا حال استمراری (وہ پڑھے (چلا) جارہا ہے)
۱۷۔ استقلالی صورت کا ماضی (وہ پڑھے (چلا) جاتا تھا)
۱۸۔ استقلالی صورت کا ماضی استمراری (وہ پڑھے (چلا) جارہا تھا)

اس مقالے میں ۱۰ "غیر معیاری" صیغے بھی زیر بحث ہیں۔ وہ یہ :

۱۔ حال استمراری معمولی (وہ کررہا ہوتا ہے)

۲۔ ماضی استمراری معمولی (وہ کر رہا ہوتا تھا)
۳۔ حال فاعلی معمولی (وہ کرتا ہوتا ہے)
۴۔ ماضی فاعلی معمولی (وہ کرتا ہوتا تھا)
۵۔ استقلالی صورت کا ماضی تمام (وہ کیے (چلا) گیا)
۶۔ استقلالی صورت کا مستقبل (وہ کیے (چلا) جائے گا)
۷۔ ترقی پذیر صورت کا حال تمام (وہ کرتا (چلا) گیا ہے)
۸۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کرتا (چلا) گیا تھا۔)
۹۔ وقفہ پذیر صورت کا حال تمام (وہ کیا کیا ہے)
۱۰۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کیا کیا تھا)

اُردو افعال کے بہت سے ایسے صیغے ہیں جن کا استعمال پہلی نظر میں ایک ہی طرح ہوتا ہے۔ ہر صیغہ بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکثر موقعوں پر صیغے کے اہم صرفی معنی معلوم کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔ ایک ہی صیغے کو مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔ صیغوں کے استعمال کے متعلق بھی سب قواعد نویسوں میں اتفاق رائے نہیں ہے۔

اُردو کے صرف میں افعال کے صیغوں کو مرکزی جگہ حاصل ہے اس لیے اُردو کا مُطالعہ کرتے وقت اس مسئلے پر خاص توجہ دینی چاہیئے۔

ہمارے ملک میں شروع شروع میں اُردو اور ہندی قواعد سے متعلق جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کی علمی حیثیت بلند نہ ہونے کے باوجود ان کی بڑی عملی افادیت تھی ان کی فہرست میں دیگرنیتسکی، گل فیر دینگ، یگیلو، بارانیکوف، ایس جیب دنا، دت وغیرہ کی کتابوں کو شمار کیا جا سکتا ہے[1] ان قواعد نویسوں میں اکادمیشن بارانیکوف کا مقام سب سے بلند ہے۔ انھوں نے اُردو اور ہندی قواعد کے کچھ مسائل پر جو مضامین لکھے

---

[1] ا۔ دیگرنیتسکی۔ ہندوستانی یا اُردو کی قواعد، ا۔ گل فیر دینگ۔ ہندوستانی (اردو) قواعد، ای یگیلو۔ ہندوستانی (اردو) زبان کی عملی قواعد، ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (اُردو) کی مختصر قواعد (پہلا حصہ)، ایس جیب دنا ہندوستانی سیکھنے کی کتاب، دت۔ ہندوستانی (اُردو) زبان کی درسی کتاب۔

ہیں ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ لسانیات کے عام مسائل[1] حل کرنے میں ہندوستانی زبانوں کے مُطالعے کو کتنا اہم مقام حاصل ہے۔

بارانیکوف کے انتھک کام کا ان کے بہت سے شاگردوں پر اثر پڑا ہے۔ ہندوستانیات کے سوویت ماہر اشی نیروت داویددوا، دیمشتس، کیتینینا، لیپیردفسکی، چیرنیشیف اردو اور ہندی قواعد کے الگ الگ موضوعات پر وہ مواد جمع کر رہے ہیں جو اُردو اور ہندی افعال کی خصوصیات سمجھنے میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

اگرچہ صیغے کی خصوصیت متعین کرنے میں جملہ مدد دیتا ہے تاہم اس کی اپنی بُنیادی علامتیں ہوتی ہیں۔ بعض قواعد نویسوں نے ان بنیادی علامتوں کو ترک کر کے کبھی کبھی خارجی عناصر یعنی جملے کے دیگر الفاظ کو اہمیت دی ہے۔ اس بنیاد پر اس مقالے میں ڈاکٹر عبدالحق اور کامتا پرساد گرو کے کچھ خیالات پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ مثلاً طویل صورت کے ماضی تمام کے صیغے (وہ کرتا رہا) کے بیان میں ڈاکٹر عبدالحق نے اس کی بنیادی خصوصیت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ان کی یہ رائے تھی کہ اس صیغے سے ظاہر کیے ہوئے کام کی نسبت ماضی استمراری کے صیغے کی طرح (وہ کر رہا تھا) کسی خاص زمانۂ گزشتہ سے کی جاتی ہے اور اس میں اور ماضی استمراری میں محض وقت کی طوالت کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے یعنی طویل صورت کا ماضی تمام اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا مقصود ہو یا جب اس کے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جائے مثلاً وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا مگر کچھ حاصل نہ کیا۔[2]

طویل صورت کے ماضی تمام سے جو کام ظاہر ہوتا ہے وہ ماضی استمراری سے بتائے ہوئے کام کے مقابلے میں زیادہ طویل المدت تو ہوتا ہی ہے مگر ان دونوں کاموں کی نوعیت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ماضی استمراری سے کام کا ماضی کے کسی محدود عرصے میں واقع ہونا نہیں معلوم ہوتا جب کہ طویل صورت کے ماضی تمام سے یہ

---

[1] ہندوستانی میں تکرار الفاظ۔ ہندوستانی کے مرکب افعال اور ان کے مترادف روسی الفاظ۔ نئی ہندوستانی زبانوں میں ہم معنی الفاظ کی تکرار۔

[2] ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحہ ۲۶۳۔

معلوم ہوتا ہے کہ کام کا تسلسل ایک خاص عرصے تک رہتا ہے۔ اس عرصے میں کام شروع سے لے کر آخر تک جاری رہتا ہے مگر اس سے کام کی تکمیل کا احساس نہیں ہوتا چونکہ ماضی استمراری ایسے الگ کام کو ظاہر کرتا ہے جو ماضی میں جاری تھا اس لیے اس میں کام کے وقت کی طوالت نظر انداز کی جاتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ طویل صورت کے ماضی تمام کا صیغہ اس وقت بھی استعمال ہوتا ہے "۔۔۔ جب اس کے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جائے، مثلاً "وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا مگر کچھ حاصل نہ کیا" تو یہ بھی صیغے کی خصوصیت متعین کرنے کا کوئی صحیح طریقہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسے موقع پر اور صیغے بھی استعمال ہو سکتے ہیں مثلاً اس نے ایک مدت تک کالج میں تعلیم حاصل کی مگر بیوقوف ہی رہا یا وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھا کیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

وقفہ پذیر صورت کے ماضی تمام کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ یہ صورت "۔۔۔ بعض اوقات ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جب کہ دو ایسے فعل متواتر جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے: میں کہا کیا اور وہ سُنا کیا، "[1]

ایسے موقع پر بھی صرف یہی ایک صیغہ نہیں بلکہ اور صیغے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً "میں کہتا رہا اور وہ سنتا رہا" یا "میں کہہ رہا تھا اور وہ سُن رہا تھا"۔ دراصل بات یہ ہے کہ وقفہ پذیر صورت کے ماضی تمام سے کام کا کسی عرصے کے اندر وقفے کے ساتھ واقع ہونا بتایا جاتا ہے۔

حال تمام کو ڈاکٹر عبدالحق اور کامتا پرساد گرو نے بھی حال کے تحت رکھا ہے[2]۔ کیوں؟ شاید اس لیے کہ اس کے اجزائے ترکیبی میں "ہونا" کا حال کا مفرد صیغہ شامل ہے۔ کامتا پرساد گرو کی رائے میں اس صیغے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام حال میں پورا ہوا ہے۔

---

[1] مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحہ۔ ۲۶۴۔

[2] مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ صفحہ ۲۶۲۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کوئی کام حال میں ختم نہیں ہو سکتا ہے اور جو کام ختم ہو چکا ہے اس کا شمار ماضی میں ہی کیا جائے گا۔

در حقیقت یہ ماضی تمام کا ایک صیغہ ہے اور اس میں زمانہ تمام کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے اسے زمانہ تمام ہی کے تحت لکھا گیا ہے۔

ماضی تمام کی خصوصیت کامتا پرساد گرو نے اس طرح متعین کی ہے:

> ''सामान्य भूतकाल की क्रिया से जाना जाता है कि व्यापार बोलने वा लिखने के पहले हुआ, जैसे, पानी गिरा, गाड़ी आई, चिट्ठी भेजी गई।''***

ہر کام جو تمام ہو گیا ہے وہ بولنے یا لکھنے سے پہلے ضرور عمل میں آ چکا ہوتا ہے۔

عبدالحق کی رائے میں حال معمولی سے عادت بھی ظاہر ہوتی ہے[۲] جب کہ اس قسم کے معنی عام طور پر فعل کے کسی صیغے سے نہیں بلکہ جملے کے سیاق و سباق سے نکلتے ہیں۔

مولانا کی تصنیف شدہ قواعد اُردو میں کچھ کمی کا احساس ہوتا ہے۔ ایک ہی صیغے کی تین زمانوں میں الگ الگ خصوصیت بتائی گئی ہے۔ مثلاً ماضی استراری کا صیغہ (ان کا ماضی نا تمام) یہ بتاتا ہے کہ "کسی خاص زمانہ گزشتہ میں کام جاری تھا"[۳] حال نا تمام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کام جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا جیسے وہ آ رہا ہے۔ وہ کھا رہا ہے۔۔۔"[۴]

"کام جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا" سے بات واضح نہیں ہوتی۔ یہ معنی حال کے تمام صیغوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

کامتا پرساد گرو کا بھی اس صیغے کے بارے میں یہی خیال تھا:

> ''अपूर्ण वर्तमान काल से ज्ञात होता है कि वर्तमान काल में व्यापार हो रहा है; जैसे, गाड़ी आ रही है. . . .'' ****

कामताप्रसाद गुरू, हिन्दी व्याकरण, पृ. २६१।

कामताप्रसाद गुरू, हिन्दी व्याकरण, पृ. २६२।***

[۲] قواعد اُردو۔ صفحہ ۲۶۱۔ [۳] قواعد اُردو۔ صفحہ ۲۶۳۔ [۴] قواعد اُردو۔ صفحہ ۱۳۶۔

कामताप्रसाद गुरू, हिन्दी व्याकरण, पृ. 261। ****

ڈاکٹر عبدالحق نے افعال کے صیغوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے افعال کے صیغوں کا پورا نقشہ نہیں تھا۔ قواعد اُردو کے صفحہ ۱۳۱ پر طویل صورت کے مستقبل کے ساتھ وقفہ پذیر اور ترقی پذیر صورت کے مستقبل کے صیغے نہیں آتے۔ "زمانہ" کی بحث میں طویل، وقفہ پذیر اور ترقی پذیر صورت کے صیغے نہیں ملتے ہیں۔ "افعال مرکب" کی بحث میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

تاہم ان معمولی خامیوں کے باوجود اس بات کو ماننا ہوگا کہ قواعد کی ہندوستانی کتابوں میں [1] ڈاکٹر عبدالحق کی "قواعد اُردو" ہی سب سے اچھی اور مفصل کتاب ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور قواعد اُردو کا ذکر کرنا ضروری ہے یہ ہے مرزا نثار علی بیگ صاحب کے مضامین کی تالیف جو ایک سو پچیس سال پرانے ہوتے ہوئے بھی اپنی علمی حیثیت بخوبی رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۸۶۰ء۔ ۱۸۶۲ء)

۱۹۸۴ء میں ولادیمیر لیپروفسکی کی "ہندی میں افعال" نام کی کتاب شائع ہوئی ہے جس میں افعال کی بناوٹ، طور اور اس کی خبری، امری، اختیاری، احتمالی اور شرطی صورتیں دی گئی ہیں۔ صیغوں میں کام کے واقع ہونے کے طور طریقوں کا اظہار، امدادی افعال کے لفظی معنوں کی خصوصیت کا پایا جانا۔ کام کا کچھ وقت تک ہوتے رہنا دکھانا یہ سب سوال تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں مگر مندرجہ بالا کتاب اور ہمارا یہ مُطالعہ ان معنوں میں مختلف ہیں کہ ہمارے فرائض زیادہ محدود ہیں جس سے ہر فعل، ہر صیغے اور افعال کے ہر مرکب کا استعمال زیادہ تفصیل سے دیا جاسکتا ہے۔ ہم نے مرکب افعال کی فہرست مرتب کی ہے کیونکہ بناوٹ کے لحاظ سے دو اجزار کا مرکب نہ صرف مرکب فعل بلکہ مرکب صیغہ اور دو افعال کا مستقل مرکب بھی ہوسکتا ہے۔

---

[1] T. Pahwa, The Modern Hindustani Scholar or the Pucca Munshi; M.C. Saihgal, Saihgal's Hindustani Grammar; S.R. Sastri and B. Apte, Hindi Grammar, S.N. Sharma, Hindi Grammar and Translation.

انگریزی قواعد نویسوں کی ان کتابوں میں جن میں اُردو اور ہندی افعال کے صیغوں کی بحث ہوتی ہے کیلوگ، پلاتس اور سکول برگ کی کتابیں زیادہ دلچسپ معلوم ہوتی ہیں[1]۔ ان مُصنفین نے تقابلی لسانیات کا مواد بھی زیر توجہ رکھا ہے۔ وہ اُردو اور ہندی کے علمی مطالعے سے دلچسپی لیتے تھے اس لیے انھوں نے انگریزی زبان کے انداز پر اُردو اور ہندی صیغوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

اس مقالے کے لکھنے میں قواعد کی جن کتابوں سے کچھ استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں دی گئی ہے۔

میرے اس کام میں ہندوستانی لسانیات کے سوویت ماہرین (ڈاکٹر دمشیتس، ڈاکٹر التسی نیروت، ڈاکٹر دادیدودا، ڈاکٹر چیرنشوف وغیرہ) کی جانفشانی اور رہنمائی کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے۔

افعال کے بہت سے صیغوں کی خصوصیت سمجھنے میں زبان دانوں کی مدد کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔

دلّی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کے اُستاد عتیق احمد صدیقی نے میرے کام میں دلچسپی لی اور وہ ہمیشہ مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے اس کے لیے میں ان کی بے حد مشکور ہوں۔

اُردو کے نامور ماہر لسانیات جناب پروفیسر مسعود حسین خان نے میرے موضوع سے متعلق پیچیدہ مسائل حل کرنے کی زحمت گوارا کی جس کی وجہ سے مجھے اُردو قواعد سے متعلق تمام کتابوں کا تنقیدی نظر سے مُطالعہ کرنے میں بہت بڑی مدد ملی۔

اُردو زبان کی قواعد اب تک تفصیل، تجزیے اور موازنے کے ساتھ نہیں لکھی گئی ہے۔ اُردو ہند و پاکستان کی بڑی زبانوں میں سے ہے۔ اس کی مفصل اور مکمل قواعد

---

[1] S.H. Kellogg, A Grammar of the Hindi Language; J.T. Platts, A Grammar of the Hindustani or Urdu Language; H.C. Scholberg, Concise Grammar of the Hindi Language.

کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جارہی ہے اور اگر اس کام کو ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے ماہر لسانیات مل کر قواعد نویسی کے نئے رجحانات کے مطابق پورا کریں تو اچھا ہوگا۔

قواعد زبان کی دولت کے پیش نظر مرتب کیے جاتے ہیں لیکن وہ نہ صرف جو کچھ زبان میں ہے بتاتے ہیں بلکہ درست اور غلط چیزوں میں فرق ظاہر کرتے ہیں اور زبان دانوں کو بھی صحیح زبان سکھاتے ہیں۔ ان کے جاننے سے زبان زیادہ صاف ہو جاتی ہے اور زیادہ روانی کے ساتھ ترقی کرتی ہے۔

مجھے نئے راستوں پر چلنا تھا اس لیے میری دشواریاں بھی بہت زیادہ تھیں مگر کام کرتے وقت مجھے صرف اس خیال سے اطمینان تھا کہ جو کام کر رہی ہوں وہ ان عوام سے متعلق ہے جو مجھے عزیز ہیں۔

میں چاہتی ہوں کہ ہمارے سوویت یونین، ہندوستان اور پاکستان کے درمیان دوستانہ تعلقات اتنے گہرے ہوجائیں کہ علمی کام کرنے والے ایک دوسرے کے ملک میں آسانی سے آجا سکیں اور انسانیت کی بھلائی اور عام خوشحالی کے لیے مل کر کام کرسکیں۔

سونیاچرنیکووا

پہلا باب

قابلیتِ فعل اور ضرورت ظاہر کرنے والی ساختیں ؛

(۱) اصل فعل کے مادّے کے ساتھ کی ترکیبیں :

مادہ + لینا وغیرہ ، مادہ + چکنا ، مادہ + سکنا ، مادہ + پانا۔

(۲) مصدر کے ساتھ کی ترکیبیں

الف۔ اصل فعل کے مصدر اور پانا ، دینا ، لگنا کی ترکیبیں۔

ب۔ اصل فعل کے مصدر اور ہونا ، پڑنا افعال اور چاہیے ، ضرور ، ضروری الفاظ کی ترکیبیں۔

اُردو اور ہندی میں کچھ ساختیں ایسی ہیں جو دو افعال پر مشتمل ہیں۔ اس طرح کی ہر ایک ترکیب صرف مرکب فعل سمجھنا اس لیے غلط ہے کہ دو افعال کا امتزاج مرکب صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور افعال کی الوٹ ملاوٹ بھی۔ صرف وہ علم ہے جس سے بنانا ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے یا دو الفاظ سے معلوم ہوتا ہو مفرد اور مرکب صیغہ بنانے کا طریقہ بھی صرف ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

اُردو اور ہندی میں دو افعال کے تین امتزاج وہ ہیں جو ایک فعل کے مادے کے آخر دوسرا فعل ملا کر بنتے ہیں۔

rekhta

۱۔ اصل فعل کے مادے کے آخر میں "ڈالنا"، "دینا"، "لینا"، "جانا" وغیرہ کے بڑھانے سے بن جاتے ہیں جیسے کرڈالنا، کردینا۔ اُردو قواعد کی ایک قابل ذکر کتاب میں ان کو تاکیدی فعل کہا گیا ہے (مرزا نثار علی بیگ۔ قواعد اُردو، ص۹۸)

۲۔ اختتامی فعل چکنا

اختتامی فعل چکنا سے فعل کا تمام ہوجانا پایا جاتا ہے اصل فعل کے مادے کے آخر میں "چکنا" کے صیغے زیادہ کرنے سے جو ساخت بنتی ہے اس سے فعل کا خود اختتام زیر توجہ رکھنے کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں۔

۳۔ اصل فعل کے مادے کے آخر "سکنا" اور "پانا" کے صیغے بڑھانے سے قابلیت فعل کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں۔

۱۔ اصل فعل کے مادے کے ساتھ بعض دوسرے فعل کے آجانے سے فعل کے معنوں میں تھوڑا بہت تغیر ہوجاتا ہے۔ اوپری طور پر دیکھیں تو یہ تغیر لفظی ہوتا ہے اور امدادی فعل کے معنوں سے پیدا ہوتا ہے۔ لینا کی مدد سے جو امتزاج بنتے ہیں ان میں فاعل کا فائدہ یا جانبداری ظاہر ہوتی ہے جیسے رکھ لینا، ہولینا، دو افعال کے اس طرح ملنے کے طریقے اور وہ معنی جو اس سے پیدا ہوتے ہیں قواعد کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مرکب افعال کے الگ مطالعہ بھی ہیں[۱؎]۔

ڈاکٹر کاشیناتھ سنہا نے "ہندی میں سنیوکت کریائیں" نام کی اپنی کتاب میں مرکب افعال میں لفظوں کا ایک دوسرے سے باہمی تعلق بخوبی ظاہر کیا ہے:

-"संयुक्त क्रिया में एक पहले आनेवाली क्रिया के बाद प्रायः वही क्रियाएं आ सकती हैं जो व्यावहारिक जीवन में भी कार्यरूप में एक दूसरे के साथ सम्बंद्ध होती है। जैसे यदि कोई व्यक्ति कही से निकलता है, तो वह 'निकलने' के कार्य के तुरन्त बाद कहीं 'आने'

[۱؎] डा. काशीनाथ सिंह: हिन्दी में संयुक्त क्रियाएँ

ڈاکٹر ییپردنسکی۔ ہندی میں افعال۔ صفحات ۱۴۹۔۔۱۸۶۔

'जाने' या 'भागने' की ही क्रिया कर सकता है। 'अर्थात' 'आना' 'जाना' या भागना ही ऐसी क्रियाएँ हैं जिनका 'निकलना क्रिया से नित्य का सम्बन्ध है। इसीलिए 'निकल' के साथ 'मारना' 'चढ़ना' 'बैठना' 'लेना' 'पहुँचना' आदि क्रियाएँ नहीं आतीं, क्योंकि इन क्रियाओं से 'निकलना' का बड़ी दूरी का सम्बन्ध है। यदि 'निकल चढ़ना' या 'निकल मारना' क्रियाएँ बनायी जायेंगी तो ये किसी भी स्थिति में, संयुक्त नहीं कही जा सकतीं। दो क्रियाएँ ही कही जाएँगी। इसी तरह मिटने' की क्रिया 'मरने' के बाद ही संभव है इसलिए 'मर मिटना' क्रिया बनती है। प्राय: लोग 'जलने' 'डूबने' और 'दबने' से मरते हैं, इसीलिए 'जल मरना' 'डूब मरना' और दब मरना' क्रियाएँ बनती हैं। इसलिए संयुक्त क्रिया के स्वरूप की समस्या सहयोगी क्रियाओं तक नहीं, उनके पारस्परिक सम्बन्ध और प्रयोग – क्रम तक सीमित मानना चाहिए''।

(हिन्दी में संयुक्त क्रियाएँ, पृ. 59 – 60)

۱۔ امدادی افعال کے آجانے سے اصل فعل کے معنوں میں جو تغیر ہو جاتا ہے اس کے متعلق ڈاکٹر لیپیروفسکی نے لکھا ہے:

"پھینکنا کے لفظی معنوں میں فاعل اور مفعول کے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا مفہوم چھپا ہے۔ اسی پر زور زیادہ کرنے کے لیے اس کے مادے کے ساتھ دینا آجاتا ہے (پھینک دینا)۔۔۔

"گرنا" اور "پڑنا" کی ملاوٹ (گر پڑنا) میں نیچے جانے کی حرکت زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔۔۔

"رو دینا" میں "دینا" سے رونے کے کام کا آغاز پایا جاتا ہے۔۔۔

"پڑنا" کی مدد سے جو "چلا پڑنا" بنتا ہے اس میں "چلانا" فعل کے یکایک ہو جانے کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔۔۔"[1]

"کہہ ڈالنا" میں "کہنا" فعل کے لیے بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی ہیں۔۔۔"

---

[1] ڈاکٹر لیپیروفسکی۔ ہندی میں افعال۔ صفحات ۱۶۹-۱۸۶۔

امدادی افعال کی تعداد سے ڈاکٹر لیپیرد فسکی نے "پانا" فعل نکالا ہے کیونکہ وہ قابلیت فعل کے خاص معنی ظاہر کرتا ہے۔ ہم۔ ڈاکٹر لیپیرد فسکی کی اس رائے سے بالکل متفق ہیں[1]

دو افعال کے درمیان جو لفظی تعلق ہوتا ہے اس کی بدولت ایک نیا لفظ نہیں بنتا۔ مثال کے طور پر "چل بسنا" کے معنی مرنے کے نہیں بلکہ مرجانے کے ہیں۔ قواعد کی کتابوں میں اب تک اس بات پر توجہ نہیں دی گئی ہے کہ امدادی فعل کے اپنی لفظی معنی کسی حد تک کھو جاتے ہیں اور دو افعال کے اس مرکب میں ایک نئے صرفی معنی وجود میں آتے ہیں یعنی حاصل کیا ہوا نتیجہ۔ مندرجہ بالا دو افعال کوئی بھی ہوں ان کے ملے جلے لفظی معنوں سے نتیجہ پر زور ظاہر ہوتا ہے۔ لینا، دینا، ڈالنا، رکھنا آنا، جانا، پڑنا، نکلنا، اٹھنا، بیٹھنا، رہنا وغیرہ امدادی افعال ہیں اور ساتھ ساتھ وہ صرفی اجزا بھی ہیں جن سے صیغے بنتے ہیں۔ ان میں سے کچھ فعل اکثر اور کچھ فعل کبھی کبھی بطور امدادی فعل کے آتے ہیں۔ لینا، دینا، ڈالنا، رکھنا، جانا، پڑنا کا استعمال زیادہ پایا جاتا ہے۔ افعال کے امتزاج پر غور کرکے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سادہ فعل کام کو دیکھ کے فاعل کا کردار ظاہر کرتا ہے اور دو افعال کا مرکب حاصل کیا ہوا نتیجہ زیر توجہ رکھتا ہے۔ امدادی لفظ کے ملانے سے وہ نتائج بیان کیے جاتے ہیں جو کام کے ہو جانے کے بعد وجود میں آتے ہیں۔ فعل متعدی کے سادہ آنے سے فاعل کو کام کی روشنی میں دکھایا جاتا ہے جیسے:

"لوگو! میں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا جو میری دنیا میں آگ لگادی۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۳۶۶)

"بگاڑا تھا" کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے کچھ بگڑنے میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔

"اور یہ سب کچھ اس بیوی کے لیے ہو رہا ہے جس کو آپ ہی نے دق میں مبتلا کرکے مارا ہے۔" (شوکت تھانوی۔ سپنے ص ۵)

"مارا ہے" سے فاعل کی نوعیت سامنے آتی ہے۔

---

[1] ہندی میں افعال ص ۱۸۱۔

"میں تم سے پوچھتا ہوں۔ میں نے کسی کو کیا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا کسی کی جائداد ہضم کی ہے۔ کسی کا خون کیا ہے"؟

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۱۹۱)

"پہنچایا ہے"، "ہضم کی ہے" اور "کیا ہے" سادہ افعال کے صیغوں سے فاعل کی شخصیت معلوم ہو جاتی ہے۔

متعدی فعل کے ساتھ بعض دوسرے فعل کے آجانے سے مفعول یعنی نتیجہ کی خبر اہم ہو جاتی ہے۔ جیسے:

"اماں کے زیور مل جائیں گے تو ان کا ہار تمہیں دے دوں گا"۔

(پریم چند۔ بدنصیب ماں۔ ص ۴۳)

"مل جائیں گے" کے معنی "زیور ہوں گے" کے ہیں۔ "دے دوں گا" سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تمہارے پاس ہار ہو گا۔

"اگر میرے روپے نہ دو گے تو مارتے مارتے مار ہی ڈالوں گا"۔

(میرامن۔ باغ و بہار۔ ص ۱۲۷)

"مار ہی ڈالوں گا" سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ زندہ نہ بچو گے۔

لازم افعال کے سادہ آنے سے خود فاعل زیر توجہ ہوتا ہے۔ دو افعال کی ترکیب سے فاعل کی حالت کی خبر دی جاتی ہے۔

"کامتا۔ نا بھیا۔ میں اس کام کے قریب نہ جاؤں گا"۔

(پریم چند۔ بدنصیب ماں۔ ص ۴۳)

"نہ جاؤں گا" کے یہ معنی ہیں کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ وہ برا کام کروں۔

"ابھی دین و مال کا ذکر نہ کرو ورنہ تاڑ جائیں گی۔ گہنے اپنے پاس آجائیں تو صاف صاف کہہ دو۔ تب کیا کریں گی"۔

(پریم چند۔ بدنصب ماں۔ ص ۴۳)

"تاڑ جائیں گی" سے یہ معلوم ہوتا ہے اسے عقل آئے گی۔

یاد رہے کہ "تاڑنا" فعل کے اپنے لفظی معنی کچھ ایسے ہیں کہ وہ سادہ کبھی استعمال نہیں ہوتا۔ "آجائیں" کے معنی ہیں "ہمارے ہاتھ میں ہوں"۔ فعل ناقص ہو تو سادہ

کے استعمال سے کام کی حقیقت سامنے آتی ہے اور بس۔ اس کے مادے کے آخر جانا، آنا، رہنا وغیرہ کے صیغے زیادہ کرنے سے کیے ہوئے کام کا اثر ثابت کردیا جاتا ہے۔ جیسے:

"ایک روز جوکھو کنوئیں سے لوٹا تو اندھیرا ہوگیا تھا۔"

(پریم چند۔ مالکن۔ ص ۹۹)

"اندھیرا ہوگیا تھا" کے معنی "اندھیرا تھا" یا "اندھیرا چھایا ہوا تھا" کے ہیں۔ اندھیرا ہوا تھا (ماضی قبل ماضی) کا استعمال یہاں نہیں ہو سکتا کیونکہ اندھیرا ہی دکھانا مقصود ہے۔

نتیجہ پر زور دینے کے یہ معنی ہوئے کہ تاکیدی افعال صرف تمام کیے ہوئے کام کا اظہار کرتے ہیں۔ حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغوں میں تاکیدی افعال تب آتے ہیں جب کام کا بار بار عمل میں آنا دکھایا جاتا ہے اور جب کام کے دہرانے کے ساتھ ساتھ ہر بار نتیجہ بھی ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے:

"پہلے سب دودھ گھر میں خرچ ہوجاتا تھا اب بکنے لگا۔"

(پریم چند۔ مالکن۔ ص ۹۹)

"خرچ ہوجاتا تھا" کے معنی "کچھ دُودھ باقی نہیں رہتا" کے ہیں۔

وقفہ پذیر صورت کے صیغوں میں بھی تاکیدی افعال کا ہر بار نتیجہ کے ساتھ تمام ہوجانا پایا جاتا ہے۔ جیسے:

"لیکن مصیبت میں آدمی کسی نہ کسی طرح گذارا کرلیا کرتا ہے۔"

(منٹو۔ موذیل۔ ص ۱۱۷)

"نہیں تو اپنی اماں جان کا زیور آپ کو اتار کے لادیا کرتا تھا۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۱۵۴)

"خیر اگر جیتے رہے تو کبھی نہ کبھی خیر و عافیت سُن ہی لیا کریں گے۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۱۰۶)

اُردو میں کام اور حالت کا بیان الگ طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے: "میں پٹے ہوں" اور "میں نے پیا ہے" کے معنی یہ ہیں کہ جو کام ہوا اس کا فاعل کوئی نہیں

بلکہ میں ہی ہوں (فاعل)"۔ "میں پیے ہوئے ہوں" اور "میں نے پی لیا ہے" کے معنی یہ ہیں کہ شراب پینے کا اثر کام کرنے والے یعنی مجھ تک رہا ہے۔ میں مستی میں ہوں۔ (حالت)۔ "کپڑا پھٹ گیا ہے" اور "کپڑا پھٹا ہوا ہے" کے یہ معنی ہیں کہ کپڑا نہیں ہے (حالت)۔ "کپڑا پھٹا ہے"۔ حال تمام کا صیغہ نہیں بلکہ حالیہ تمام اور ہونا کے صیغے کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے معنی پھٹے کپڑے کے ہیں۔ حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے بناتے وقت پھٹنے کے کام میں جان ڈالنے کے لیے اس کا مادہ "جانا" کے صیغے کے ساتھ جوڑنا ضروری ہوگا یعنی "کپڑا پھٹ گیا ہے" اور "کپڑا پھٹ گیا تھا"۔

کسی کام میں فاعل کا ایک خاص رول دکھانے کے لیے سادہ فعل یا مفرد حالیہ تمام اور 'ہونا' کا مجموعہ آتا ہے۔ فاعل کی حالت پر روشنی ڈالنے کے لیے تاکیدی فعل یا مرکب حالیہ تمام اور 'ہونا' کا مجموعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر امدادی افعال کو صرف اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے کہ اصل فعل کے معنوں میں ان سے کیا اضافہ ہوتا ہے تو اصل فعل اور امدادی فعل کی ترکیب مرکب فعل سمجھنا ٹھیک ہی ہوتا۔ گر امدادی افعال اصل فعل کے معنوں میں چھوٹے اختلافات لانے کے ساتھ ساتھ کام کے نتیجہ پر توجہ دلاتے ہیں جو تمام زمانوں، صورتوں اور اطوار میں ان کے استعمال سے بچا رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ تاکیدی افعال صرف کے تحت مرکب افعال یا نتیجہ والی صورت کے مرکب صیغے ہوتے ہیں۔

تاکیدی افعال اپنے معنوی اعتبار سے مرکب الفاظ (الفاظ کی بناوٹ) اور نتیجہ والی صورت کے اعتبار سے صیغے (مرکب صیغوں کی بناوٹ) ہوتے ہیں۔

تاکیدی افعال کی مندرجہ بالا ساختیں ابھی نہ مرکب افعال ہیں اور نہ نتیجہ والی صورت کے صیغے۔ نتیجہ والی صورت میں ان کو پوری طرح شامل کرنا اس لیے مشکل ہے کہ ان سب کے بنانے میں ایک نہیں بلکہ بہت سے امدادی افعال آتے ہیں اور ہر اصل فعل کے لیے کوئی نہ کوئی امدادی فعل سوچ سمجھ کر چننا پڑتا ہے کیونکہ اس کے اپنے لفظی معنی اصل فعل کے معنوں سے مل جاتے ہیں۔ غور سے دیکھنے

پر معلوم ہوجاتا ہے کہ مندرجہ بالا ساختیں دراصل آدھے صیغے ہیں ان کو ابھی غیر امتزاجی صیغے کہنا یا تاکیدی انفعال کا نام دینا زیادہ اہمیت اس لیے نہیں رکھتا کہ ان کے بننے کا کام ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔

اختتامی فعل، چکنا، یا تکمیل فعل کی اہمیت ظاہر کرنے والی ساختیں

"چکنا" ے جو کہ ہمیشہ اصل فعل کے مادّے کے بعد استعمال ہوتا ہے کام کے اختتام کو زیر توجہ رکھا جاتا ہے۔ کچھ ماہرین لسانیات کے نزدیک 'چکنا' "اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے" (مولوی عبدالحق۔ اُردو قواعد صفحہ۱۵۴) "اختتام فعل" کے ساتھ "کامل طور پر" کا اضافہ کچھ معنی اس لیے نہیں رکھتا ہے کہ فعل کا اختتام نامکمل طور پر خود صیغے سے کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔

جہاں تک صرف تکمیل فعل کے اظہار کا تعلق ہے تو وہ ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی، مستقبل مطلق (یا مستقبل تمام)، مستقبل تمام (یا مستقبل قبل مستقبل) کے صیغوں سے بخوبی کیا جاتا ہے مثلاً اس نے بنایا۔ اس نے بنایا ہے۔ اس نے بنایا تھا۔ وہ بنائے گا۔ اس نے بنایا ہوگا۔ "تاکیدی انفعال" میں بھی کام کے تمام ہوجانے سے تعلق ہوتا ہے لیکن ان میں خود تکمیل فعل نہیں بلکہ اس کا نتیجہ زیر توجہ رہتا ہے جیسے اس نے بنادیا۔ اس نے بنادیا ہے۔ اس نے بنا دیا تھا۔ وہ بنا دے گا۔ اس نے بنا دیا ہوگا۔ بنایا اور بنا چکا۔ بنایا ہے اور بنا چکا ہے۔ بنایا تھا اور بنا چکا تھا۔ بنائے گا اور بنا چکے گا۔ بنایا ہوگا اور بنا چکا ہوگا میں جو فرق ہے وہ بھی کام کی تکمیل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہمارا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہوگا کہ "چکنا" کی مدد سے ظاہر ہوئے کام کی تکمیل کسی دوسرے کام یا کسی خاص وقت سے منسوب پائی جاتی ہے۔ کرچکا جیسے نمونے اصل فعل کے لفظی معنوں اور چکنا کے صرفی معنوں کا مرکب ہیں۔ مرکب فعل بھی دو اجزا کے معنوں کا امتزاج ہوتا ہے مگر اس میں امدادی فعل وہ صرفی معنی نہیں دیتا ہے جو "چکنا" دیتا ہے یعنی فعل کا خود اختتام زیر توجہ رکھنے کے معنی۔ "چکنا" کی مدد سے بنے نمونوں کو آدھا مرکب صیغہ اور آدھا مرکب فعل ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ یہ مرکب ابھی ساخت ہے۔

"چکنا" کا اصل فعل کے ساتھ جو استعمال ہے وہ مندرجہ ذیل صورتوں سے بخوبی عیاں ہے:

۱۔ مصدر کے صیغوں میں

"دوسری بات یہ ہے کہ اب یہ اپنی مقررہ سطح تک بلند ہو چکنے کے بعد نہایت ہموار پرواز کر رہا ہے۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص ۲۵۶)

"میں۔ ۔ ۔ ۔ محترمہ تیغ صاحبہ کی بھی ممنون ہوں کہ جو اس ضعیفی میں ہر مشاعرہ کی شرکت عرصۂ دراز سے ترک کر چکنے کے باوجود ہماری دعوت کو رد نہ کر سکیں۔"

(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص ۶۰)

۲۔ ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں۔ ماضی تمام۔

ماضی تمام کے صیغوں میں "چکنا" کے شامل ہونے سے تکمیل کام زیر توجہ ہو جاتی ہے اور بس:

الف۔ کام کا اختتام کسی خاص وقت کے لیے محض ایک امر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے،

"وہ بولیں کہ میں اپنی قسمت پر شاکر ہوں جو ذلت ہونا تھی ہو چکی اور میں ہرگز اس قطامہ سے معافی نہ مانگوں گی۔"

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص ۸۷)

"میرا عقد بھی آپ سے ہو چکا۔ غصہ کو تھوکیے اور صاف صاف بات چیت کیجئے۔" (عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص ۳۹۔)

"نظام نے کہا۔ اب بنا چکے اور ہم سب بیوقوف بن چکے۔ اب اللہ اس قصہ کو ختم کر دیجئے۔" (شوکت تھانوی۔ خانم خان۔ ص ۱۹۱)

ب۔ ایک کام کا اختتام کسی دوسرے کام سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ یہ صورت عام طور پر مرکب جملوں میں آتی ہے:

"دونوں نہا چکیں تو شہزادی پاشا۔ ۔ ۔ مسکرا کر بولیں۔ ۔ ۔"

(واجدہ تبسم۔ اُترن۔ ص ۲۳۵)

جب سب سلیقے سے بیٹھ گئے اور اسکوائش کا دور ہو چکا تو فاروقی نے خود ہی

اصل مبحث کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ ۔ ۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۸۹)

•ہاں جب میں بیٹی کہہ چکا تو مجھ کو تم سے یہی توقع ہونی چاہیے۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر ص۷)

•جتنا روپیہ اس کے پیٹ میں جھونک چکے اس سے تو اب کئی گاؤں مول لے لیتے۔" (پریم چند۔ پنچایت۔ ص۵)

پ۔ کام کی وہ آنے والی تکمیل جو لازم نہیں ہے:

•اگر آپ کا آسامیوں کے ساتھ یہی برتاؤ رہا تو پھر میں زمینداری کر چکا۔"

(پریم چند۔ پچھتاوا۔ ص۱۹)

•بی بی آپ بھی جائیے اور ضلو میاں بھی ورنہ مجھ سے کھانا پک چکا۔"

(عصمت چغتائی۔ بھول بھلیاں۔ ص۲)

حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں جن سے اکثر تمام کام کسی مقررہ وقت سے وابستہ ہوتا ہے۔ "چکنا" کے آنے سے صرف خود اختتام کام پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

حال تمام

•مگر متمدن ممالک ڈھلتی ہوئی عمر کی شادیوں کے قائل ہو چکے ہیں۔"

(شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۵۲)

•کئی بار مجھ سے اس کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۵۳)

"سب تیار ہو چکے ہیں۔ سامان بندھ چکا ہے۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۹۹)

"ہزار مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ اللہ رکھے میرے منگیتر کو۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحہ ۱۴۸)

ماضی قبل ماضی

•ایک اور بزرگ یاد آرہے ہیں جو شادیاں کرنے کے عادی سے ہو گئے تھے حالانکہ پوتی پوتا والے ہو چکے تھے۔

(شوکت تھانوی۔ جوکر۔ صفحہ ۵۲)

"زرعی ماہر حیران رہ گئے کہ واقعہ کیا ہے۔ وہ اس علاقے کی نبض دیکھ کر یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ اس زمین پر اگر سخت محنت کی جائے تو اس میں نشوونما کی پوری صلاحیت موجود ہے۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۵۸)

"بی اماں بے شک بہت جی چکی تھیں۔ بتایا کرتی تھیں کہ۔ ۔ ۔"

(انتظار حسین۔ بستی۔ صفحہ ۳۰)

۳۔ حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغوں میں جن سے محض اختتام کام کی کثرت پائی جاتی ہے۔ یہ صورت مندرجہ ذیل جملوں میں پیدا ہوتی ہے:

"جب رام چندر جی بھوجن کر چکے تھے تو کووں کا راجہ آکے ان کا جوٹھا کھاتا تھا۔" (انتظار حسین۔ بستی۔ ص۲۹)

"جب میں گا چکتی تھی تو ستار کی وہ کوئی گت چھیڑ دیتی تھیں۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۵۴)

"جب دنیاوی کاروبار سے فراغت ہو چکتی ہے جب یقین ہو جاتا ہے کہ اب کوئی کام نہیں رہا۔ ۔ ۔ یہ اوقات ہی بتا رہے ہیں کہ انتظار انسان کے لیے ایک طبعی حالت ہے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ص۲۷)

"تم ہی انصاف کرو کہ جس وقت ان سب چیزوں کا ساتھ چھوٹا ہوگا کیا گذری ہوگی؛ بس ایسی گذری کہ روتے ہیں اور کبھی نہیں رو چکتے۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۷۱)

"اور یہی وجہ ہے کہ اُس وقت بی بی کی غمناک صورت نگاہ اٹھا اُٹھا کے دیکھتے ہیں اور نہیں دیکھ چکتے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۷۰)

"مگر اصل یوں ہے کہ وہ حیرت قیامت کی ہوتی ہے جب دل بیتاب میں لاکھوں تمناؤں کا ہجوم ہوتا ہے اور کسی طرح یہ فیصلہ نہیں ہو چکتا ہے کہ کس کی آرزو کریں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ص۵۶)

"جب آخر تک دیکھ چکتے ہیں تو پھر سرے سے اُلٹنا شروع کر دیتے ہیں۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ص۸۶)

۴۔ ان مرکب ساختوں میں جہاں حالیہ تمام اصل فعل کے مادہ اور "چکنا"

سے بنا ہے اور اس کے ساتھ "ہونا" کے حال معمولی یا ماضی معمولی کا صیغہ آئے۔ مثال ذیل سے تکمیل فعل کی کثرت کے ساتھ ساتھ یہ مزید تاکید ہے کہ اختتام کام کا ہر بار کسی مقررہ وقت سے بھی تعلق رہتا ہے۔

"لیکن دوسرے دن دودھ کا راتب ملنے سے پہلے دونوں شیر و شکر ہو چکی ہوتی ہیں۔" (اقبال متین۔ کینٹل کالونی۔ ص۲۰)

اس جملے سے ظاہر ہے کہ ہر بار دونوں کی دوستی اس وقت تک تھی جب تک دودھ نہ ملتا تھا۔

۵۔ مستقبل مطلق اور مستقبل تمام کے صیغوں میں۔

مستقبل مطلق

"مگر مجھ کو اسی علاقے میں اُس وقت حاصل کر سکے گا جب تیرا کھیت لہلہا چکے گا اور تو اپنے اس کھیت کی پہلی فصل کاٹ چکے گا۔"

(شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۹۱)

"اور مرد راجسٹ بیگموں کو اس وقت ہوش آئے گا جب مردوں کا پورا قبضہ ہو چکے گا اور نازکستان مردستان بن چکے گا۔"

(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ صفحات ۱۵۳،۱۵۲)

"ممی جلدی دیکھئے ان کو نہیں تو پڑھ چکیں گے نماز۔"

(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۴۲)

مستقبل تمام

"وہ زور سے چیخے گی اور اس کا زن مُرید شوہر اس کو چُپ کرانے کے لیے منت کرے گا اور بستر پر لاش سرد پڑ چکی ہوگی۔ اسے کچھ بھی خبر نہ ہوگی۔"

(شوکت صدیقی۔ خدا کی بستی۔ ص۵۲۹)

"جب وہ قید تنہائی کی لمبی مدت کے بعد باہر نکلیں گے تو ان کے بال سفید ہوں گے اور وہ بوڑھے ہو چکے ہوں گے۔"

(قرۃ العین حیدر۔ ہاؤسنگ سوسائٹی۔ صفحہ ۳۰۹)

۶۔ امریہ صورت کے صیغوں میں جن سے حکم یا درخواست سمجھی جائے، جیسے:

"اب خدا کے لیے اٹھ چکو۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۳۶)

"کشو تیار ہو چکو۔" (عصمت چغتائی۔ جنازے۔ ص۸۲)

"مگر جلدی پڑھ چکنا۔" (ادیب اور کتاب کا نام ٹھیک سے یاد نہیں)

۷۔ اختیاری صورت کے مفرد اور مرکب صیغوں میں،

"میں اسی لیے ہوں کہ انسان کی مدد کروں مگر اس وقت جب وہ اپنی قوت سے پورا کام لے چکے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ اول۔ صفحات ۱۱۰، ۱۱۱)

"مگر ارجمند چاہتا تھا کہ اس کی رخصت ختم ہونے سے پہلے یہ نقشہ کسی طرح آجائے تاکہ اصل کام جلد سے جلد شروع ہو چکے۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحات ۱۸۱، ۱۸۲)

"اس قطع سے تو شاید کل تک بھی پانی نہ پی چکیں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۸۷)

"اور شادی بس اُس وقت کی جائے جب پنشن مل چکی ہو۔"

(شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۵۳)

"میں نے ان کو یقین دلایا کہ حضرت ناراض انسان اس سے ہوتا ہے جس سے راضی رہ چکا ہو کبھی۔" (شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۴۸)

۸۔ احتمال کے معنوں میں:

"محمد حسین سے آپ سب کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ اب یہ بھی آپ میں سے ایک ہیں۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۱۵۷)

"رشید صاحب کو تو رفیق اور صالح اب تک گرفتار بھی کر چکے ہوں گے۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحہ ۳۶۲)

"پولیس بچے کے ماں باپ کا پتہ بھی نہ لگا سکی۔ مُصیبت کے مارے بلوے کی نذر ہو چکے ہوں گے۔" (عصمت چغتائی۔ میرا بچہ۔ ص۱۲۴)

۹۔ شرطی صورت کے مفرد اور مرکب صیغوں میں:

"بلکہ اگر یہ تقریبات کا تسلسل شروع نہ ہو جاتا تو شاید میں کامیاب بھی ہو چکتا۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحہ ۴۲۷)

"اگر اس قسم کا ایک بھی سمجھدار آدمی وحیدہ کے ساتھ ہوتا تو وہ کب کا اس خزانہ پر قابض ہو چکا ہوتا۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص ۲۳۶)

صاحب۔ میں آپ سے اگر کبھی یہ کہہ چکی ہوتی کہ آپ میرے دوست ہیں تو آج بے شک آپ دشمنی کا شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوتے۔"

(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ صفحہ ۴۹)

"اور وہ ماں! اگر کسی تہذیب یافتہ ملک میں ہوتی تو نہ جانے کتنے تمغے اور میڈل مل چکے ہوتے۔ (عصمت چغتائی۔ سفر میں۔ ص ۵۹)

"اصل یہ ہے کہ خزاعی کو لڑائی کا تجربہ نہیں ورنہ اب تک آپ کی آزادی کا خاتمہ کر چکا ہوتا۔" (شرر۔ لعبت چین۔ صفحہ ۸۰)

قابلیت فعل ظاہر کرنے والی ساختیں

اصل فعل کے مادے کے بعد سکنا یا پانا کے بڑھانے سے بن جاتی ہیں۔ اصل فعل کے مصدر کے ساتھ پانا کے آجانے سے بھی امکان کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ کر سکنا، کر پانا، کرنے پانا کے باہمی تعلق کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان سب میں یہ پایا جاتا ہے کہ متکلم نہ صرف ہونے والے کام کی خبر دیتا ہے۔ بلکہ اپنی رائے کا بھی اظہار کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اصل فعل کے مادے کے ساتھ، سکنا، کے آجانے سے یہ معنی پیدا ہو جاتے ہیں کہ فعل کا کرنا فاعل کے اختیار میں ہے۔

اختیاری فعل، سکنا، کی مدد سے بنی ساختیں

"سکنا" کا استعمال مندرجہ ذیل صورتوں میں پایا جاتا ہے:

۱۔ جسمانی قابلیت کے ہونے یا نہ ہونے کے معنوں کا اظہار۔

"جتنا کھا سکتا ہوں، کھاتا ہوں۔ جتنی پی سکتا ہوں، پیتا ہوں۔"

(منٹو۔ خوشبودار تیل۔ ص ۳۶)

جیل سے نکال کے یہاں تک لائے جانے ہی میں میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ روشنی اور دھوپ کی تیزی سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ نہ مجھے کچھ سجھائی دیتا ہے اور نہ

اب کھلی فضا میں چل سکتا ہوں۔ (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ دوم۔ ص۲۹)

"آنکھوں میں روشنی تو کاہے کو رہی ہوگی وہ میری بلائیں لے گی۔ اور گلے سے لگائے گی مگر افسوس صورت تو نہ دیکھ سکے گی۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ اول ص۲۸)

قابلیت فعل کے نہ ہونے کے معنی 'پانا' سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جدید اہل ہند میں سب سے پہلے اس مضمون پر ہندی کے ماہر لسانیات کرل S. Kurl نے قلم اٹھایا۔ کرل Kurl صاحب نے Semantax of Hindi Verbs, کی اپنی کتاب میں اصل فعل کے ساتھ 'پانا' اور 'سکنا' کے آنے کی تحقیق پر تھوڑی بہت توجہ دی۔ انھوں نے مثالیں دے کر دکھایا ہے کہ نفی کی کچھ صورتوں میں اصل فعل کے ساتھ 'سکنا' اور 'پانا' دونوں استعمال ہوسکتے ہیں۔

"اب ماں سے اتنے کپڑے نہیں دھل سکتے۔" (صفحہ ۵۷)

"اب ماں سے اتنے کپڑے نہیں دھل پاتے۔" (صفحہ ۵۹)

صاحب موصوف نے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جملے میں 'مشکل سے' جیسے لفظ کے آنے سے اصل فعل کا مادہ صرف 'پانا' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے: "اب تو چل پھر بھی وہ مشکل سے ہی پاتے ہیں۔" (صفحہ ۵۹)

یہاں 'مشکل سے' 'آسانی سے' بدل دیا جائے تو بطور امدادی فعل کے 'سکنا' ہی آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "اب تو چل پھر بھی وہ آسانی سے ہی پاتے ہیں۔" ایسا جملہ غلط ہے۔

یہ بات ٹھیک ہی تو ہے مگر مندرجہ ذیل قسم کی مثال جو کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے کیا ہے؟

"جانتا تھا کہ گھر میں رہنے کی جگہ مشکل سے نکل سکے گی۔"

(علی عباس حسینی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ صفحہ ۳۷)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کرل صاحب کا یہ قاعدہ صرف کثرت کے ساتھ ہونے والے کام کے لیے صحیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب نفی کے ساتھ 'پانا' اور 'سکنا' دونوں کا استعمال ہوجاتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ دونوں کا

مطلب بھی ایک جیسا ہے۔

'پانا' کے نفی کے ساتھ آنے سے قابلیت کی کمی ظاہر ہوتی ہے۔ جو کام کوشش کرنے پر بھی بار بار نہ ہوسکا ہو یا ہر بار مشکل سے ہو پایا ہو وہ فاعل کی بے بسی کی دلالت کرتا ہے۔

اس صورت میں 'سکنا' کے نفی کے ساتھ آنے سے ناقابلیت فعل کی وجہ اس طرح بتائی نہیں جاتی ہے۔

۲۔ روحانی قابلیت فعل کے ہونے اور نہ ہونے کے معنوں کا اظہار۔

"مگر ان کے چہروں پر سے مسکراہٹ بالکل غائب نہ ہوئی تھی وہ اب بھی ہنس سکتے تھے اور ہنستے تھے۔" (خواجہ احمد عباس۔ لال اور پیلا۔ صفحہ ۱۰۸)

"مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ تم یہاں بیٹھے بیٹھے بدل گئے ہو۔

'کیسے؟'

'ایسے کہ اب تم لڑکی سے باتیں کر سکتے ہو اور رات گئے ہوٹل میں اس کے ساتھ چائے پی سکتے ہو۔'" (انتظار حسین۔ بستی۔ ص ۱۰۲)

"تیرے ڈوب مرنے سے میرا کیا فائدہ ہوگا۔ نہ وہ اپنی عادت چھوڑ سکتے ہیں اور نہ میں اپنی عادت چھوڑ سکتی ہوں۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ صفحہ ۱۳۴)

"آپ مجھے معاف کریں۔ میں یہ خدمت نہ بجا لاسکوں گا۔ میں اپنے اصول کے خلاف سمجھتا ہوں۔" (پریم چند۔ قہر خدا کا۔ صفحہ ۷۷)

"وہ سومترا کو مار نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا ہے کہ اس کی صورت نہ دیکھے۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ صفحہ ۱۱۵)

"اگر مارے خوف کے نہ پہچان سکی ہو تو اب اچھی طرح پہچان لو۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۷۹)

"مگر غلام حضور کو چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔" (شرر۔ رومتہ الکبریٰ۔ ص ۲۲۱)

"اور جن سے ضبط نہ ہوسکا جہاں پناہ کی نظر سے اوجھل ہوکر رومال کے آنسو پونچھنے لگے۔" (شرر۔ مینا بازار۔ صفحہ ۱۵۵)

"یہ مجھ سے نہیں گوارا ہوسکتا کہ خاندانِ مغلیہ کی ایک معزز شہزادی اپنے نامور

عزیزوں کے ہوتے تن تنہا میدانِ کارزار میں قدم رکھے۔"

(شرر۔ فردوس بریں۔ صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷)

• "نہیں نہیں، یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۳۱۱)

• "تھوک ہے نامردو! تم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔"

(شرر۔ دربار حرامپور۔ نمبر ۲۔ صفحہ ۵۴)

'پانا' کا استعمال یہاں اس لیے نہیں ہو سکتا کہ انفرادی طبیعت کا ذکر ہے یا یوں کہا جائے کہ اس صورت میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فلاں کام فاعل کی فطرت کے خلاف ہے۔

۲۔ مالی یا سماجی حالت کی وجہ سے قابلیت یا ناقابلیتِ فعل کے معنوں کا اظہار:

"تندرستی اگر ہے تو صرف پیسے میں ہے۔ پیسہ ہو تو آدمی آب و ہوا خرید سکتا ہے یعنی کراچی کو چھوڑ کر راولپنڈی میں آباد ہو سکتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں رہ سکتا ہے۔ بھینسیں خرید سکتا ہے، خالص دودھ پی سکتا ہے۔ خالص گھی کھا سکتا ہے۔ مرغی کا سوپ پی سکتا ہے۔ شوربہ پی سکتا ہے۔ انڈے کھا سکتا ہے، ہارلکس اور اوولٹین پی سکتا ہے۔ جب چاہے وٹامن کی گولیاں پھانک سکتا ہے، روٹی کے بعد فروٹ کھا سکتا ہے۔ بیمار ہو تو فوراً علاج کروا کر فوراً تندرست ہو سکتا ہے۔"

(ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ صفحہ ۱۰۸)

• "میں سو شادیاں کر سکتا ہوں۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ صفحہ ۱۱۶)

یہ صورت نفی کے ساتھ بھی آتی ہے:

• "سومترا تلملا اٹھی اس ضرب کا وہ اتنا ہی سخت جواب نہ دے سکتی تھی۔ وہ یہ نہ کہہ سکتی تھی کہ میں بھی ہزار شادیاں کر سکتی ہوں۔"

(پریم چند۔ بیوہ۔ صفحہ ۱۱۶)

• "جب آپ مکان، دوکان دینے کا وعدہ پورا نہ کر سکتے تھے تو آپ کو وعدہ کرنا ہی نہیں چاہئے تھا۔"

(ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ صفحہ ۴۷)

"اتنا تیل جلانے سے فائدہ؟ آٹھ آنے کے تیل میں کام نہ چل سکتا تھا؟"
(پریم چند۔ قہر خدا کا۔ صفحہ۴)

۶۔ اجازت لینے اور دینے کے معنوں میں؛

"آپ کا نام جان سکتا ہوں۔" (مہندر ناتھ۔ ایک زخم اور سہی۔ صفحہ ۱۹۹)
"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔" (منٹو۔ بغیر اجازت۔ صفحہ ۳۳)
"تم یہاں آرام سے سو سکتے ہو۔" (نور شاہ۔ آشیاں، صفحہ ۲۲۸)

ڈاکٹر کرُل Kurl نے اپنی کتاب Semantax of Hindi Verbs, میں اجازت کے معنی رکھنے والی تمام صورتوں کی تفصیلی فہرست دی ہے۔

"کیا میں بھی جا سکتا ہوں؟ کیا ہم کھیل سکتے ہیں؟ بابوجی! ہم لے چلیں آپ کا سامان؟ کیا وہ پڑھ سکتا ہے؟ کیا اب وے کھیل سکتے ہیں؟ وہ جائے؟۔ وے جائیں؟" (صفحہ ۵۶)۔ "آپ میرے پاس چار بجے تک آسکتے ہیں۔ اب نوکر سبزی لینے جا سکتا ہے۔ جب تک میں نہ کہوں وے نہیں لکھ سکتے۔" (صفحہ ۵۵)

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ کی "اُردو گرامر" میں "سکنا" کی خصوصیت قوت ظاہر کرنے میں بتائی گئی ہے یعنی کسی فعل کو انجام دینے کی سکت۔ "رو سکنا" کے معنی رونے کا امکان ہیں۔ (صفحہ ۲۰۱)

سکنا جن معنوں میں پایا جاتا ہے وہ قابلیت فعل کے ہونے یا نہ ہونے کے معنی ہیں؛ "سکنا" میں یہی معنی ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور روسی ماہر لسانیات پیبردفسکی نے پائے ہیں[1]۔ دوسرے جدید سوویت ماہر لسانیات دیم شتس نے "لکھ سکنا" کے معنی لکھنا جاننا کے برابر بتائے ہیں[2] "مجھے لکھنا آتا ہے"، "میں لکھنا جانتا ہوں" اور "میں لکھ سکتا ہوں" کے معنی ایک سے نہیں ہیں۔ لکھنا جاننا کے باوجود بھی یہ ضروری نہیں کہ آدمی ہمیشہ لکھ سکتا ہو۔

---

[1] مولوی عبدالحق۔ اُردو قواعد۔ صفحہ ۱۲۲۔
ڈاکٹر پیبردفسکی۔ ہندی میں افعال (روسی زبان میں)، صفحہ ۱۴۔

[2] ڈاکٹر دیم شتس۔ ہندی قواعد۔ حصۂ اول۔ صفحہ ۱۵۴۔

فاعل کو کسی فعل کا کرنا جب آتا ہو تو اردو میں اس کا اظہار یوں ہوتا ہے:

"وہ کام تو کہتی ہے جو آتا نہیں مجھ کو" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ صفحہ ۱۱۷)

• مگر عابد حسین باتیں کرنا جانتے ہی نہ تھے" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ صفحہ ۳۱)

• یہ تو حقیقت ہے کہ تمہیں کسی بات کا سلیقہ نہیں۔ کھانا پکانا نہیں جانتیں۔ سینا پرونا تمہیں نہیں آتا۔ گھر کی صفائی بھی تو اچھی طرح نہیں کر سکتیں"

(منٹو۔ میرے افسانے۔ صفحہ ۸)

یہاں ، صفائی بھی تم اچھی طرح نہیں کر سکتیں ، کے یہ معنی نہیں ہیں کہ فاعل کو صفائی کرنا نہیں آتی ہے۔ اس طرح کہنے کا یہ مطلب ہے کہ گھر میں صفائی نہ ہونے کی حقیقت کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ کہنے والے کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ حقیقت میں فاعل کو یہ کام آتا ہے یا نہیں۔ فاعل کی نااہلیت کی خبر دینا مقصود ہے۔

• تم بھی شطرنج کھیلنی جانتے ہو ؟" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۷۹)

• میں نے تو آج تک نماز نہیں پڑھی اور نہ مجھ کو نماز پڑھنی آتی ہے"

(نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۷۲)

طور مجہول میں ، پانا ، کا نہیں بلکہ ، سکنا ، کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسا:

• ہزار کی رقم ایک دم نکالی نہ جا سکے گی"

(شوکت تھانوی۔ خدا نخواستہ۔ صفحہ ۱۲۰)

• مگر جس وقت ہم لوگ زندہ موجود ہیں تم سی نازنین کو میدان جنگ میں قدم رکھنے کی زحمت نہیں دی جا سکتی" (شرر۔ فردوس بریں۔ صفحہ ۱۱۶)

مشتاق فعل ظاہر کرنے والی ساخت

(اصل فعل کے مادے اور پانا کا مرکب)

اصل فعل کے مادے کے ساتھ ، پانا ، کے استعمال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل فعل کے لیے پوری کوشش کرتا ہے۔ اس کے معنی آرزو کے کہے جا سکتے ہیں۔ اس صورت میں ، پانا ، وہ فعل ہے کہ جس میں آرزو کسی کام کے کرنے کی ہو۔

اصل فعل کے مادے اور ، پانا ، کا مرکب مندرجہ ذیل معنوں میں آتا ہے:

۱۔ فعل قبل فعل کے امکانی معنوں کا اظہار۔ اس صورت میں ایک مکمل کام بتایا جاتا ہے۔

۲۔ فعل کا ہونا ممکن نہیں

یہ صورت ایک الگ تمام اور ناتمام کام سے وابستہ ہے۔

۳۔ فعل کے ہونے کا امکان

اس حالت میں تکرار کے ساتھ ہونے والا کام بھی پایا جاتا ہے۔

امکان ہونے اور نہ ہونے کا ذکر جُدا جدا اس لیے کیا گیا کہ ان کا استعمال الگ الگ صورتوں میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ فعل قبل فعل کے امکانی معنوں کا اظہار

الف۔ کسی مقررہ وقت سے قبل فعل کا نہ ہو پانا۔ فعل قبل فعل کے معنی یہاں کسی ایک جملے سے نہیں بلکہ تحریر سے نکلتے ہیں۔ اس صورت میں، پانا، کی جگہ، سکنا، نہیں استعمال کیا جا سکتا ہے بنا نفی کے صورت میں، پانا، کے یہ معنی، چکنا، فعل سے ظاہر ہوتے ہیں۔

"اس نے اٹھ کر آسمان کی جانب دیکھا۔ ابھی کتنی رات باقی ہے؟ وہ سات ستارے جو قطب کی گرد گھومتے ہیں، ابھی اپنا نصف دورہ بھی ختم نہیں کر پائے تھے۔ جب وہ اوپر آجائیں گے تو کہیں سویرا ہوگا۔"

(پریم چند۔ پوس کی رات۔ صفحہ ۱۱۳)

"یہ تو دس برس کے بچے جن کے دودھ کے دانت ٹوٹ کر ابھی ٹھیک سے بھی نہیں نکل پائے ہیں۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۲۱۰)

ب۔ وہ مرکب جملے جن میں بیان، اس طرح ہو کہ ایک فعل کے شروع ہونے کا امکان ہوتے ہی دوسرا فعل شروع ہو جائے یا ایک فعل پوری طرح عمل میں نہ آ پایا ہو کہ دوسرا ہونے لگے۔

"حکیم صاحب اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ جہاں پناہ، حکیم صاحب کے اوپر پھٹ پڑے۔ بدتمیز، گستاخ۔"

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ صفحہ ۱۰۱)

"محمد حسین اتنی ہی بات کر پایا تھا کہ ڈاکٹر لطیفی موٹا سا سگار مُنہ میں لیے کمرے میں آموجود ہوئے۔" (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۱۸۷)

"ابھی ایک فرلانگ بھی نہ دوڑ پائے تھے کہ پھرر ر پھرر ر سیٹیاں بجنے لگیں۔"
(ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ ص۱۲۳)

"ہم لوگ ظفر سے تفصیلی گفتگو بھی نہ کر پائے کہ ان کا اندر سے بُلاوا آگیا۔ چنانچہ دونوں نوشاہ زنانے مکان میں چلے گئے۔" (شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۱۶۲)

نفی کے ساتھ اصل فعل کے مادے اور 'پانا' کا مرکب ماضی قبل ماضی اور ماضی تمام کے صیغوں میں آتا ہے۔ یہ بات اوپر دی ہوئی دو آخری مثالوں سے ثابت ہوتی ہے یعنی 'نہ دوڑ پائے تھے' اور 'نہ کر پائے' سے۔ پہلے جملے میں سیٹیاں بجنے تک فاعل راستے کا تھوڑا بہت حصہ طے کر چکا تھا۔ دوسرے جملے میں یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ جب ظفر کے لیے اندر سے بُلاوا آیا تو وہ بنا کچھ ٹھیک سے کہے سُنے چلا گیا۔

'نہ کر پائے' جیسا ماضی تمام کا صیغہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں ظاہر کیے ہوئے کام کے بعد دوسرا شروع ہوتا ہے اور بس۔

بعض اوقات 'کرنے پانا' بھی اسی صورت سے آتا ہے:

"یہیں تک لکھنے پائے تھے کہ دیوکی نے آکر بڑے شوق سے پوچھا 'کیا لکھا ہے امرت رانی نے'۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۴۷)

"چلیں تو بڑی بیگم کے پلنگ تک پہونچنے پائی تھیں کہ ہائے کی آواز آئی۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۵۱۶)

"جوانی سے جی بھر کے لطف نہیں اُٹھانے پائے تھے کہ رخصت ہوگئی۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ جلد دوم۔ ص۲)

"روزِ روشن نہ ہونے پایا تھا کہ سوار ہو کر اپنے کمرے پر چلی آئی۔"
(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۱۲)

"میں اس بات کا کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ بوا حسینی جلدی سے اُٹھ کے چل دی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۶۰)

اس استعمال میں ،کرپانا، اور ،کرنے پانا، میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ یہ کہ پہلی ترکیب میں کام کا رکنا خود فاعل کے اختیار میں بتایا جاتا ہے۔ دوسری میں کام کا رکنا کسی اور کی مرضی سے منسوب ہوتا ہے۔ منفی جملوں میں "نہ کرنے پایا تھا" اور "نہ کرنے پایا" دونوں صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ جو فرق "نہ کرپایا تھا" اور "نہ کرپایا" شکلوں کے درمیان کیا گیا وہی یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ "نہ کرنے پایا تھا" سے وہ نتیجہ دکھانا مقصود ہے جو اصل جملے کے فعل کے ہونے سے پہلے ہی عمل میں آچکا ہوتا ہے۔ "نہ کرنے پایا" کا اثر فاعل سے گزر کر اصل جملے کے فعل کے ہونے تک نہیں پہنچتا، جیسے:

"اچھی طرح راز دل بھی نہ کہنے پایا لیکن تم نے وہ گرما گرم فقرہ سنایا کہ دوسرے کی عقل سرد ہوجاتی۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد، جلد اوّل، ص۲۳۸)

۲۔ فعل کا ہونا ممکن نہیں۔

تحریر میں اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف۔ کسی کام کو کوشش کرکے بھی نہ کرسکنا۔ قابلیت فعل یہاں خود فاعل نہیں وابستہ ہے۔ نتیجہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

"روز قیامت تک دنیا شہید اعظم حسین ابن علیؓ کو نہ بھول پائے گی۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۷۷)

"کتنے عرصے سے بیمار ہیں، ڈاکٹروں نے دق تجویز کی ہے مگر ڈھنگ سے علاج بھی نہیں ہوپاتا۔" (رئیس احمد جعفری۔ جال۔ ص۱)

"دنیا کے کسی کونے میں تمہیں پناہ نہ مل پائے گی۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۹۳)

"مگر شیطان کی آنت نہ ہو کہ سویرے تک تمام ہی نہ ہوپائے۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد، جلد اول، ص۶۳۲)

"بھاگتے بھاگتے دم پھول گئے مگر غبار کو نہ پکڑ پائے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۲۴)

مندرجہ بالا مثالوں میں 'پانا' کی جگہ 'سکنا' استعمال ہوسکتا ہے مگر اس سے کام کے ہونے کی آرزو باقی نہیں رہ جاتی۔

اس حالت میں اصل فعل کا مادہ اور 'پانا' کا مرکب حال اور ماضی استمراری کے صیغوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اُردو میں یہ مثالیں کم ملتی ہیں۔ یہ استعمال جدید ہندی کی ایجاد معلوم ہوتا ہے۔

'' 'हुम्म' । मेरे मुंह से निकला। असल में मैं सोच नहीं पा रहा था कि बोलने से पहले किस शब्द को कहाँ से पकड़ूं?''(मणि मधुकर, कितना ईंधन–'हवा में अकेले', पृ. 58)।

''कुछ तय नही कर पा रहे हो?'' (कमलेश्वर, मोहन राकेश –'मेरा हमदम मेरा दोस्त', पृ. 8।

''बरामदा – दो तीन लोग वहाँ भी हैं, वे भी नहीं पहचानते। मैं ही किसी को कहाँ पहचान पा रहा हूँ' (कमलेश्वर, मोहन राकेश, – 'मेरा हमदम मेरा दोस्त', पृ. 16)।

''मन्नू को कहीं गहरी शिकायत है कि चार साल उसके साथ रहकर भी मैं सुधर नहीं पा रहा हूँ। राजेन्द्र यादव, मन्नू भण्डारी – 'मेरा हमदम मेरा दोस्त, पृ. 62)।

''राजेन्द्र बहुत ही उदास था, वह समझ नहीं पा रहा था कि मन्नू को क्या उत्तर दे। मैं भी उदास था – मुझे समझ नहीं आ रहा था कि मैं राजेन्द्र को क्या राय दूँ''

(मोहन राकेश, राजेन्द्र यादव – 'मेरा हमदम मेरा दोस्त, पृ. 26)।

اُردو میں اس کا مطلب دوسرے طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً 'سمجھ نہیں پارہا تھا' کے لیے 'سمجھ میں نہیں آرہا تھا'۔ ایک یہ صورت بھی ہوسکتی ہے:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بال کٹوانا کہاں کا فیشن ہے۔"

(منٹو۔ میرے افسانے۔ ص۵)

"تو تمہارا مطلب یہ ہے کہ کوئی تدبیر کارگر سمجھ میں نہیں آتی اور جو سمجھ میں آتی ہے وہ کارگر نہیں معلوم ہوتی۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۴۶)

ب۔ فعل کی ناکامیابی سے فاعل کی قابلیت، جانکاری، طاقت یا بہادری کی کمی کی دلالت ہوتی ہے۔

"ابھی اس بات میں شک کیا جاسکتا ہے کہ ہم نے تعلیم دینے کا بہترین طریقہ ایجاد کرپایا ہے یا نہیں۔" (میر اسد علی خاں۔ معاشرت۔ ص۷۰)

"صابرہ کو جب وہ کسی طور منا نہ پایا تو وہ اُداس اُداس وہاں سے چلا۔ یونہی اس کا رُخ زینے کی طرف ہوگیا۔" (انتظار حسین۔ بستی۔ ص۲۴)

"مگر وہ کسی طرح بھی حسینؓ کو اس ہنگامے سے وابستہ نہ کرپائے مگر وہ جانتے تھے کہ مدینہ کے لوگوں کی باغیانہ اسپرٹ ان ہی کے دم سے ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۶۶)

"رجنی کو گوپال نے صرف دیکھا تھا۔ کبھی اس سے بات بھی نہ کرپایا تھا۔ بس دور سے اس کی پوجا کی تھی۔" (احمد عباس۔ لال اور پیلا۔ ص۱۰۴)

"جب تک وہ لوگ فاقہ نہیں توڑیں گے کوئی کھانے کو ہاتھ نہ لگا پائے گا۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۳۱۱)

"وہ جانتی تھیں۔ امامؑ بغیر سہارے کے ذوالجناح پر سوار نہ ہوپائیں گے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۸۷)

"ان کے والد علی ابن طالب نہ جیت پائے تو ان کی کیا حقیقت ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۶۹)

"میاں ڈوب مرو جاکر۔ ایک چلو پانی کافی ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ ایک عورت سے ہاتھا پائی میں جیت نہ پائے۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۴۷۵)

مندرجہ بالا مثالوں میں 'پانا'، 'سکنا' سے تبدیل کریں تو اس سے فاعل کی ناقابلیت کا مفہوم پوشیدہ ہوجاتا ہے۔

۳۔ فعل کے ہونے کا امکان

الف۔ ایک وہ صورت ہے جس میں کام کا تکرار کے ساتھ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔ حال معمولی اور ماضی معمولی صیغوں کا استعمال کرنے کا رجحان ہندی میں زیادہ ہے۔

''खूबसूरत लड़कियाँ कम ही खूबसूरत कविता लिख पाती हैं''

(बलवन्त गार्गी, अमृता प्रीतम – 'मेरा हमदम मेरा दोस्त, पृ. 115)।

''अब तो चल–फिर भी वे मुश्किल से ही पाते हैं

(S. Kurl, Semantax of Hindi Verbs, 59)

''काम इतना ज्यादा है कि फुर्सत मुश्किल से मिल पाती है''।

(Dimshits, Hindi Vyakaraṇ, rusi kitab-1,161)

اگر مندرجہ بالا مثالوں سے 'کم ہی' اور 'مشکل سے' الفاظ نکالے جائیں یا ان کی جگہ 'اکثر' اور 'آسانی سے' آجائیں تو 'پانا' کا استعمال ممکن نہیں ہوگا۔

'پانا' کے یہ امکانی معنی ان مرکب جملوں میں بھی پائے جاتے ہیں جن کے حصّوں کے درمیان شرطی تعلق ہو۔

"گاڑی چل پڑتی تو گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگتا، وہ کچھ دور تک ہی بھاگ پاتا تھا پھر گاڑی تیز ہوجاتی، وہ ایک موڑ تک پہنچ کر رُک جاتا تھا۔"

(رام لعل۔ قبر۔ صفحہ ۱۲۳)

ب۔ ایک الگ کام کے لیے امکانی معنی اس تحریر میں پائے جاتے ہیں جہاں دو کاموں کے درمیان سبب کا تعلق ہو۔ اصل فعل کے ساتھ 'پانا' کے استعمال سے اصل فعل کے معنوں میں اتفاق کی جھلک آجاتی ہے۔

"لونڈے کا قلم بناؤں تب تو شیرینی کی تعریف لکھ پاؤں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۲۴۳)

"تم اس چھوکری پر کیوں ریجھے ہو، معلوم ہوتا ہے کہیں دیکھ پایا ہے اور کوئی ادا دل میں کھب گئی ہے۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص۹۸۱)

"غم کے پسند کرنے والوں نے کبھی کبھی ایسے سین دیکھ پائے ہیں جن کو زندگی بھر یاد کرکرکے رویا کرتے ہیں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ دوم۔ ص۷)

"حافظ جی نے سُن پایا تو نواب صاحب کے سامنے جاکر رونا روئے۔"

(شرر۔ دربارِ حرامپور، نمبر ۱، صفحہ ۴۲)

"حسن آرا۔ ہے ہے وہ سُن پائیں گی تو سپہر آرا کو اور بھی ڈرا دیں گی۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد، جلد سوم۔ صفحہ ۵۲۰)

یہ صورت نفی کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے، جیسے:

"جو سُنیں گے آجائیں گے۔ جو نہ سن پائیں گے نہیں آئیں گے۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۶)

"خود پر ایسی پابندیاں عائد کریں کہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ مل پائے۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۳۲)

پ۔ آرزو کے معنوں کا اظہار:

ان معنوں کے اظہار کے لیے شرطی اور اختیاری جملے بہتر ہوتے ہیں۔ شرط یا جزا کے فعل کے ساتھ اگر 'پانا' وہ کام ظاہر کرتا ہے۔ جو اس لیے مشتاق ہے کہ دوسرے کام کے یا فاعل کی دوسری حالت کے عمل میں آنے کا باعث ہوتا ہے۔

"کہیں یہ چور کو پکڑ پائے تو کچا ہی کھا جائے۔" (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ ص ۳۳)

"تمہیں دیکھ پائیں تو بے شک ریجھ جائیں۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص ۱۰۵۵)

"بڑھیا بولی کہ اگر ہمارے دن کچھ بھلے آتے تو حاتم کو کہیں ہم دیکھ پاتے۔"

(میر امّن۔ باغ و بہار۔ ص ۴۳)

"اور خاں صاحب دیکھ پاتے تو کیا حال ہوتا۔"

(شوکت تھانوی۔ خانم خاں۔ ص ۱۴۹)

"اور ایسا جی چاہتا ہے کہ اسے دیکھ پاتی تو اس کے پاؤں پر گر پڑتی۔"

(پریم چند۔ بے غرض محسن۔ ص ۱۸۳)

آرزو نہ ہونے کے معنوں کا اظہار۔

یہ صورت نفی کے ساتھ آتی ہے اور ضمیر غائب کے لیے ہوتی ہے۔ اختیاری جملوں میں آرزو نہ ہونے کے معنی تاکید کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے:

"اللہ کرے یہ اخبار والے نہ سُن پائیں کہ پھر اور خاکہ اُڑائیں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص ۶۰۳)

'پانا' فعل جب تنہا استعمال ہوتا ہے تو اس کے یہ دو معنی ہوتے ہیں:۔

۱۔ حاصل کرنے کے معنی

۲۔ دیکھنے کے معنی

حاصل کرنے کے معنی

• کیا تنخواہ پاتے ہیں ۔" (منٹو ۔ میرے افسانے ، ص۹)

• جتنے شاگرد انھوں نے پائے کسی استاد کو نصیب نہیں ہوئے ۔"
(محمد حسین آزاد ۔ آب حیات ، ص۳۹۵)

• "ابے روپیہ کیا تو نے پایا نہیں ۔" (سرشار ۔ فسانۂ آزاد ، جلد اول ۔ ص۲۸۸)

• "۔ ۔ ۔ اور جہاں سے جو کچھ پاتے ہیں لے آتے ہیں ۔"
(میر امن ۔ باغ و بہار ۔ ص۱۱۸)

• "بچپن میں ہم صرف تعلیم پایا کرتے ہیں ۔"
(شرر ۔ سفر نامۂ ہستی ، حصہ اول ، ص۱۰)

دیکھنے کے معنی

• افسوس لکھنؤ کو میں نے ایسی تباہ حالت میں پایا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"
(شرر ۔ سفر نامۂ ہستی ، حصہ دوم ، ص۳۵)

• "بڑے سورما بہادر اور جانبازوں کو بھی کبھی اس موقع پر پایا ہے تو بچوں کی طرح روتے ہی پایا ہے ۔" (شرر ۔ سفر نامۂ ہستی ، حصہ دوم ، ص۳)

• اگر جلد آؤ گی تو مجھے جیتا پاؤ گی ۔" (میر امن ۔ باغ و بہار ۔ ص۱۰۵)

حاصل کرنے کے معنوں میں 'پانا' ، 'کرنے پانا' ، کی شکلوں میں آتا ہے ، جیسے :

"آج مالکن بن کر رہوں اور کل لونڈی بن کر بھی رہنے نہ پاؤں ۔ کیوں ؟"
(پریم چند ۔ وفا کی دیوی ، ص۱۸)

دیکھنے کے معنی 'پانا' ، سے تب ظاہر ہوتے ہیں جب وہ قابلیت فعل بتاتا ہے ۔

"اور ان کے پیارے بیٹے ۔ یزید کو تخت و تاج نہ مل پائے گا ۔"
(عصمت چغتائی ۔ ایک قطرۂ خون ، ص۵)

'کرنے پانا' ، سے کرنے کے لیے موقع پانے کے معنی نکلتے ہیں اور 'کر پانا' ، سے گویا یہ مراد ہوتی ہے کہ کام کی تکمیل کے لیے پوری کوشش کی جائے تاکہ حاصل کیا ہوا نتیجہ دیکھا جا سکے ۔"

⁂ ⁂ ⁂

،سکنا، اور ،پانا، دونوں کا استعمال اس حالت میں کیا جاسکتا ہے جب فعل کا ہونا ممکن نہیں۔ مگر دونوں میں یہاں یہ فرق ہے کہ ،سکنا، میں فعل کی ناکامیابی فاعل کی ناکامیابی بتائی جاتی ہے جب کہ ،پانا، میں فعل کا نہ ہونا فاعل کی ناقابلیت یا بے بسی کے معنی رکھتا ہے۔

،پانا، میں فعل کے ہونے کا امکان ذیل کی صورتوں میں پایا جاتا ہے:

الف۔ کم ہی حاصل ہونے والی کامیابی کا اظہار کرنے میں۔ یہ وہ کامیابی ہے جو مشکل سے ملتی ہو اور غیر معمولی ہو۔

ب۔ ان مرکب جملوں میں جہاں دونوں اجزا کے درمیان سببی تعلقات ہوں۔ مادے کے ساتھ ،پانا، کے استعمال سے اصلی معنوں میں اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ یہ صورت نفی کے ساتھ بھی آتی ہے۔

پ۔ شرطی اور اختیاری جملوں میں شرط یا جزا کے فعل کے ساتھ آکر ،پانا، امکانی معنوں کے ساتھ ساتھ خواہش کے معنوں کا بھی اظہار کرتا ہے۔ یہ صورت نفی کے ساتھ بھی آتی ہے۔ غرض یہ کہ امکانی معنوں کی گِنی چُنی صورتوں میں فعل کا ختم ہوجانا فاعل کے لیے فتح کے معنی رکھتا ہے۔ یہ وہ کامیابی ہے جو یا تو کبھی کبھی ملتی ہے یا ایک بار اتفاقاً مل جاتی ہے۔ سکنا کے لیے ہم نے جو فعل اختیاری نام استعمال کیا وہ مرزا نثار علی بیگ صاحب کی قواعد اُردو سے لینا مناسب سمجھا۔ (حصۂ اوّل۔ ص۶۸) اس سلسلے میں ہمیں صاحب موصوف کا یہ قول نہیں بھولنا چاہیئے کہ " فعل اختیاری وہ ہے جس کا کرنا فاعل کے اختیار میں ہو۔ اگر امر مذکور کے آخر مصدر سکنا کے صیغہ بڑھانے سے فعل اختیاری بن جاتا ہے جیسے لکھ سکتا ہے، پڑھ سکتا ہے۔"

،سکنا، اور ،پانا، امدادی افعال میں یہ فرق ہے کہ ،سکنا، تنہا کبھی استعمال نہیں ہوتا ہے اور ،پانا، حاصل کرنے اور دیکھنے کے معنوں میں تنہا بھی آتا ہے۔ مگر اصل فعل کے مادے کے آخر ،پانا، کا صیغہ زیادہ کرنے سے جو معنی نکلتے ہیں وہ یہ ہیں کہ فاعل کو کسی فعل کا کرنا منظور ہے۔

قابلیت فعل کے معنی ،پانا، میں تب پائے جاتے ہیں جب وہ اصل فعل کے

مادے کے ساتھ بطور امدادی فعل کے آتا ہے۔

اصل فعل کے مادے اور ، سکنا ، کا مرکب جملے میں مصدر کی شکل میں بھی پایا جاتا ہے، جیسے :

• اور اتنے دنوں تک نہ پہنچ سکنے کا کوئی معقول عذر لے کر چلنا پڑے گا۔

جس طرح خبری ، اختیاری ، امری اور شرطی صورتوں کے صیغے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کام کا حقیقت سے کیا تعلق ہے۔ اسی طرح ، سکنا ، اور ، پانا ، افعال بھی اصل فعل کے کام کے تعلق کا تعین حقیقت سے قائم کرتے ہیں اور اسے امکانی صورت کے معنی دیتے ہیں۔

اصل فعل سے کام بتلایا جاتا ہے اور سکنا یا اصل فعل اور پانا کے مرکب کے صیغوں سے قابلیت فعل ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ اختیاری فعل اور مشتاق فعل کے معنی لفظی نہیں بلکہ صرفی ہیں اس لیے اصل فعل کے مادے اور سکنا یا پانا کا مجموعہ مرکب فعل نہیں ہے یہ آدھا مرکب فعل اور آدھا صیغہ ہے۔ اس ترکیب کو ساخت کا نام دینا ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

یہ ساختیں حال معمولی ، ماضی معمولی ، ماضی تمام ، حال تمام ، ماضی قبل ماضی اور مستقبل مطلق کے صیغوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا استعمال شرطی ، اختیاری اور احتمالی صورت کے صیغوں میں بھی ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ مجہول طور میں مادے کے ساتھ پانا کا نہیں بلکہ سکنا کا استعمال کیا جاتا ہے۔

بیان اصل فعل کے مصدر اور ،پانا، ،دینا، اور ،لگنا، کی ساختوں کا

اصل فعل کے مصدر اور ،پانا، کا مجموعہ

اصل فعل کے لیے کسی کی مرضی ہونے یا نہ ہونے کے معنوں میں پایا جاتا ہے مصدر کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل دیا جاتا ہے۔

استعمال کی صورتیں

۱۔ ان مرکب جملوں میں جن کے اجزا کے درمیان یہ تعلق ہو کہ ایک کام کرنے کے لیے ٹھیک سے موقع نہ ملا ہو کہ دوسرا ہونے لگا یا ایک کام اپنی تکمیل کی کسی منزل پر پہنچ کر دوسرے کام کے ہوجانے سے رُک جاتا ہے:

" ہم اپنا ناول یہیں تک لکھنے پائے تھے کہ۔ ۔ ۔ ۔ بیگم نے شانے کی طرف جھانک کر کہا۔ ۔ ۔ ۔" (شوکت تھانوی۔ خدا نخواستہ۔ صفحہ ۱۶۰)

" رزن خاں اپنے قبضے کو یہاں تک پہنچانے پائی تھیں کہ شہزادی صاحبہ مع دو تین خواصوں کے زور زور سے اور بڑی تیزی سے باتیں کرتی ہوئی اس طرح آئیں کہ فوراً معلوم ہوگیا کہ کوئی نہایت ہی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔"

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ صفحہ ۹۵)

" اتنا ہی کہنے پائی تھیں کہ ایک دم سے نواب صاحب گویا آن ہی پہنچے "

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ صفحہ ۱۲۴)

" اتنی باتیں ہونے پائی تھیں کہ ان دونوں کو کسی نے آواز دی۔"

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ صفحہ ۱۲۶)

" اور ریل خود ہم کو اس طرح لے کر بھاگتی ہے کہ ایک دلچسپ چیز پر نظر نہیں جمنے پائی تھی کہ غائب ہوگئی "

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ اول۔ صفحات ۹۳، ۹۴)

"ابھی پورے جوان بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ان کے والد مرحوم نے از راہِ دور اندیشی ان کی شادی کردی۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۳۲)

جب تابع جملے میں نفی لائی جاتی ہے تو 'نہ کرنے پانا' جیسی ترکیب ماضی قبل ماضی اور ماضی تمام دونوں صیغوں سے آتی ہے:

"وہاں جانے بھی نہ پائے کہ بیچ ہی میں کسی نے اُڑا لیا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۹۶۵)

"سالِ گزشتہ کی برف پوری نہیں گھلنے پائی کہ نئی تہ جمنا شروع ہوگئی۔"

(شرر۔ فردوسِ بریں۔ ص۹)

"اور ابھی اچھی طرح بدن میں سکت بھی نہیں آنے پائی کہ ہماری یہ شامت آئی کہ سرا کو چھوڑا۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۳۹۸)

اس آخری جملے میں 'سکت نہیں آنے پائی' سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام تمام نہ ہوکر رُک گیا اور بس۔ 'سکت نہیں آنے پائی' اور 'یہ شامت آئی' سے ظاہر کاموں کے درمیان اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا تعلق نہیں ہے کہ ایک کام کے بعد دوسرا آیا اور نہ یہ جب فاعل کی شامت آئی تو وہ کچھ تھکا ہوا تھا۔

ماضی تمام کا منفی صیغہ تابع جملے کا فعل اصل جملے کے فعل سے صرف بدل دیتا ہے۔

اگر اصل جملے کے فعل کے ہونے تک تابع جملے کے فعل کا نتیجہ موجود دکھانا مقصود ہو تو ماضی قبل ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے، جیسے:

"ابھی دلفگار کے حواس بجا نہ ہونے پائے تھے کہ چوبدار نے ملائمت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کوچۂ یار سے نکال دیا۔"

(پریم چند۔ دنیا کا انمول رتن۔ ص۲۶، ص۲۷)

یہاں یہ معنی ہیں کہ جب چوبدار نے اُسے کوچۂ یار سے نکال دیا تو اس کے حواس بجا نہ تھے۔

اس حالت میں اصل فعل کے مادے اور 'پانا' کا مرکب بھی پایا جاتا ہے۔

"کرپایا تھا" کے استعمال سے یہ احساس ہوتا ہے کہ فاعل کی کام کرنے کی آرزو ادھوری رہ گئی ہے اور "کرنے پایا تھا" میں کام کا رُک جانا فاعل کی دلچسپی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ کسی اور کی مرضی نہ ہونے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

۲۔ کام کا ہونا کسی خارجی وجہ یا کسی کی اجازت نہ ہونے سے ناممکن بتایا جاتا ہے، جیسے:

"لڑکی تو ان کی بھی کنواری نہیں رہنے پاتی جن کے گھروں میں کھانے کا ٹھکانا نہیں ہے۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص ۱۵)

"دوسرے دن معلوم ہوا کہ اس گاؤں کی رسم تھی کہ کل قوم میں چاہے کوئی مرے سب کے سب سر ضرور گھٹوائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس گاؤں میں سر پر بال آنے ہی نہیں پاتے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص ۱۴۵)

"وہ باتیں جو دل کو جلتے رہنے پر اس کے مُنہ سے نہ نکلنے پاتی تھیں، فرض اور رشک۔ جنھیں اندر ہی اندر دباتے تھے، وہ آنسو بن کر نکل جاتی تھیں۔"

(پریم چند۔ بیوہ۔ صفحہ ۱۶۰، ص ۱۶۱)

"ہائے مرتے وقت دو دو باتیں بھی نہ کرنے پائے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص ۳۴۲)

"وہ ابتدائی زمانہ جب نسل انسانی میں دنیاوی کاریگروں کا زیادہ رواج نہیں ہونے پایا تھا۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ح)

"دیر نہیں ہونے پائے گی اور اگر دیر ہو جائے گی تو گھر کا اِکّہ ہے میں آپ کو سواری پر بھجوا دوں گا۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص ۲۵)

"اچھا خلاصہ یہ کہ تم اس بنگلے میں نہیں رہنے پاؤ گی۔"

(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص ۱۲۱)

"آپ کے گروہ میں سے کوئی جانے نہ پائے گا۔"

(شرر۔ لعبت چین۔ ص ۱۴۹)

"جانے نہ پائے، جانے نہ پائے۔ چور، چور، چور۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۲۳۵)

"بوا حسینی نے اقرار کرلیا تھا کہ کوئی نہ آنے پائے گا۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۱۳)

"جب تک ابّا زندہ تھے ہم لوگ گھر کے باہر نہیں نکلنے پاتے تھے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اوّل۔ ص۱۶۵)

"اس وقت پچاس عورتوں سے کم نہ ہوں گی۔ سب ہنسی خوشی سے رہتی ہیں۔ کوئی مرد اندر نہیں جانے پاتا۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۱۴۹)

"ہم قید خانے میں بند تھے نہ کہیں آنے پاتے تھے اور نہ کہیں جانے پاتے تھے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ص۹۱)

۳۔ کام کا ممکن ہونا یعنی بنا نفی کے استعمال۔

الف۔ ان سوالیہ جملوں میں جن کا جواب نفی کے ساتھ منتظر ہو مثلاً:

"یہ لاکھوں من کا بوجھ تم کیسے لے جانے پاوے گا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۲۳۹)

"مگر ڈاکوؤں سے کچھ چلنے پاتی ہیں توبہ توبہ۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۴۷۲)

"یہ اکیلے آپ دس۔ جو ایسا ہوتا تو یہ کوٹھی کے باہر بھی آنے پاتے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۲۹۰)

"اگر اسی طرح رعایا پر ظلم کروگے تو کوئی کا ہیکو رہنے پائے گا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۴۶۹)

ب۔ اجازت کے معنوں میں۔

"لیکن اس عہد میں کسی امیر کی ضمانت کے بعد بادشاہی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب کوئی قلعہ میں جانے پاتا تھا۔" (محمد حسین آزاد۔ آب حیات۔ ص۴۴)

"کسی کو اس شہہ خوبان تک جانا نہیں ملتا مگر خلوت میں اس کے ایک میں ہی جانے پاتا ہوں۔" (عبدالحق۔ قواعد اردو۔ ص۱۲۳)

"یہ کلام مجید ہے ممکن کیا کہ اس عاصی کے قلم سے ایک لفظ بھی بدلنے پائے توبہ توبہ۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۵۶۳)

اختیاری اور شرطی صورتوں میں بھی مصدر اور "پانا" کے مرکب کے صیغے پائے جاتے ہیں۔ جیسے:

"تم ذرا پردہ درست کردو اڑنے نہ پائے۔"

(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۵۳)

"میں سب کچھ دے دوں گی ان پر حرف نہ آنے پائے۔"

(پریم چند۔ طلوع محبت۔ ص۱۲۸)

"اور جس طرف نظر اُٹھا کے دیکھتے ہیں اس سچے مامن اور حقیقی جائے پناہ کا سراغ نہیں لگتا جہاں تک فکریں نہ پہنچنے پاتی ہوں۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصہ دوم۔ ص۵۲)

"میری زندگی میں تو میاں آزاد شادی نہیں کرنے پاتے تو سہی۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۳۴۴)

⁂ ⁂ ⁂

کسی فعل کے واقع ہونے کا امکان ظاہر کرنے کے لیے اصل فعل کے مصدر اور "پانا" کی شکلوں کا مجموعہ بہت کارآمد ہوتا ہے۔ یہ صورت زیادہ تر نفی کے ساتھ آتی ہے۔ بعض اوقات اس سے علامت نفی کے بغیر بھی فعل نفی کے معنی نکلتے ہیں جیسا: "۔۔۔ تو کوئی کاہیکو رہنے پائے گا۔"

فعل کی امکانی حالت ان تابع جملوں میں پائی جاتی ہے جن کے فعل میں خاص جملے کا فعل شریک کیا جائے۔ جیسے "یہیں تک لکھنے پائے تھے کہ۔۔۔"

اجازت کے معنوں میں بھی مصدر اور "پانا" کا صیغہ بنا نفی کے آ سکتا ہے۔

"کر سکنا" اور "کرنے پانا" کے صیغوں میں اجازت کے معنوں کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ "کر سکنا" کے معنی یہ ہیں کہ فاعل کو کسی فعل کے کرنے کا اختیار ہے۔ "کرنے پانا" سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ فعل کا کرنا فاعل کے اپنے

اختیار میں نہیں بلکہ کسی اور کے اختیار میں ہوتا ہے۔

اصل فعل کے مصدر اور "دینا" کا مجموعہ

مصدر کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل دیا جاتا ہے، جیسے:
کرنے دینا۔

اس مجموعہ سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ فعل کے واقع ہونے کے لیے موقع دینا فاعل کے اختیار میں ہے۔ یہ صورت نفی کے ساتھ زیادہ اور بغیر نفی کے کم استعمال ہوتی ہے۔

خبری صورت کے حال معمولی، ماضی معمولی، ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل کے صیغوں میں اس کا استعمال حسب ذیل ہے:

"حقیقت میں آہ جگر خراش بڑی ظالم چیز ہے ایسی ظالم کہ اس کا ایک دفعہ کا اثر مدتوں نہیں چین لینے دیتا۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی جصہ اول۔ صـ۱۰۷)

"بنگال کے طوفان۔ پنجاب کے جاڑے جنوب کی وبائیں تمہارے زیر سایہ رہنے کی اطمینانی حالت کبھی بھولنے نہیں دیتی تھیں۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ صـ۳۴)

"میاں خوجی تو ناک پر مکھی تک نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ صـ۳۸۳)

"خضر نے اگر آبِ حیات پی کے ابدی زندگی حاصل کی تو سکندر کو بھی اُس کے کارناموں نے آج تک مرنے نہیں دیا۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ صـ۵۳)

"ہم نے تو انہیں زنگ لگنے نہیں دیا، آگے ذاکر میاں جانیں۔"

(انتظار حسین۔۔ بستی۔ صـ۱۹۹)

"رائے صاحب کانپ اٹھے۔ ان کے دل میں بھی اس طرح کی بات آئی تھی، مگر انھوں نے اسے کوئی صورت نہ پکڑنے دی تھی۔"

(پریم چند۔ گئودان۔ صـ۵۳۱)

"آج میں آپ کو چولہے کے پاس نہ آنے دوں گا۔"

(پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۲۱)

بنا نفی کے یہ مجموعہ سوالیہ جملوں میں پایا جاتا ہے:

"میر صاحب، اب آپ اس کو بات بھی کرنے دیں گے۔"

(شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۶۲)

"تم نے میرے مضامین کو خاک میں ملایا ہے۔ میرے دل کو جلا کر خاک کیا ہے اب کیا میں تمہیں جانے دوں گا۔" (محمد حسین آزاد۔ آبِ حیات۔ ص۳۶۴)

امری، اختیاری اور شرطی صورتوں میں بھی اصل فعل کے مصدر اور "دینا" کا مرکب آتا ہے۔

امری صورت

"دنیا کے جھگڑو! خدا کے لیے ذرا چین سے بیٹھنے دو۔"

(شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ اوّل۔ ص۲)

"ان سب چیزوں کو بھی جانے دو۔"

(شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۸)

"طفولیت اور شباب کو بھی جانے دیجئے۔"

(شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۲)

"زندگی اور زندہ دلی کو جانے دیجئے۔"

(شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۱۵)

"اچھا صاحب پہلے مجھے خواتین کا مزاج پوچھ لینے دیجئے۔"

(شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۴۴)

"عورتوں کو رونے دیجئے وہ یہ باتیں کیا جانیں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۴۹۶)

اختیاری صورت

"پھر کس میں اتنی جرأت باقی رہتی ہے کہ آنسو نہ نکلنے دے۔"

(شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۲)

"جسے کوئی اپنے دروازے پر کھڑا بھی نہ ہونے دے وہ آپ کا دوست ہے۔" (پریم چند۔ شکوہ و شکایت۔ ص۱۶۱)

"اتنا صبر نہ تھا کہ انھیں کچھ ٹھنڈا ہوجانے دیں۔"

(پریم چند۔ کفن۔ ص۲۲۷)

شرطی صورت

"۔۔۔ منشی کی ذات سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اس کا موقع حاصل کرنے دیتے۔" (شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۹۵)

"ذرا طبیعت تو سنبھل جانے دی ہوتی۔"

(انتظار حسین۔ بستی۔ ص۱۹۷)

مجہول طور میں اصل فعل کے مصدر اور 'پانا' کا مجموعہ نہیں ملتا جب کہ اصل فعل کا مصدر اور 'دینا' کا مجموعہ پایا جاتا ہے، جیسے ـ

"ان کو بسر کرنے کے لیے سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ان کو گزر جانے دیا جائے۔"

مصدر اور 'دینا' کا مجموعہ جملے میں مصدر کا کام دے سکتا ہے۔

"اب تخیل کی نسبت اتنا جان لینا اور ضرور ہے کہ اس کو جہاں تک ممکن ہو۔ اعتدال پر رکھنا اور طبیعت پر غالب نہ ہونے دینا چاہیے۔"

(حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص۶۶)

اصل فعل کے مصدر اور لگنا کا مجموعہ

فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھ نتیجہ کو لانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اصل فعل کے مادے اور 'چکنا' کے مجموعہ کی طرح مصدر اور لگنا کی ترکیب سے بھی دوسرے کام کے لیے امکان پایا جاتا ہے۔ یہ امکان کام کا نتیجہ آنے سے پیدا ہوتا ہے۔

rekhta

"جب وہ دیکھنے لگا تو مُنہ پھیر لیا۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا ص۱۴۸)

اس جملے کے معنی یوں سمجھنا چاہئیں کہ جب اس نے دیکھنے کو شروع کیا تو۔۔۔۔۔

مصدر کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل دیا جاتا ہے۔

مصدر اور "لگنا" کا مرکب خبری صورت کے حال معمولی، ماضی معمولی، ماضی تمام حال تمام، ماضی قبل ماضی،، مستقبل مطلق اور مستقبل تمام کے صیغوں میں پایا جاتا ہے، جیسے ؛

"اور یہ ہم لوگوں کا چلتا ہوا فقرہ ہے کہ جب کسی کو دام میں لانا چاہتے ہیں اس پر مرنے لگتے ہیں۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۳۶)

"جب دنیا سے مجھے نفرت ہونے لگتی ہے اور ہر چیز نیم مُردہ اور اُداس لگنے لگتی ہے تو میرے دماغ میں فلسفہ بھرنے لگتا ہے۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک شوہر کی خاطر۔ ص۱۴۸)

"ایک طبعی سکوت تھا کہ جب کسی سے بات بھی کرنے لگتے تھے تو جی یہی چاہتا تھا کہ چُپ ہو رہیں۔" (شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۱۷)

"رشید کو بھی پہلے تو اخلاقاً بیٹھنا پڑا مگر جب نیند کے جھونکے بد اخلاقی کا مُظاہرہ کرنے لگے تو وہ بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۳۹۲)

"میں نے دیکھا کہ فیض علی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۵۸)

"تمہیں کیا ہوا ہے کہ بہکنے لگی ہو۔" (منٹو۔ ہتک۔ ص۸۷)

"وہ معمولی قسم کے خطرے اور ذرا سے اندیشے جنھیں ہم جوانی میں بالکل ہیچ اور پوچ خیال کرتے تھے اب بڑھاپے میں ہمیں نہایت ہی خطرناک نظر آنے لگے ہیں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۲۷)

"سالن تو اب میں کچھ کچھ پکانے لگا ہوں نہ۔"

(پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۱۴)

"میری ٹوپی بھی اب روپیہ کو جانے لگی ہے۔"

(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ صفحہ ۳۰)

"مادھو نے اور بھی بہت کچھ کہا تھا جس کا اثر سوگندھی پر اس قدر زیادہ ہوا تھا کہ وہ چند لمحات کے لیے خود کو حوالدارنی سمجھنے لگی تھی۔"

(منٹو۔ ہتک۔ ص۶)

"تمہیں پاکر زندگی کتنی پیاری لگنے لگی تھی۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۲۳)

"مگر وہ اپنی حماقت سے مجھے واقعی اپنا حریف سمجھنے لگے گا۔"

(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۵)

"قوم کے اصلاح کرنے میں ہزاروں بچے بوڑھے جوان ادیٹر جب تیرے ہاتھ سے اپنے سنوں کی قدر کرنے لگیں گے تو وہ گزشتہ دوست جو ابھی تجھے دھمکا گئے ہیں خود اس گستاخی کی معافی تجھ سے چاہنے لگیں گے۔"

(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۲۲۔ ص۴۸)

"آزاد۔ (مسکراکر) ابھی ایک بات کہوں تو تننے لگو گی۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۱۰۰۰)

اختیاری، امری اور شرطی صورتوں میں بھی مصدر اور ' لگنا ' کا مرکب پایا جاتا ہے، جیسے:

"کہیں خون خرابہ نہ ہونے لگے۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۵)

"ان کا کچھ ٹھیک تھوڑی ہے کہ کب کس بات پر ناراض ہوجائیں۔ کب کس کے سامنے ذلیل کردیں۔ کب کون سی ایسی بات کہہ دیں کہ سننے والے کا خودکشی کرنے کو جی چاہنے لگے۔" (شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۵۳)

"اچھا تو جلدی لوٹ آنا۔ یہ نہیں کہ اِدھر اُدھر تیرنے لگو۔"

(پریم چند۔ بیوہ۔ ص۲۳)

"کہیں پریما کے سامنے ایسی بے سر پیر کی باتیں نہ کرنے لگنا۔"

(پریم چند۔ بیوہ۔ ص۵۲)

شروع کرنا اور شروع ہونا مرکب افعال سے بھی شروع فعل کے معنی حاصل ہوتے ہیں مگر ان سے فعل کا شروع میں آنا معلوم ہوتا ہے اور بس اور لگنا میں آغاز فعل کے ساتھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

"ایسے موقعوں پر اس کا گھوڑا تھوڑا سا ہنہنانے کے بعد بڑی دھیمی چال چلنا شروع کر دیتا تھا۔" (منٹو۔ نیا قانون۔ ص۱۴)

"بازار میں ایسے آدمی چلنے شروع ہو گئے تھے جو۔۔۔"

(منٹو۔ کالی شلوار۔ ص۵۳)

"جلو نے آہستہ آہستہ کچھ دعا پڑھنی شروع کی۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۳۶۶)

* * *

اصل فعل کے مصادر کے آخر پانا، دینا، لگنا کے صیغے ملانے سے جو صورتیں بنتی ہیں وہ کیا ہیں؟

بعضوں کے نزدیک یہ افعال مرکب ہیں (مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ ص۱۲۴)
اور بعضوں کے نزدیک یہ اصل مصادر اور افعال 'پانا'، 'دینا'، اور 'لگنا' کے محض مجموعہ (ترکیبیں۔ ساختیں۔ مرکب) ہیں (پیرووسکی۔ ہندی میں افعال۔ ص۵۷۔ ص۵۸)

ان مجموعوں کو مرکب افعال نہ سمجھنے کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے دو اجزا کے درمیان ایک چھپا ہوا نحوی تعلق ہے جو مصادر کے الف کو یائے مجہول سے بدلنے کی وجہ بھی ہے۔ 'کرنے پانا' کہنے سے یہ مقصود ہے کہ کرنے کا موقع یا اجازت پانا۔ مقصود 'کرنے دینا' کہنے سے یہ ہے کہ کرنے کا موقع دینا۔ 'کرنے لگنا' سے 'کرنے کو لگنا' کے معنی نکلتے ہیں۔

ضرورت اور مجبوری کے معنی

'ہونا'، اور 'پڑنا' کے صیغے اور 'چاہیئے' لفظ ہر مصدر سے مل کر ضرورت اور مجبوری کے معنی دیتے ہیں۔ ان ساختوں میں 'ہونا'، 'پڑنا' اور 'چاہیئے' یہ ظاہر کرتے ہیں کہ فاعل کا فعل سے کیا تعلق ہے۔ جس طرح فعل کی خبری، امری، اختیاری

اور شرطی صورتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام کا حقیقت سے کیا تعلق ہے اسی طرح ،ہونا، ،پڑنا، اور چاہیئے سے یہ پایا جاتا ہے کہ فعل کے ہونے کی وجہ کیا ہے۔

اصل فعل کے مصدر اور ہونا کے صیغوں کی ترکیب

اس میں ہونا کے وہ معنی نہیں پائے جاتے ہیں جو وہ تنہا استعمال ہوکر دیتا ہے۔

- "بیٹے! ہمارا سلامت کہاں ہے؟" (انتظار حسین۔۔ بستی۔ ص۶۳)
- "کیا اچھا ہوا؟" (انتظار حسین۔۔ بستی۔ ص۱۴۱)
- "آخر خدا کو بھی ایک دن منہ دکھانا ہے۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۹۶)

اس آخری مثال میں ،ہونا، کے وہ حقیقی معنی نہیں ہیں جو دوسرے جملوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر ہم مصدر اور ،ہونا، کے صیغے کے مجموعہ کو مرکب صیغہ مانتے ہیں۔

خبری صورت میں حال، ماضی اور مستقبل کے ضرورت کے صیغے ہیں جن سے فعل کے ہونے کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔ حال معمولی اور ماضی معمولی کے ضرورت کے صیغے ہیں جو فعل کے ہونے کی مستقل ضرورت کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے مجھے کتاب پڑھنی (یا پڑھنا) ہوتی ہے ان صیغوں کا بیان حال، ماضی اور مستقبل کے صیغوں میں کیا گیا ہے۔

اصل فعل کے مصدر اور ،پڑنا، کے صیغے کی ترکیب

یہ مجبوری کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اصل فعل کے مصدر اور ،پڑنا، کے صیغے کا مجموعہ دو لفظوں کا غیر امتزاجی مرکب ہے۔

،پڑنا، فعل مندرجہ ذیل صورتوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ اسم اور ،پڑنا، کا مجموعہ، جیسے

- "ان دنوں گرمیاں شدید پڑ رہی تھیں۔"

(اقبال متین۔ کینڈل کالونی۔ ص۲۵)

" اگر کسی بیوقوف مرد یا عورت کو اولاد کی ہوس ہوئی تو سخت مشکل پڑے گی " (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۸)

" اب تمہیں میری کیا فکر پڑگئی " (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۳)

" ۔ ۔ ۔ مس خورشید کی آمد سے آشرم میں جان سی پڑگئی تھی "

(پریم چند۔ فریب۔ ص۸۵)

۲۔ صفت اور ' پڑنا ' کے صیغے کا مرکب

" مجھے تو فکر اس وقت یہ ہے کہ اختر بہت برے موقع پر بیمار پڑے ہیں "

(شوکت تھانوی۔ تیسرا آدمی۔ ص۹۶)

" بیمار پڑو تو حد سے زیادہ خدمت کرتے ہیں "

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۹۶)

۳۔ اصل فعل کے مادہ اور ' پڑنا ' کے صیغے کا مرکب

" مگر وہیں بے ہوش ہوکر گر پڑی " (پریم چند۔ زاد راہ۔ ص۱۹۲)

" اتنا کہہ کے نواب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے "

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۳۳)

" اس کا تانگہ چل پڑا " (منٹو۔ ممی۔ ص۱۸)

" اور خاموش میرے ساتھ چل پڑی " (منٹو۔ ممی۔ ص۱۸)

" اس کا ایسا رعب تھا کہ جوں ہی وہ کمرے میں قدم رکھتی لبوں پر آئی ہوئی ہنسی جیسے رو پڑتی تھی " (پریم چند۔ فریب۔ ص۸۴)

" لیکن جیسے کسی ہوشیار پروف ریڈر کی نگاہ غلطیوں پر ہی جا پڑتی ہے اس کی آنکھیں بھی باطن کے داغوں پر جا پڑتی تھیں "

(پریم چند۔ فریب۔ ص۸۳)

" میں تو ڈر رہا تھا کہ میرے گلے نہ آپڑے "

(پریم چند۔ خانہ داماد۔ ص۶۹)

"پیڑ کی ڈال سے تالاب میں کود پڑتا تھا۔ اب گاؤں میں ایسا کون ہے؟"

(پریم چند۔ خانہ داماد۔ ص۶۷)

"مرد چونک پڑا۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۳)

۴۔ ،پڑنا، کے مفرد یا مرکب حالیہ تمام اور ،ہونا، یا دوسرے افعال کے صیغے کا مجموعہ

"میرا پرس الماری میں پڑا ہے۔" (منٹو۔ خودکشی۔ ص۸۸)

"دیرو کے سرہانے چابیوں کا گچھا پڑا ہوا تھا۔" (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ ص۴۰)

"ہاں تب اکیلی پڑی رہتی تھی۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۶)

۵۔ اصل فعل کے مصدر اور ،پڑنا، کے صیغے کا مجموعہ

اس طرح کا مرکب ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی، حال معمولی، ماضی معمولی اور مستقبل کے صیغوں سے آتا ہے۔

"لہٰذا تیسرا پیس کھاکر اس شک کی تصدیق کرنا پڑی۔"
(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۱۵)

"لہٰذا ان حضرت کو بھی معہ اپنی محبوبۂ دلنواز کے پھر وہیں آنا پڑا جہاں سے بھاگے تھے۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۶۱)

"لیکن آپ کو اس طرح جاڑے پالے میں پریشان ہونا پڑا ہے۔"
(شوکت تھانوی۔ سودیشی ریل۔ ص۳۶۴)

"حالانکہ وہ ریاست غدر ۱۸۵۷ء میں ختم ہو چکی تھی جب دادا جان کو چند ہزار اشرفیوں اور تھوڑے سے جواہرات کے ساتھ دہلی سے بھاگنا پڑا تھا۔"
(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۱۲۰)

"مجھے اپنی زبان سے کہتے ہوئے نادم ہونا پڑتا ہے کہ مجھے اپنی طبیعت پر بھروسہ نہ تھا۔" (پریم چند۔ امرت۔ ص۳۱۱)

"تمہیں زیادہ سے زیادہ فوج اور ہتھیار جمع کرنے پڑتے ہیں۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۷۶)

"وہ خوش تھی اس لیے کہ اس کو خوش رہنا پڑتا تھا۔" (منٹو۔ ہتک۔ ص۶۸)

"جب مادھو پونے سے چھٹی لے کر آتا تو اسے اپنے کچھ روپے پلنگ کے پائے کے نیچے اُس چھوٹے سے گڑھے میں چھپانا پڑتے تھے جو اس نے خاص اس کام کی

غرض سے کھودا تھا۔" (منٹو۔ ہتک۔ ص۶۵)

مثلاً اب ہم کو اس کے سوئٹر بننا پڑتے تھے۔ فراکیں بنانا پڑتی تھیں۔"
(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۷۶)

"شکار کھیلنے میں بندوق چلانا پڑے گی۔"
(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحہ ۴۰)

"جہاں تمہیں خود بہت کم کام کرنا پڑے گا۔ صرف نگرانی کرنا پڑے گی۔"
(پریم چند۔ قہر خدا کا۔ ص۷۵)

"مجبوراً دوسری زبانوں سے دریوزہ گری کرنی پڑے گی۔"
(حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص۱۲۲)

"کرایہ کے بیس روپیہ دینے پڑیں گے۔" (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ ص۳۴)

اصل فعل کا مصدر اور 'پڑنا' کا مرکب زمانۂ استمراری میں بھی پایا جاتا ہے:۔

"بھئی معاف کرنا مجھے، بھاگنا پڑ رہا ہے۔"
(قرۃ العین حیدر۔ نظارہ درمیان ہے ص۲۲۵)

"میر صاحب نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ 'اپنے اصول اور اپنی مرضی کے خلاف آج یہ کام مجھے کرنا پڑ رہا ہے۔" (شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۲۰۱)

"مجبوراً مجھے بھی ان کا ہم خیال ہونا پڑ رہا ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۷)

'پڑنا' فعل کے مادّے کے آخر 'جانا'، لانے سے بیان میں نتیجہ کی خاصیت پیدا ہوتی ہے:

"کبھی کبھی اس کے کسی خد و خال کو دیکھ کر آدمی کسی نتیجہ پر پہنچنے ہی والا ہوتا تھا کہ اس کے تقابل میں کوئی ایسا نقش نظر آجاتا کہ فوراً ہی نئے سرے سے غور کرنا پڑ جاتا تھا۔" (منٹو۔ ممی۔ ص۱۸۸)

اصل فعل کے مصدر اور 'پڑنا' کے صیغوں کا مجموعہ شرطی اور اختیاری صورتوں میں بھی پایا جاتا ہے:

rekhta

"اور اگر کوشش نہ بھی کرتا تو بھی اس وجہ سے بھول جانا پڑتا کہ ۔ ۔ ۔"

(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۹۵)

"اگر گھر کے لوگ بھوکے مرتے اور ان کے ساتھ ہی اسے بھی مرنا پڑتا تو اسے ذرا بھی شکایت نہ ہوتی" (پریم چند۔ خانہ داماد۔ ص۶۰)

"ایسے آدمی کے لیے کچھ غم بھی کھانا پڑے تو برُا نہیں لگتا"

(پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ ص۳۴)

مندرجہ بالا صورتوں میں 'پڑنا' سے جو معنی نکلتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس کا کام مقدور ہوتا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تین نمبر کے استعمال کو چھوڑ کر سب مرکب مستقل ترکیبیں ہیں اور بس۔ تین نمبر کے استعمال میں اصل فعل کے مادے اور 'پڑنا' کا مجموعہ وہ ادھوری صیغہ ہے جو کچھ شرطوں کے ساتھ مرکب فعل کہا جا سکتا ہے۔ 'پڑنا' فعل 'گرنا' فعل کے معنوں میں تنہا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ مگر یہ بات ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے ساتھ کی ہر ساخت مرکب لفظ سمجھی جائے کیونکہ اس طرح کی ساخت کا ہر ایک جز لفظوں کی اپنی اپنی صرفی جماعت میں شامل ہوتا ہے جیسے اسم، صفت، (پڑنا کے) صیغے یا (پڑنا کے) حالیہ تمام اور ہونا کے صیغوں کے مرکب۔

چاہت کے معنی جو کہ چاہیئے کی مدد سے ظاہر کیے جاتے ہیں

ہندوستانی قواعد نویس 'چاہیئے' کا وجود میں آنا 'چاہنا' فعل سے متعلق کرتے ہیں[1] یہ خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ 'چاہیئے' خواہش کے جتانے کے لیے آتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل حالتوں میں پایا جاتا ہے۔

۱۔ فعل کے معنوں میں

---

[1] ڈاکٹر عبدالحق: قواعد اردو ص۱۳۵

डा. काशीनाथ सिंह – हिन्दी में संयुक्त क्रियाएँ – पृ. 111

اس صورت میں زمانۂ حال میں 'چاہیے' کا واحد اور جمع دونوں استعمال ہوتے ہیں، جیسے:

"کیا چاہیے آپ کو؟" (مہندر ناتھ۔ ایک زخم اور سہی۔ ص۱۹۸)

"کیا اور پانی چاہیے" (پریم چند۔ خانہ داماد۔ ص۵۶)

"ان کھوپڑیوں کے سہلانے کے لیے پریوں کے ہاتھ چاہئیں نہ کہ تم ایسے دیوزادوں کے۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد چہارم۔ ص۲۳۴)

"ہمیں اپنی گذری ہوئی جوانی چاہیے۔ ہمیں اپنا پیارا بچپن چاہیے۔ ہمیں اپنے پرانے احباب اور گلے معشوق چاہیے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ دوم۔ ص۳)

"اتنا کوڑا جمع ہونے میں کم از کم سات آٹھ برس چاہئیں۔" (منٹو۔ خالی بوتلیں خالی ڈبے۔ ص۱۷)

"ہمیں قلعے اور محل نہیں چاہئیں۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون ص۱۴۷)

"تمہارے لیے اس سے اچھا شوہر چاہیے۔" (شرر۔ مینا بازار۔ ص۱۶۰)

"کچھ تم نے اس کی بھی فکر کی کہ مجھے کالے کپڑے چاہئیں۔" (منٹو۔ کالی شلوار۔ صفحہ ۵۷)

"چار بوتلیں اسکاچ کی چاہئیں۔" (منٹو۔ ممی۔ ص۱۸۷)

زمانۂ حال میں 'چاہیے' کے ساتھ 'ہونا' فعل کے مفرد صیغے بھی پائے جاتے ہیں، جیسے:

"تم کو تو اپنے مالک کے لیے اپنی مالکہ کی محبت واپس چاہیے ہے۔" (شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۱۲۶)

"ہم تو خیر سمجھ گئے تھے کہ ہماری ناپ کی شیروانی کن صاحب کے لیے چاہیے ہے۔" (شوکت تھانوی۔ تیسرا آدمی۔ ص۲۱۹)

زمانۂ ماضی میں 'چاہیے' کے ساتھ 'ہونا' کے مفرد صیغوں کا آنا ضروری ہے:۔

"مجھ کو ایک گھر چاہیے تھا۔" (غیاث احمد گدی۔ پہیہ۔ ص۱۵۷)

"ان کے جمپر کی وضع قطع میں جو ہاتھ کی صفائی چاہیے تھی۔ وہ ہم کو ابتک حاصل نہ ہوئی تھی۔" (شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۳۰)

مستقبل کے مفرد صیغوں کے ساتھ 'چاہیے'، کبھی کبھی استعمال کیا گیا ہے۔

"فوج کے لیے کافی رقبہ چاہیے ہو گا۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون ص۱۲۹)

'چاہیے'، اور 'ہونا'، کے مفرد صیغے کا مجموعہ اختیاری صورت میں بھی پایا گیا ہے۔

"تمہیں جتنی قیمت پانی کی چاہیے ہو لے لو۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۴۳)

ان دونوں صورتوں کی جگہ، 'ضرورت ہونا'، اور 'ضروری ہونا'، مجموعوں نے لے لی ہے:

"اور جو کچھ ضرورت ہوگی عرض کر دیا جائے گا۔"

(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۱۳۴)

"میرے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی ایک فاتح کو ضرورت ہوگی۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۵۴)

"اگر ایسی ہی حسینہ ہے جیسی تم بتاتے ہو تو ضرورت ہو یا نہ ہو اُسے میرے محل میں ضرور داخل ہونا چاہیے۔" (شرر۔ دربار حرامپور۔ نمبر۲، ص۳۳)

۲۔ ان مرکب جملوں میں جن میں تابع جملے مفعولی ہیں۔ ایسے جملوں میں خاص جملے کے 'چاہیے'، کا مطلب تابع جملے ہی سے واضح ہو جاتا ہے۔

"چاہیے کہ میاں کو بیوی پر اور بیوی کو میاں پر اعتبار ہو۔"

(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۷۵۔ ص۷۶)

"دوسری طرف والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکی کے مستقبل کو تھوڑا بہت لڑکی کے مقدر پر بھی چھوڑ دیں۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۱۰۳)

"اس مدت کے اندر تم کو چاہیے کہ قرض کا تفصیلی گوشوارہ بنا کر پیش کردو کہ کس تاریخ کو کس نے قرض لیا۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۱۱)

"ان محترمات کو چاہیئے تھا کہ یہ امپورٹ ایکسپورٹ کے اعلیٰ حکام کے پاس جائیں۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۱۰۰)

"اپنی عادت کے مُطابق چاہیئے تھا کہ میں اس وقت سیدھا ان دونوں کے پاس پہنچتا۔" (شرر۔ دربار حرامپور۔ نمبر۲، ص۴۷)

"جس کو ہمیں یہ چاہیئے ہے کہ بے کار سمجھ لینے کے بعد علیٰحدہ ڈالدیں۔"
(میر اسد علی۔ معاشرت۔ صفحہ ۴۷)

۳۔ ان مرکب جملوں میں جن میں تابع جملے اسمی ہیں۔

ایسے جملوں میں خاص جملے کا فاعل غائب رہتا ہے اور اس کا فعل مصدر اور "چاہیئے" کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس جملے سے "کیا" سوال نکلتا ہے جس کا جواب تابع جملے سے مل جاتا ہے:

"ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اس قسم کے قوانین بنا دیئے جائیں کہ اولاد کی ذخیرہ اندوزی کا کسی کو کوئی حق نہ رہے۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۱۱۲)

"دیکھنا چاہیئے میں کیا کرتا ہوں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۶۸)

"یہی تو ہونا چاہیئے کہ تم اپنے صبر کا پھل پاؤ اور وہ اپنے ظلم کا بدلہ پائیں۔" (شرر۔ مینا بازار۔ ص۱۶۵)

"اب یہ جاننا چاہیئے کہ باعتبار ترکیب کے جملہ کے اقسام بہت ہیں۔"
(مرزا نثار علی بیگ۔ قواعد اُردو۔ حصۂ دوم۔ ص۹۵)

"جاننا چاہیئے کہ علامت فاعل کی نے اور علامت مفعول کی لفظ کو ہے۔"
(مرزا نثار علی بیگ۔ قواعد اُردو حصۂ دوم۔ ص۲۴)

"اب تو کرنا یہ چاہیئے کہ شفقت کو خود بتا دیں کہ ہم لوگ جج صاحب کے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔" (شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۲۱۳)

۴۔ مصدریہ جملوں میں یعنی چاہیئے کا مصدر کے ساتھ آنا۔

"وہ ہو رہا ہے جو ہونا چاہیئے۔" (انتظار حسین۔ بستی۔ ص۵۴)

مصدر کی تذکیر و تانیث مفعول کے لحاظ سے ہوسکتی ہے۔

"تو آپ کو زیادہ پانی نہ پینا چاہیئے تھا۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۸)

"جب شعر سرانجام ہوجائے تو اس پر بار بار نظر ڈالنی چاہیئے اور جہانتک ہوسکے اُس میں خوب تنقیح و تہذیب کرنی چاہیئے۔"

(الطاف حسین حالی۔ مقدمہ شعر و شاعری۔ ص۶۱)

"مجھے ان لوگوں سے رخصت ہو کے اپنی راہ لینی چاہیئے۔"

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۱۹)

"تمہیں ان کی نیک صحبت سے کچھ اچھی باتیں سیکھنی چاہیئے تھیں۔"

(پریم چند۔ بیوہ۔ ص۶۰)

"ویسے ایک چیز سے مجھے تم سے کلی اتفاق ہے کہ عورت کو پتلون جسے سلیکس کہتے ہیں نہیں پہننی چاہیئے۔ اور سگریٹ بھی نہیں پینے چاہئیں۔"

(منٹو۔ میرے افسانے۔ ص۶)

"بس ترکیب یہ ہے کہ تمہیں شاہزادوں کی طرح رہنا چاہیئے۔ آدابِ دربار سیکھنے چاہئیں۔" (عظیم بیگ چغتائی۔ ص۵۴)

مگر مصدر کا مفعول کے لحاظ سے بدلنا ضروری معلوم نہیں ہوتا۔

"انھوں نے اپنی بیٹی کو وہ سارے حقوق دیئے جو ایک انسان کو مہذب دنیا میں ملنا چاہئیں۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲)

"دراصل یہ بات آپ کو اس وقت سے بہت پہلے معلوم ہوجانا چاہیئے تھی۔"

(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۲۴۴)

"۔ ۔ ۔ اور مجھ کو شفقت کی یہ باتیں جج صاحب یا نزہت تک پہنچانا چاہئیں یا نہیں؟" (شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۹۴)

مصدر کی تذکیر و تانیث مفعول کے لحاظے ہونا اور نہ ہونا دونوں درست ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب اس بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ:

"اہل لکھنؤ اکثر مذکر ہی لکھنا بولنا پسند کرتے ہیں۔" (قواعد اُردو۔ ص۲۱۴)

زمانۂ حال میں 'چاہیئے' کی صورت میں مجموعہ لانا ضروری نہیں ہے یا یوں کہا جائے کہ 'چاہئیں' کے معنوں میں 'چاہیئے' بھی پایا جاتا ہے۔ اس حالت میں مذکر

مصدر کی جمع مقدار کو بتاتی ہے:

"لیکن شاعری کے فرائض اس سے زیادہ وسیع ہونے چاہیئے۔"
(الطاف حسین حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری ص ۱۹۹)

"سادگی سے صرف لفظوں کی سادگی مراد نہیں ہے بلکہ خیالات بھی ایسے نازک اور دقیق نہ ہونے چاہیئے جن کے سمجھنے کی عام ذہنوں میں گنجائش نہ ہو۔"
(حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص ۶۸)

'چاہیئے' ایک الگ کام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کام کا بار بار عمل میں آنا یا کام کا دیر تک ہوتے رہنا اصل فعل کے مصدر کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے، جیسے:

"اس قسم کی تیز چیزیں لکھنے والے کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیئے کہ جواب دینے والے خاموش نہ رہیں گے۔" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص ۵۷)

"آدمی کو بالکل دوسروں کے بھروسے نہ بیٹھے رہنا چاہیئے۔"
(پریم چند۔ انصاف کی پولیس۔ ص ۱۵۳)

طور مجہول کے مصدر کے ساتھ بھی 'چاہیئے' کا استعمال ہوتا ہے، جیسے
"کسی نہ کسی طرح مجھے مارا جانا چاہیئے۔" (شرر۔ دربار حرامپور۔ نمبر ۲، ص ۵۴)

"حالانکہ ان لوگوں کو ان کے دفتروں اور روزگار سے قریب کئی کئی منزلہ عمارتیں بناکر آباد کرنا چاہیئے تھا اور ان صاحب استطاعت لوگوں کو جن کے پاس کاریں ہیں شہر سے دور مثلاً لانڈھی، ڈرگ روڈ، سعود آباد، نیو کراچی وغیرہ میں بسایا جانا چاہیئے تھا۔" (ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

'چاہیئے' کی ان تمام مثالوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے چاہت کا مطلب ادا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ کی سب ترکیبیں معمولی قسم کی مستقل ترکیبیں ہیں جنھیں مرکب فعل یا مرکب صیغے کہنے کا حق نہیں ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں 'چاہیئے' کی جگہ 'ضرورت ہونا'، 'ضروری ہونا'، یا 'ضرور ہونا' کے صیغے استعمال ہو سکتے ہیں۔

پہلی صورت

• قوم میں جو لوگ ذی علم اور ذی شعور ہیں وہ خود اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں کن باتوں کی ضرورت ہے۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۱۹۹)

دوسری صورت

"اور ضرورت ہے کہ اسی وقت بازار کا افتتاح کیا جائے۔"

(شرر۔ مینا بازار۔ ص۴۷)

• اس صورت میں ضرور ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

(مرزا رسوا۔ شریف نادہ، ص۷۹)

• لیکن شاعری میں کمال حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ نسخۂ کائنات اور اس میں سے خاص کر نسخۂ فطرتِ انسانی کا مطالعہ نہایت غور سے کیا جائے۔"

(الطاف حسین حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری ص۵۵)

"یہ بہت ضروری ہے کہ وادی اس ضدی شخص سے خالی کی جائے۔"

(شرر۔ فردوس بریں۔ ص۱۵۲)

تیسری صورت

• اب تخیل کی نسبت اتنا جان لینا اور ضرور ہے کہ۔۔۔۔"

(حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص۴۶)

چوتھی صورت

• یہ بات جیسی مضمون میں ہونی ضرور ہے ویسی الفاظ میں بھی ہونی چاہیئے۔" (حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ صفحات ۶۹-۷۰)

"جو کچھ ہو چلنا ضرور ہے۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۳)

"مگر حضرت مجھے ایک بات عرض کر دینی ضرور ہے۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۲۳۸)

"حفاظت جان کی خاطر مجھے یہاں سے بھاگ جانا ضروری ہے۔"

(پریم چند۔ قاتل کی ماں۔ ص۱۹۰)

"اب اور کہنے کی ضرورت نہیں۔" (منٹو۔ میرے افسانے۔ ص۶۲)

"اگرچہ اعلیٰ درجے کے شعر میں یہ خاصیت ہونی ضرور ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جس میں یہ خاصیت پائی جائے وہ اعلیٰ ہی درجے کا شعر ہو۔"

(حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص۹۴)

"اس میں شک نہیں کہ اس وقت سلطان دیلم کے تعاقب میں عجلت کرنے کی ضرورت تھی۔" (شرر۔ فردوس بریں۔ ص۱۶۰)

فرض جتانے پر زور دینے کے لیے ’چاہیئے‘ کے ساتھ ’ضرور‘ لفظ بھی آسکتا ہے۔

"مگر بیگم صاحب، ان سے کہنا تو ضرور چاہیئے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۵۲)

"ابا جان شرفائے عرب کو اپنا عہد ضرور پورا کرنا چاہیئے۔"

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۹۸)

"مگر حضرت جہاں پناہ کی خوشی ضرور پوری ہونی چاہیئے۔"

(شرر۔ مینا بازار۔ ص۱۶۶)

اوپر دیئے ہوئے سب مجموعہ بطور فرض کے آتے ہیں۔ ان میں اخلاقی امر یا فرض جتایا جاتا ہے۔ مگر چاہت اور فرض کے معنوں میں جو فرق ہے وہ بہت ہی کم ہے یہاں تک کہ بعض اوقات نہیں کے برابر ہو جاتا ہے۔

مستقبل کے معنوں میں ’چاہیئے‘ کم اور ’ضرورت ہونا‘، ’ضرور ہونا‘، ’ضروری ہونا‘، ہمیشہ آتے ہیں۔

مصدر یہ جملوں میں ’مجھے کرنا چاہیئے‘ اور ’مجھے کرنا ضرور ہے‘، دونوں کے معنی کچھ الگ سے ہو جاتے ہیں۔

’چاہیئے‘ کے دوسرے اور تیسرے نمبر کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ حال میں مستعمل ’چاہیئے‘ لفظ نہ صرف زمانۂ حال سے تعلق رکھتا ہے بلکہ زمانۂ مستقبل سے بھی۔

پہلے نمبر کے استعمال کی مثالوں میں ’چاہیئے‘ کا مطلب مستقبل سے نہیں وابستہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ معنی ’ضرورت ہونا‘ اور ’ضروری ہونا‘ جیسی ترکیبوں

ے ادا ہوتے ہیں ۔

'چاہیئے' اور 'لازم' کے درمیان مفہوم کے طریقہ زیادہ تمیز کی جاسکتی ہے ۔۔ "لازم" سے مراد اعلیٰ ترین درجہ کا فرض ہے ۔

"لیکن ہم پر اس قدر لازم ہے کہ کوشش کریں ۔"

(نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۶۳)

اس جملے کے گویا یہ معنی ہوئے کہ ہمیں لازم ہے کہ کوشش کریں۔

"لازم تھا کہ دیکھو میرا رستا کوئی دن اور" (دیوان غالب)
"لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں" (دیوان حالی)

rekhta

دوسرا باب

فعل اور حقیقت کے درمیان تعلق کا بیان کرنے والی ساختیں اور دو افعال کی ترکیبیں:۔

(۱) کچھ ساختیں اور صیغے جن سے فعل کا نتیجہ یا اختتام کی طرف بڑھنا پایا جاتا ہے (وہ بنائے دیتا ہے، پھٹا پڑتا ہے، مرا جاتا ہے)

(۲) دو افعال کی وہ ترکیبیں جن سے فعل کا ہونا ناممکن بتایا جاتا ہے (وہ بنائے نہ بنا، کچھ کرتے نہ بنا)

(۳) دو افعال کی وہ ترکیبیں جن سے فعل کا ہونا ممکن بتایا جاتا ہے۔ (وہ ہوا چاہتا ہے)

بیان وہ بتائے دیتا ہے کا

یہ ساخت صرف متعدی افعال میں پائی جاتی ہے۔ وہ اصل فعل کے حالیہ تمام اور، دینا، لینا، ڈالنا، وغیرہ کا مرکب ہے۔ حالیہ تمام کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل دیا جاتا ہے۔

کسی زمانے میں متعدی افعال کے اس امتزاج میں، دینا، لینا، ڈالنا، لانا، وغیرہ کا صیغہ اصل فعل کا کام دیتا تھا اور جو فعل حالیہ تمام کی شکل میں آتا تھا

rekhta

اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دینا. لینا وغیرہ کا کام کس ڈھنگ سے ہوتا ہے. جیسے:

"مارے ڈالتا ہے یہ ظالم تو باتوں ہی باتوں میں "

(شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۱۷۵)

یہاں کبھی ،مارے ، سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا یہ ،ڈالتا ، وقوع فعل کا طریقہ ہے۔ مگر آج کل کی اُردو میں ان دو افعال کو تمیز دو ہونے کی اس لیے کم رہی کہ حالیہ تمام کی صورت میں آنے والا فعل اہم فعل کا رول ادا کرنے لگا ہے یعنی کام کی خبر اب اس سے دی جاتی ہے۔ اصل فعل میں دینا. لینا وغیرہ بڑھانے سے گویا اس اصل فعل کا مقصد قرار دیا جاتا ہے۔

پوری ساخت کے معنی یہ ہیں کہ کام نتیجہ حاصل کرکے ہی ختم ہونے والا ہے۔ ،مارے ڈالتا ہے ، سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ فاعل کسی کو جان سے مارنے پر تلا ہوا ہے۔

کام کے نتیجہ کے ساتھ ختم ہونے کے یہ معنی کسی ایک فعل کے اپنے معنی نہیں بلکہ وہ صرفی معنی ہیں جو ان دو اجزا کے مندرجہ بالا صورت میں ملنے سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا ٹھیک نہیں ہوگا کہ ان دو اجزا کے ملنے سے مرکب صیغہ بن گیا ہے۔ زمانۂ مستقبل میں اس طرح کا مرکب نہیں پایا جاتا ہے۔ ،مارے ڈالے گا، قسم کا امتزاج ممکن نہیں۔ امدادی فعل کے طور پر ایک نہیں بلکہ کئی افعال آتے ہیں۔ بتائے ہوئے صرفی معنوں کے وجود سے اس ساخت کو مرکب فعل بھی کہنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ متعدی افعال کی ایسی ساختوں کو نیم امتزاجی مرکب یا نیم صیغہ کا مرتبہ دینا ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

اس طرح کے آدھے صیغے زمانۂ حال اور ماضی میں پائے جاتے ہیں۔

زمانۂ حال

"میں یہ سب کچھ مانے لیتا ہوں " (شوکت تھانوی۔ سپنے۔ ص۷)

" مگر ہم چشموں خصوصًا عزیزوں کی طعنہ زنی کا خیال مجھے مجبور کیے دیتا ہے " (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۱۶۴)

"یہ لوگ مارے ڈالتے ہیں اور جھوٹ تبولوائے لیتے ہیں۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۲۹۳)

"اور آپ حضرت۔ مجھ ہی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکے دیتے ہیں۔" (شوکت تھانوی۔ خانم خاں۔ ص۱۷)

ان مثالوں سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ فعل کا ہونے والا نتیجہ زیر توجہ رکھا گیا ہے۔ اگر یہاں اس ساخت کی جگہ حال معمولی کا صیغہ آئے تو اس سے مفعول نہیں بلکہ فاعل مدنظر رکھا جائے گا۔ اس حالت میں دونوں کا استعمال اس لیے مناسب ہے کہ دونوں میں وقوع فعل کی طرف کچھ اشارہ نہیں ہے اور ہر ایک کا مقصد کام کو ایک حقیقت کے طور پر پیش کرنا ہے۔ یہ تبدیلی معنی کو بدلنے پر قادر ہے۔

"اس کے بھائی نے گائے کو بس کھلاکر مار ڈالا ہے۔ اب جو میں تھانے میں رپٹ لکھانے جاتی ہوں تو یہ ہتیارا مجھے مارتا ہے۔"
(پریم چند۔ گئودان۔ ص۱۷۸)

زمانۂ ماضی

"میرے ساتھ بھاگنے تک کو تیار تھا۔ خودکشی کیے لیتا تھا۔ جان دیئے دیتا تھا۔" (شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۱۴۸)

'خودکشی کیے لیتا تھا'، 'جان دیئے دیتا تھا'، کے معنی یہ ہیں کہ نوبت خودکشی کرنے یا جان دینے تک پہنچ گئی تھی۔

"انھوں نے جس مسرت آمیز زندگی کا تصور کیا تھا وہ لاعلاج مرض کی طرح انھیں گھلائے ڈالتی تھی۔" (پریم چند۔ بیوہ ص۱۵۲)

'گھلائے ڈالتی تھی'، سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ گھلا کر چھوڑنے والی تھی۔

نیچے لکھے جملے بھی اسی طرح کے ہیں، جیسے:

"اس کی صورت کہے دیتی تھی کہ کوئی جنگلو ہے۔"
(پریم چند۔ شکوہ وشکایت۔ ص۱۶۱)

"ڈاکٹر صاحب کو پکڑے لیتے تھے کہ میرے پاس سے نہ جاؤ۔"
(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص۱۰۱)

"جبرا اپنا گلا پھاڑے ڈالتا تھا، نیل گائیں صفایا کیے ڈالتی تھیں اور ہلکو گرم راکھ کے پاس خاموش بیٹھا تھا۔" (پریم چند۔ پوس کی رات۔ ص۱۱۶)

مستقبل کے معنی

مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ فاعل نتیجہ حاصل کرکے ہی رہے گا۔

"دو چار دن میں ان کے مزاج ٹھیک کیے دیتی ہوں۔"
(پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۲۲)

"اچھا تو چل۔ ہم اسے چھوڑے دیتے ہیں۔" (پریم چند۔ سوانگ۔ ص۱۴۷)

"اس نے مخمور ہو کر کہا۔ میں پہنچائے دیتا ہوں، تلیا تو کیوں سر پر اٹھائے۔" (پریم چند۔ وفا کی دیوی۔ ص۱۶)

"اب ہم خود شہزادی کے ساتھ شادی کیے لیتے ہیں۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۶۴۱)

"میں جمال آرا کو یہیں بلائے لیتی ہوں وہ بھی ساتھ ہی کھائیں گی۔"
(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۵۹)

اس حال میں اگر حال معمولی کا صیغہ استعمال کیا جاتا تو بیان میں خود فاعل زیر توجہ رہتا۔ مندرجہ بالا ساختوں کے آنے سے ہونے والے نتیجے سے مطلب ہوتا ہے۔

بیان ،مرا جاتا ہے، اور ،بیٹھا پڑتا ہے، کا

لازم اور ناقص افعال کی ایسی ساخت سے کبھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ جانے اور پڑنے کے کام کس غرض سے ہو رہے ہیں۔

ان صورتوں میں ،جانا، اور ،پڑنا، افعال کے ساتھ ساتھ، آنا، چلنا وغیرہ

بھی کام دیتے آئے ہیں۔

جب فعل لازم یا ناقص بطور حالیہ تمام ہو تو حالیہ جنس و تعداد میں اکثر فاعل کے مطابق ہوتا ہے۔

• پیاس کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ صفحہ الف)

• میرے سر میں وہ درد ہے کہ سر پھٹا پڑتا ہے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۳۶۲)

،نکلا جاتا ہے، اور، پھٹا پڑتا ہے، کے یہ معنی رہے ہیں کہ دم نکلنے کو جاتا ہے اور سر پھٹنے کو پڑتا ہے مگر آج کل کی اُردو اور ہندی میں جو فرق ان میں آگیا ہے وہ صرف یہ کہ اب یہ دو اجزا پہلے کی طرح جدا جدا سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ اس طرح کی ہر ملاوٹ کے اجزا کے درمیان وہ نحوی تعلق نہیں رہا جو کبھی تھا۔ حالیہ تمام کا فعل اہم فعل ہو گیا۔ جانا پڑنا وغیرہ کا رول امدادی ہے۔

"مرا جاتا ہے" اور" پھٹا پڑتا ہے" لازم اور ناقص افعال کے امتزاجی مرکب میں اب یہ پایا جاتا ہے کہ اصل فعل کے حالیہ تمام سے جو کام ظاہر ہے اس کا اختتام منزل مقصود تک پہنچ کر ہی رہے گا۔

یاد رہے کہ کام کا اختتام اور کام کا نتیجہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ کام کے اختتام پر نتیجہ کا وجود ضروری نہیں ہوتا۔ وہ کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے۔ لازم اور ناقص افعال کی مندرجہ بالا ساختیں کام کا محض اس کے منزل مقصود کے قریب پہنچنا بتاتی ہیں۔ اور متعدی افعال کی ساخت کام کے نتیجہ کی طرف بڑھنا دکھلاتی ہے۔

پڑنا، جانا، آنا، چلنا امدادی افعال کام کا وقوع بتاتے ہیں جب کہ لینا دینا وغیرہ کام کو ایک حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ لازم اور ناقص افعال کی ،مرا جاتا ہے، اور، پھٹا پڑتا ہے، قسم کی ساختیں زمانۂ حال اور ماضی میں استعمال ہوتی ہیں۔

زمانۂ حال

"ہوا کے مارے اڑا ہی جاتا ہے برقع۔" (شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۵۳)
برقع کے اُڑا جانے کے یہ معنی ہیں کہ برقع اڑجانے والا ہے۔ "تو پھر جلدی کیا ہے؟ نماز کہیں بھاگی نہیں جاتی۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۴۸)

"اس کی شرم آلود نرگسی آنکھیں جھکی پڑتی ہیں۔ جبینِ ناز پر پسینہ آگیا ہے۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۱۹)

یہاں یہ کیفیت ہے کہ آنکھیں جھکنے کا کام منزل کو چلا ہے۔

"مگر تن تنہا اس امید پر غنیم سے لڑے جاتا ہے کہ شاید فتح نصیب ہوجائے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۱۹)

'تنہا لڑے جاتا ہے'، معنی آخری دم تک لڑنے کے لیے تیار رہنا۔

یہاں فعل لازم کا حالیہ تمام یائے مجہول کے ساتھ آیا۔ فعل لازم کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل دیا جاسکتا ہے۔

کام کے آخری منزل تک پہنچنے کے یہ معنی مندرجہ ذیل جملوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں:

"مارے ہنسی کے میرے پیٹ میں بل پڑے جاتے ہیں۔"
(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۴۳)

"بھائی میرے۔ جی کو کیا ہوا جاتا ہے؟ آپ ہی آپ بیٹھا جاتا ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۴۵)

زمانۂ ماضی

"مگر خفگی کا یہ پردہ اس کے دل کا راز نہ چھپا سکا۔ وہ روشنی کی طرح سے اس کے اندر سے باہر نکلا پڑتا تھا۔" (پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۲۲)

"شوہر کی بے بسی دیکھ کر منی کا سینہ پھٹا جاتا تھا۔"
(پریم چند۔ طلوع محبت۔ ص۱۲۷)

"اب اس بڑھاپے میں بھی اللہ کی عنایت سے روٹی ملی جاتی تھی۔ سو قمرن نے یہ گل کھلایا۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص ۱۸۲)

"اس کا جوشِ جنون اُسے اجازت نہیں دیتا کہ دم بھر کے لیے بھی چین لے۔ گو پاؤں رہے جاتے تھے مگر دل نہیں ٹھہرتا تھا۔"

(شرر۔ سفرنامہ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص ۴۶)

ماضی کے ان تمام ساختوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام منزلِ مقصود کے قریب پہنچ رہا تھا۔

لازم اور ناقص افعال کی زمانۂ حال کی ساختیں مستقبل کے معنوں کا بھی اظہار کرتی ہیں:

"۔ ۔ ۔ پرسوں تک بخیر و خوبی چھوٹے آتے ہیں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص ۸۰)

"ایک چشم زدن میں کام تمام ہوا جاتا ہے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص ۸۷)

"۔ ۔ ۔ اور دل میں سوچنے لگے کہ حسن آرا سے جو اقرار کیا تھا وہ آج خاک میں ملا جاتا ہے۔ ہم تو قتل ہوں گے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص ۹۹)

"مگر حکیم صاحب خوش ہیں۔ آج تمام منصوبے پورے ہو گئے۔ اب کیا ہے۔ نکاح ہوا جاتا ہے۔" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ ص ۱۲۵)

ان تمام مثالوں سے کام کا مستقبل قریب میں تمام ہو جانا پایا جاتا ہے اور یہی تمام کیا ہوا کام زیر توجہ رکھا جاتا ہے۔ اوپر دی ہوئی لازم اور ناقص افعال کی ساختوں میں حالیہ تمام اور امدادی افعال کے درمیان یہ امتزاجی تعلق ہے کہ افعال کا صیغہ اس الگ کام کا حال یا ماضی میں جاری ہونا بتاتا ہے جو اصل فعل کے حالیہ تمام سے ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا اختتام اس کی اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے ہی سے وابستہ ہوتا ہے۔

امدادی فعل جانا بکثرت افعال کے ساتھ آتا ہے۔ اور ہر لازم اور ناقص

فعل کا ساتھ دے سکتا ہے۔ لازم اور ناقص افعال کی مندرجہ بالا ساختیں اب مرکب صیغہ بھی جا سکتی ہیں۔ امدادی فعل، جانا، اپنے لفظی معنی کھو کر متعدی افعال کی بناوٹ میں بھی داخل ہو گیا، جیسے:

"نہ مردہ ہوں نہ زندہ۔ جئے جاتا ہوں۔ باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہوں۔ جب موت آئے گی مر بھی رہوں گا۔"

(محمد حسین آزاد۔ آب حیات۔ ص۵۱۳)

، (باتیں) کیے جاتا ہوں، پیئے جاتا ہوں، معنی کام منزل مقصود تک پہنچا کے چھوڑنا ہیں۔

متعدی، لازم اور ناقص افعال کے یہ صیغے ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔ ماضی تمام سے بھی آتے ہیں ان کا استعمال بطور مصدر اور حالیہ کے ہوتا ہے۔ ان کی امری، اختیاری اور شرطی حالتیں ہوتی ہیں۔

زمانۂ مستقبل

"آخر کچھ فکر بھی ہے یا آنکھ بند کیے روپیہ ہی لٹائے جاؤ گے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۵۱۰)

"کچھ کہو گے بھی یا یہی کہے جاؤ گے کہ غضب ہوا غضب کیا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل۔ ص۵۲۹)

زمانۂ استمراری

"توبہ کرو بہن۔ ایسے بچے نصیبوں والی کو ملتے ہیں۔ خواہ مخواہ بے چاروں کو ڈانٹے جا رہی ہو۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۱۴)

"ٹیلیفون ضدی بچے کی طرح چلائے جا رہا تھا۔" (منٹو۔ ٹوٹو۔ ص۳۷)

"چپ مُرداریں کہیں کی بکے جا رہی ہیں۔ خبردار جو کوئی بولی۔"

(عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص۹۹)

ماضی تمام

"مگر وہ بھلا سنتی تھیں نکلی چلی گئیں۔" (عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص۸۲)

"اشارہ خاک نہ سمجھے اپنی ہی کہے گئے۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص۳۱۹)

مصدر

"میرے دوستو زندگی کے معنی کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، سو رہنا اور مُنہ سے بولے جانا نہیں ہے۔" (حالی۔ آب حیات۔ ص۳)

"شاردا یوں روئے جانا ٹھیک نہیں۔" (منٹو۔ منٹو کے افسانے۔ ص۵۲)

حالیہ

"پھولوں کے مختلف نظر میں کھپے جاتے ہوئے رنگ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ایسی کیفیتیں ہیں کہ۔ ۔ ۔ ۔" (شرر۔ سفرنامہ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۵۸)

امری صورت

"تم اپنا اخبار لکھے جاؤ اور حق و انصاف کے نعرے لگائے جاؤ۔"
(پریم چند۔ لعنت۔ ص۱۴۳)

"ہاں پڑھے جاؤ۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۵۱۲)

"کچھ کرو اور کیے جاؤ۔ کیونکہ تم کرنے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہو۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۵۳)

"کس مزے سے کہتے ہیں کہ حقہ پیے جاؤ۔" (سرشار۔ فسانۂ آزادی۔ جلد اول۔ ص۲۱)

"تم کہے جاؤ۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۹۰)

"جو جی چاہے کہے جائیے۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں درست ہی کہتے ہیں۔"
(شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ ص۲۱۳)

"خیر اب حاشیہ نہ چڑھائیے سُنے جائیے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۹۳)

"اپنا کام کیے جاؤ" (پریم چند۔ شکوہ و شکایت۔ ص۲۲۲)

اختیاری صورت

"کیا جب۔ بھگوان نے ہنسنے کا موقع دیا ہے تب بھی روئے جائیں"

(پریم چند۔ قہر خدا کا۔ ص۲۷)

"جو آخر تک اپنا کام کرتا رہے اور کوشش کیے جائے دراصل مرتا ہی نہیں"

(شرر۔ سفر نامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۵۵)

"اس کی جان سکھی ہوئی تھی گویا کہ کسی گہرائی اتھاہ گہرائی میں گرا جارہا ہوں" (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ ص۱۴)

شرطی صورت

"شکر ہے تم نے آگاہ کردیا۔ ورنہ میں غلطی کیے جاتا"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۳)

قیاس کے معنی

"تم سچ کہتے ہو بے شک تمہارا دل بیٹھا جاتا ہوگا"

(شرر۔ سفر نامہ، ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۵۹)

اس طرح کے سب صیغوں کو ہم نے استقلالی صورت کے صیغوں کا نام دیا ہے۔

استقلالی صورت کے صیغوں میں کام اختتام کی طرف بڑھتا دکھایا جاتا ہے۔ کام کے کامل طور پر ختم ہونے کے جو معنی 'چکنا' میں ہیں وہ استقلالی صورت کے صیغوں میں بھی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ 'چکنا' میں یہ اختتام حاصل کیا ہوا بتایا جاتا ہے۔

متعدی افعال کی 'دہ بنائے دیتا ہے' ایسی ساختوں میں کام کا ہونے والا اختتام اور کام کا نتیجہ ایک مانا جاتا ہے۔ یہ معنی اور تاکیدی افعال کے معنی (بنادیتا ہے) ایک جیسے سمجھیں تو غلط نہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں صرف ناتمام اور تمام کا فرق ہوتا ہے۔ 'بنادیتا ہے' کا ان معنوں میں استعمال نیا اور کسی حد

تک غیر معیاری بھی ہے۔

استقلالی صورت کے صیغوں میں متعدی افعال کے حالیہ تمام اور لینا، وغیرہ کا مرکب بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے فعل کے ہونے والے اختتام کے آخر میں نتیجہ لگایا جاتا ہے۔

"لگتا ہے ۔ ۔ ۔ کوئی بے شرم میرے سر سے چادر چھینے لیے جاتا ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۶۶)

"کسی نے جاکے جڑ دی ہے کہ یہ لوگ نازو اور قمرن کو بھگائے لیے جاتے ہیں۔ (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۲۳)

"دوڑو دوڑو! ڈاکو مجھے لوٹے لیے جارہے ہیں۔"
(پریم چند۔ انصاف کی پولیس۔ ص۱۶۳)

"حوصلہ مند مسافروں کے خیال ریل سے پہلے ہی اُن مقاموں پر پہونچ جاتے ہیں جہاں کا شوق خود اُنھیں بھی اُس طرف کھینچے لیے جاتا ہے۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۲۹)

کبھی کبھی فعل لازم کے معنوں میں بھی اسی طریقہ سے نتیجہ کا اظہار کیا جاتا ہے:

"میں زمین پر گری پڑی جاتی تھی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۳۸)

اس سلسلے میں، چلا آنا، اور، چلا جانا، جیسے مجموعوں سے دلچسپ مواد دستیاب ہو رہا ہے۔ چلا آنا اور چلا جانا کی خصوصیت کیا ہے؟

،چلا جانا، اور ،چلا آنا، کا بیان

جہاں تک جایا جانا، آیا جانا، چلا چلنا، چلا جانا اور، چلا آنا، کا تعلق ہے تو یہ شکلیں پُرانے غیر امتزاجی مرکب ہیں جن کے دونوں اجزا کے درمیان مقصد کا تعلق باقی ہے۔ ساتھ ساتھ ماضی تمام کے صیغوں میں "چلا جانا" سے نتیجہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کام کا کسی مقصد سے ہونا (جایا جانا وغیرہ) وہ مفہوم ہے جو ان کو دوسری سب ساختوں سے الگ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ استقلالی

صورت سے نہ گھل مل گئے ہیں۔ ان کو بھی آدھا صیغہ سمجھنا لازم ہوگا۔

، جایا جانا، اور، آیا جانا، کی شکلیں کبھی کبھی استعمال ہوئی ہیں۔ ، چلا چلنا، کے صیغے زیادہ ملتے ہیں:

" لیکن کہاں جاؤں؟ کوئی یار کو چھوڑ کے کہاں جایا جائے گا۔"
(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۱۹)

" کہتی ہوں رنڈیاں بیل کر آئی جاتی ہوں۔" (پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۱۵)

" میں اور کیا لکھوں کلیجہ منہ کو آیا جاتا ہے۔ (پریم چند۔ عشقِ دنیا اور حُبِ وطن ص۸۵)

" ذرا ہمارے ساتھ چلی کیوں نہیں چلتی۔" (پریم چند۔ سوانگ۔ ص۱۴۶)

" اچھا تم بھی ساتھ چلے چلو۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اوّل۔ ص۲۱۳)

" بادشاہ نے کہا صلاح تو بہت ٹھیک ہے مگر ایک ارادہ کرلیا اور دور دراز عرصہ سامنے ہی چلے ہی چلو۔" (محمد حسین آزاد۔ دربار اکبری۔ ص۷)

" میں تو سوچتی ہوں مہینہ دو مہینہ کے لیے یہاں سے کہیں چلے چلیں۔"
(پریم چند۔ انصاف کی پولیس۔ ص۱۵۱)

" پیاری لبنیٰ اگر تم کہتیں تو میں چلا چلتا یا یہاں نہ آتا۔"
(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۱۳)

آیا جانا۔ جایا جانا اور چلا چلنا پر چلا جانا اور چلا آنا کے صیغوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ وہ مصدر کی صورت سے بھی آتے ہیں۔ نا تمام صورت کے صیغوں میں، چلا، حالیہ کے ذریعہ سے آنے اور جانے کا کام اپنی منزل مقصود کے قریب پہنچا دکھایا جاتا ہے آنے اور جانے کی تکمیل ان کاموں کی اپنی منزل مقصود بھی ہوتی ہے:

" اب مجھے اطمینان ہوگیا کہ اس کا چلا جانا ہی واقعی اچھا ہوا۔"
(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۱۰۷)

یہاں، چلا جانا، میں کام کا نتیجہ کے ساتھ تمام ہونا پایا جاتا ہے۔

" لگتا ہے کوئی رسّی لیے میری مشکیں کسنے چلا آتا ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرہ خون۔ ص۱۰۰)

"صحت کی خاطر کوئی ایسی دھوپ میں پیدل چلا جاتا ہے۔"
(ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ ص۱۲۵)

"ریل کے دفترے میں چلا آتا تھا۔ ایک انگریز کے بنگلے پر نیلام ہو رہا تھا۔"
(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۴۸)

"لوگ آکر ان کی صورت دیکھتے تھے اور چلے جاتے تھے۔"
(پریم چند۔ دو بیل۔ ص۱۵۴)

"نہیں، بیوی ہم نے تو ہمیشان یہی دیکھا کہ گردن نیچی کیے ہوئے چلی جاتی تھیں اور چلی آتی تھیں۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص۱۸۳)

"۔ ۔ ۔ دیکھتا کیا ہوں کہ چچی بھی چلی آرہی ہیں میرے کمرے میں۔"
(شوکت تھانوی۔ مولانا۔ ص۶۹)

"۔ ۔ ۔ اور اگر چلتے بھی تھے تو بیٹھ کر چلتے تھے یعنی ہاتھی کی عماری، اونٹ کے کجاوے۔ رتھ، پالکی، نتن وغیرہ میں بیٹھے ہیں اور چلے جارہے ہیں۔"
(ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ ص۱۱۲)

ماضی تمام کے صیغے میں، چلا جانا، اور، چلا آنا، چلنے کا وہ کام بتاتے ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔

(۱) بیانیہ قصوں میں:

"میں تو امی جان کے لانے کو اپنے گھر میں چلا آیا اور طاہرہ بیگم نے اسی وقت مغلانی کے پاندان سے گلوریاں بنا کے خاصدان میں رکھیں اور ایک شیشے کی تھالی میں چٹنی، ڈلیاں، الائچیاں اور عطر کی شیشی رکھی۔" (شرر۔ طاہرہ۔ ص۱۱۳)

"چوبیس سالہ اور خوبصورت ملکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ باقی سب لوگ ٹہلتے ہوئے دلکشا محل کے عظیم الشان کھنڈر کی طرف چلے گئے۔"
(قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص۲۰۵)

(۲) الگ تھلگ کام کسی خاص وقت سے منسوب ہوتا ہے مگر یہاں بھی کام کے مقصد سے تعلق کیا جاتا ہے:

"تیرا من کیا کہتا ہے؟ بے گاؤں ہی میں کہ کہیں باہر چلا گیا؟"
(پریم چند۔ گئودان۔ ص۲۰۱)

"آپ نے بڑا احسان کیا کہ میرے بُلانے پر اسی وقت چلی آئیں۔"
(شرر۔ طاہرہ۔ ص۱۱۳)

"میں بھاگ کے اور کہاں جا سکتا تھا۔ آپ کے لشکر میں چلا آیا۔"
(شرر۔ لعبتِ چین۔ ص۸۸)

یہاں، چلا جانا، اور، چلا آنا، میں چلنے کا تعلق براہ راست پہنچنے سے ملایا جاتا ہے۔

"چلا جانا" اور "چلا آنا" کے ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں بھی فعل کا آغاز اور انت دونوں زیر توجہ رہ سکتے ہیں یعنی فعل کے ہونے کا خود وقت۔ "آنا" اور "جانا" میں فعل کا کرنا فاعل سے منسوب ہوتا ہے۔ کام کی طوالت اہمیت نہیں رکھتی۔ اس صیغے میں چلا آنا اور چلا جانا سے یہاں یہ پایا جاتا ہے کہ کام کا مقصد پورا ہو گیا:

"'تم کہاں چلی گئی تھیں؟'۔ 'میں دھوبن کے یہاں گئی تھی۔'"
(قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص۵۷۳)

"وہ ولی اللہ جو بے وفائی کر کے چلے گئے تھے آج دس بارہ برس کے بعد واپس آئے ہیں۔" (شرر۔ طاہرہ۔ ص۱۱۳)

"اس کے ایک سرے پر یہاں سے سینکڑوں میل دور گوڑ تھا جہاں وہ آج سے کئی سال ادھر اپنے سُلطان کو تنہا چھوڑ کر چلا آیا تھا۔"
(قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص۱۹۳)

اس صورت میں "چلا آنا" سے یہ استعمال بھی مخصوص ہے جب کام کا نتیجہ ہونے پر بھی خود نتیجہ نہیں بلکہ کام کا مقصد پورا کیا ہوا دکھانا ضروری ہوتا ہے:

"'جی آپ کو کیا چاہیئے؟'۔ 'کچھ بھی تو نہیں ۔۔۔ ایسے ہی آپ لوگوں کا سنٹر دیکھنے چلی آئی تھی۔' چند لڑکوں نے اسے شک و شبہ کی نظروں

سے گھورا۔" (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص۶۳۶)

یہاں "آنا" کا استعمال قابل ذکر ہے جس میں کام کے مقصد کے پورا ہونے کی بجائے خود فاعل زیر توجہ رہتا ہے:

"کون ہے وہاں کھڑا؟"۔ ہیرا بولا "میں ہوں دادا۔ تمہارے الاؤ میں آگ لینے آیا تھا"۔ ہیرا اس کے الاؤ میں آگ لینے آیا ہے۔ اس ذرا سی بات سے ہوری کو بھائی کی لگاوٹ کا پتہ چلا۔" پریم چند۔ گئودان۔ ص۱۷۱۔ ص۱۶۲)

"چلا جانا" فاصلہ محدود کرنے میں ایک اہم نشان ہے:

"میرے داہنے ہاتھ کو عالیشان برآمدہ تھا جس میں کمروں کی قطار کی قطار چلی گئی تھی اور سامنے ایک گیلری چلی گئی تھی۔"

(مرزا عظیم بیگ چغتائی۔ کھرپا بہادر۔ ص۱۲۷)

حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں "چلا جانا" فعل کا نتیجہ ظاہر کرسکتا ہے جب کہ "چلا آنا" ان معنوں میں نہیں آتا ہے۔ اس کی جگہ یہاں آنا فعل کے مادے اور "جانا"، "چکنا" وغیرہ کا مجموعہ کام دیتا ہے:

"بادشاہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہرے۔ اب سواری آگئی تھی۔ سوار ہو کے ہوا کھانے چلے گئے تھے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۷۵)

"ہال میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لڑکے واپس آچکے تھے"

(قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص۶۳۹)

اس صورت میں "چلا جانا" اور "چلا آنا" میں جو فرق کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ "چلا جانا" میں کام کا انت پوشیدہ رہ جاتا ہے جیسے:

"کاکا گھر میں نہیں، پنڈت دادا! کاکی کہتی ہیں کہ کہیں چلے گئے ہیں۔"

(پریم چند۔ گئودان۔ ص۱۸۰)

"چلا آنا" کا حال تمام (چلا آیا ہے) نہیں پایا جاتا ہے۔ "چلا آنا" اور "چلا جانا" کے معنی چلنے کے کام کو منزل مقصود پہنچانے کے ہیں۔ چونکہ "چلا آنا" سے کام کا آغاز اور انت دونوں نکلتے ہیں اس لیے حال تمام اور کبھی کبھی ماضی قبل ماضی کے صیغے منزل مقصود کا مطلب نتیجہ سے بدل دیتے ہیں۔ "چلا گیا ہے"

اور " چلا گیا تھا " سے نتیجہ صرف اس لیے ظاہر ہو سکتا ہے کہ کام کا آغاز ہی اسے سامنے لاتا ہے۔

" چلا آنا " کے حال تمام کی جگہ حال معمولی اور حال استمراری آتے ہیں :

" تم نے بھی کچھ سُنا ہے؟ ' ۔ ہاں، سُنا ہے۔ تمہارے مکان ہی سے چلا آرہا ہوں، " (پریم چند۔ بیوہ۔ صـ۱۵۷)

" دیکھ رہے ہیں کہ بھلا آدمی دور سے تھکا ماندہ چلا آرہا ہے مگر کسی کو ذرا بھی پرواہ نہیں! " (پریم چند۔ نرملا۔ صـ۲۶)

" ایک ہاتھ میں سیدھی لمبی جریب ہے اور دوسرے میں تسبیح۔ کوئی کہے گا کہ ابھی ابھی چلے آتے ہیں۔ " (شرر۔ طاہرہ۔ صـ۱۱۲، صـ۱۱۳)

" ' بس غپ ہے اماں جی! ' ۔ ' غپ کیسی۔ بازار میں سنتی چلی آتی ہوں۔ گنگا کنارے یہی بات ہو رہی تھی ' " (پریم چند۔ بیوہ۔ صـ۱۶۰)

جب نتیجہ کا موجود ہونا تکمیل فعل پر غالب رہتا ہے تو " آنا " اور " جانا " کے مرکب حالیہ تمام اور " ہونا " کے مفرد صیغے کا مجموعہ کام دیتا ہے، جیسے :

" جہاں سُن پاتے کہ کوئی فقیر آیا ہوا ہے اس کو بلاتے۔ "

(مضامین فرحت۔ حصہ دوم۔ صـ۶)

" اور ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت کے بعد لکھنؤ میں آئے ہیں۔ کسی بڑے دور کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ " (شرر۔ طاہرہ۔ صـ۱۱۲)

" چلا آنا " اور " آنا " جب تنہا یا کسی دوسرے فعل کے ساتھ بطور فعل امدادی کے آتے ہیں تو ان میں ہمیشہ یہ پایا جاتا ہے کہ کام فاعل کی طرف ہونے والا ہے۔ ترقی پذیر اور استقلالی صورت میں " آنا " اور " چلا آنا " صرف ان لازم افعال کے ساتھ آتے ہیں جو فعل کا کرنا فاعل کی طرف بتا سکتے ہیں جیسے بڑھنا، اُڈنا، بھاگنا وغیرہ :

" سائرہ جوں جوں موٹی ہوتی جاتی تھی شاکرہ کی ہڈیاں نکلی چلی آتی تھیں۔ " (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ صـ۱۰۱)

بخلاف اس کے جانا اور چلا جانا فعل کا کرنا فاعل سے دور ہوتا بتا سکتے ہیں:

"دیکھتی کیا ہوں کہ سرسر زمین پاؤں کے تلے سے نکلی چلی جاتی ہے۔"
(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۱۳۱)

مگر "جانا" اور "چلا جانا" میں کام کے تسلسل کے طریقہ کے ساتھ فعل کی دوری ہمیشہ نہیں نکلتی ہے۔

جب چلا آنا اور چلا جانا مستقبل مطلق کے صیغہ میں آتے ہیں تو ان ے کام منزل مقصود تک پہنچا بتایا جاتا ہے۔ ایسا کام کسی دوسرے کام سے متعلق پایا جاتا ہے:

"بیگم۔ بوا! بات یہ ہے کہ مردا اگر چلا بھی آئے گا تو کیا وہ عورتوں میں گھس کے بیٹھے گا۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۳)

"ہم آج تمہیں نہ جانے دیں گے اور جو چلی جاؤ گی تو ہمیں بڑا رنج ہوگا۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد چہارم۔ ص۲۰۷)

طویل، ترقی پذیر اور استقلالی صورت میں چلا جانا اور چلا آنا کے استعمال سے کام کے اختتام اور نتیجہ کی آمیزش سامنے آتی ہے:

"۔۔۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ دنیا کی تمام چیزوں کو ایک مدت سے دیکھتے چلے آتے ہیں اور ان سے محبت ہوگئی ہے۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم، ص۲۹)

"یہ قصر ایک زبردست قلعہ کی طرح سطح آب سے تقریباً سو فیٹ کی بلندی پر سر اُٹھا کے کھڑا ہے اور اس کے وسیع صحن سے پانی تک پتھر کی پختہ سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں۔" (شرر۔ الفانسو۔ ص۵)

"یہ کیا حماقت ہے کہ شادیوں پر شادیاں کیے چلے جاتے ہو۔"
(شوکت تھانوی۔ جوکر۔ ص۵۲)

استقلالی صورت میں "پیچھے جانا" اور "پیچھے لیے جانا" میں جو فرق بتایا گیا ہے وہی "روئے جانا" اور "روئے چلا جانا" کی شکلوں میں ہے:

"امی کو فرصت کہاں، وہ تو رات بھر اصغر کو لے کے ٹہلتی ہیں۔ وہ تو روئے چلے جاتے ہیں۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۱۲۸)

یہاں فعل کے کرنے میں فاعل کوئی دقیقہ اٹھا رکھنا نہیں چاہتا ہے۔

بجھائے نہ بجھنا بنائے نہ بنی کا بیان

یہ مجموعے ایسے ہیں جن میں ایک فعل متعدی اور دوسرا ناقص یا لازم آتا ہے۔ ناقص اور لازم فعل کا کام اسی متعدی کا دوسرا روپ یا 'بننا' 'رہنا' دیتا ہے:

"لیکن جب یہ زبردست لشکر لے کے آئیں گے اور سارے توران و ترکستان کو چڑھا لائیں گے تو موسیٰ کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔" (شرر۔ لعبت چین۔ ص ۶۶)

"اب کی طبیعت بگڑی تو پھر میرے بنائے کچھ نہ بنے گا۔"
(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص ۱۶۱)

"مگر کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیس زخموں سے چور ہو کے لڑکھڑایا۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص ۵۴)

"گھڑیاں کاٹے نہ کٹتی تھیں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص ۱۰)

"یہ ایک گھنٹہ کاٹے نہیں کٹتا۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص ۱۵۳)

rekhta

"یہ سب کیوں؟ اس لیے کہ زمانہ روکے نہیں رکتا۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص ۱)

"یہ تمہارے پھاڑے نہ پھٹے گی۔" (پریم چند۔ نجات۔ ص ۱۳۹)

"دونوں کے نام رہتی دنیا تک رہیں گے اور کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص ۵۳)

"یہ عشق میری رگ و پے میں سمایا ہوا ہے۔ کسی کے دور کیے سے دور نہیں ہو سکتا۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص ۳)

"موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے
تم کو چاہوں! کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش، غالب!
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(دیوان غالب۔ ص ۲۰۸)

اس طرح کے سب مرکب لفظوں کی آزاد ملاوٹیں ہیں۔ حالیہ تمام جو کہ یائے مجہول کے ساتھ آتا ہے کام کا طور طریق بتاتا ہے۔

یہ حالت جب بنا نفی کے آتی ہے تو بھی اس سے منفی معنی نکلتے ہیں۔

"ہمایوں کا دل ایسا نہ آیا تھا کہ کسی کے سمجھائے سمجھ جاتا۔ آخر محل میں داخل کر لیا۔" (محمد حسین آزاد۔ دربار اکبری۔ ص ۱۔ ص ۲)

"موٹے موٹے کپڑے اور بھدّے پوستین اس کے زاہد فریب حسن کو بہت کچھ چھپا رہے ہیں مگر ایک مہ وش کی شوخ ادائیں کہیں چھپائے چھپی ہیں۔"
(شرر۔ فردوس بریں۔ ص ۱۲)

"بہادر کہیں روکے سے رُکے ہیں۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص ۲۱۱)

ان تمام مثالوں میں فعل کے نہ ہونے کی وجہ فاعل کی قابلیت سے وابستہ نہیں ہے۔ فعل کا ممکن نہ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کی خلاف ورزی کرنا فاعل

کے بس کی بات نہیں ہے۔

بیان ،کرتے نہ بنی، مجموعہ کا

یہ کرنا، کہنا، سوچنا وغیرہ کے حالیہ نا تمام اور بننا یا بن پڑنا کے صیغے کا مرکب ہے۔ حالیہ نا تمام یائے مجہول سے آتا ہے۔ بننا کے صیغوں کی تذکیر و تانیث کا دارو مدار ،بات، یا ،کام، لفظ پر ہوتا ہے جو جملے میں نہیں دیا جاتا ہے اور جس کا امتیاز خود بولنے والے پر ہوتا ہے، جیسے:

"باہر جاکے دو ایک مرتبہ خیال آیا کہ مکا کو سمجھا دیں کہ اپنی جورو کو گھر میں نہ جانے دے مگر کچھ کہتے سنتے نہ بن پڑا۔ آخر بات گئی گذری ہوئی۔"

(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص ۱۱۶)

"حسینی سے کسی طرح انکار کرتے نہ بنی۔" (شرر۔ فردوس بریں۔ ص ۱۷۱)

"اور ان کے حکم پر اس سے بھی انکار کرتے نہ بنے گی۔"

(شرر۔ مینا بازار۔ ص ۱۳۸)

"اب کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص ۳۴۲)

"کیا کہیں اب تو کچھ کہتے بھی بن نہیں پڑتا۔" (شرر۔ فردوس بریں۔ ص ۲۴۶)

حالیہ نا تمام کی جگہ ،بات، ،کام، وغیرہ لفظ آسکتا ہے، جیسے:

"دوسری یہ کہ اپنے شوہر کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں بن پڑتی۔"

(شرر۔ مینا بازار۔ ص ۱۶۹)

"عمر ہاتھ سے نکلی جاتی ہے اور آہ! کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی کہ بس بے دفا کو روکیں۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص ۱)

جب یہ مجموعہ بنا نفی کے آتا ہے یا نفی کے ساتھ آکر بھی احتیاط کے معنی رکھتا ہے تو اس سے مجبوری ظاہر ہوتی ہے۔

"بشیر۔ روتے نہ بن پڑے۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص ۲۸۱)

اس جملے میں اختیاری صورت ہے:

"بچاروں کو منہ چڑا کے بھاگتے ہی بنی۔" (عصمت چغتائی۔ ساس۔ ص ۵۰)

یہ مجموعہ نہ مرکب لفظ ہے اور نہ مرکب صیغہ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ فاعل کے کرنے سے کام نہیں ہوسکتا یا فاعل کام کے کرنے سے لاچار ہے۔

کبھی ، بننا ، کا صیغہ آتا ہے اور کبھی ، بن پڑنا ، کا ، بننا ، فعل سے فاعل اور ، بن پڑنا ، سے فعل کا نتیجہ زیر توجہ ہوجاتا ہے۔

"وہ ہوا چاہتا ہے" کا بیان

یہ ترکیب زمانۂ حال اور ماضی میں آتی ہے۔ اصل فعل کے حالیہ تمام اور ، چاہنا ، کے حال معمولی یا ماضی معمولی کا مرکب ہے۔ جاندار اور بے جان دونوں ہی قاعدے کے تحت میں پائے جاتے ہیں۔

بے جان اشیاء

"شام سے سب سے خوفناک دستہ بس پہنچا ہی چاہتا ہے۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۵۵)

"وہ وقت قریب آیا چاہتا ہے جس میں مسافروں کو قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ راستہ بھلانے والوں کی بدلی ہوا چاہتی ہے۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ اول۔ ص۱۵)

"یہاں بھی ہمارا اس وقت کا سامنا ہوا چاہتا ہے جس میں لاکھ کسی کا انتظار ہو مگر تم دل بہلا دیا کرتے تھے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ اول۔ ص۳)

"دھندلکے کا وقت تھا۔ صبح ہوا چاہتی تھی۔" (محمد حسین آزاد۔ دربار اکبری۔ ص۶۵۴)

"اب شام ہوا چاہتی ہے پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی۔"
(شرر۔ فردوس بریں۔ ص۱۶)

"لیکن یکایک خیال کی محویت سے چونک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دن ختم ہوگیا۔ آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور شام ہونے کو ہے۔"
(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۳۴)

جان دار

"اور نوشلین کو اپنی اس ضرب پر اس قدر ناز تھا کہ سمجھا ہٹنے کے بعد یہ غش

کھاکے گھوڑے سے گرا چاہتا ہے۔" (شرر۔ لعبت چین۔ ص۱۲)

• نصوح نے ہیضہ کیا اور سمجھا کہ مرا چاہتا ہے۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۱)

"یہ دیکھ کے کہ موسیٰ دوسری طرف سے مہ جبین نوشین تک پہنچا چاہتا ہے، گھبرا کے اپنے گھوڑوں کو چابکیں مارنے لگے کہ قریب پہنچیں۔"

(شرر۔ لعبت چین۔ ص۲۲)

"بسم اللہ کہہ بولا ہی چاہتی تھیں کہ خانم نے نواب سے کہا۔ ۔ ۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۳۰)

"۔ ۔ ۔ خبر دی کہ دلفگار سرخرو اور باوقار لوٹا ہے اور حضوری میں باریاب ہوا چاہتا ہے۔" (پریم چند۔ دنیا کا سب سے انمول رتن۔ ص۲۶)

"اور جب دیکھا کہ شاہزادی بلغان خاتون لیٹ کر آرام کیا چاہتی ہے تو اس سے رخصت ہو کر دروازہ اندر سے بند کرا دیا۔" (شرر۔ فردوس بریں۔ ص۱۳۰)

،چاہنا، کا ضمیر شخصی کے ساتھ آنا

ضمائر میں غائب واحد کے علاوہ متکلم اور مخاطب بھی کبھی کبھی ملتے ہیں:

"چھت بتا رہی ہوگی کہ نیچے سے ہٹ جاؤ میں آیا ہی چاہتی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ کچل جاؤ۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ دوم۔ ص۶۹)

"میں نے اس کے چاک کرنے کا مُصمّم قصد کر لیا۔ چاک ہی کیا چاہتی تھی کہ یہ معلوم ہوا جیسے کان میں کوئی کہہ رہا ہے۔ ۔ ۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۶۴)

"دنیاوی ترقی کے زینوں پر چڑھنے میں کچھ ہم ایسے مشغول ہوا چاہتے ہیں کہ خدا ہی ہے جو تمہارا دھیان رہے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ اول۔ ص۱۳)

"مگر بعد مدت کے جب معلوم ہوا کہ اب دو ہی تین دن میں تم جنت میں آیا چاہتے ہو تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم ان ظالموں کے پھندوں میں پھنس گئے ہو۔"

(شرر۔ فردوس بریں۔ ص۱۵۵)

بے جان اشیاء کے ساتھ استعمال ہو کر ،چاہنا، یہ معنی دیتا ہے کہ کام ہونے کو ہے یا ہونے کو تھا یعنی ہونے والا ہے، ہونے والا تھا۔ ہو رہا ہے یا ہو رہا تھا۔

جانداروں کے ساتھ اس صورت میں ، آکر، چاہنا، فاعل کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اس قاعدے سے صرف وہ جاندار مستثنیٰ ہیں جو ہوش میں نہیں ہوتے۔ (پہلی مثال)۔ جدید اُردو میں یہی معنی مصدر اور ، چاہنا، کے صیغے کے مرکب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہندی کے ماہر لسانیات کاشناتھ سنہا نے اس مجموعہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ :

''–अ अन्त वाले कृदन्त + चाहना – 'किया चाहते हैं'. . . के स्थान पर 'करना चाहते हैं' प्रयोग अधिक चलता है'' (हिन्दी में संयुक्त क्रियाएं, 66)

قریب زمانہ میں ہونے والے کام کے اظہار کے لیے ، ہوا چاہتا ہے، نمونہ پُرانا پڑگیا ہے اور یہ بات سب قواعد نویسوں نے تسلیم کی ہے۔

ڈاکٹر عبدالحق نے اس ترکیب میں ، چاہنا، کا استعمال یوں بیان کیا ہے کہ "۔۔۔ یہ بتاتا ہے کہ کام قریب زمانہ میں ہونے والا ہے۔ مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں رہتا ہے، جیسے وہ بولا چاہتا ہے، دیکھئے کیا ہوا چاہتا ہے، یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ یہی معنی مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدلنے اور اس کے بعد ، کو، اور ، ہونا، کے افعال ماضی و حال بڑھانے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہنے کو ہے، کہنے کو تھا، جانے کو ہے، جانے کو تھا، وغیرہ یعنی ابھی جانا چاہتا ہے یا جانے والا ہے، جانا چاہتا تھا، یا جانے والا تھا۔" (قواعد اُردو۔ ص۱۲۵)

جہاں تک اس ترکیب کے معنوں کا تعلق ہے تو ڈاکٹر عبدالحق صاحب کی رائے سے اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض اگر ہے تو صرف اتنا کہ اس مجموعہ کو مرکب افعال میں شامل کیا گیا ہے۔ اور یہ حالت صرف فعل حال میں پائی گئی۔

ہماری رائے میں ، ہوا چاہتا ہے، دو الفاظ کا غیر امتزاجی مجموعہ ہے۔ ہم اس سے متفق ہیں کہ ان ترکیبوں کے بنا، بھی جدید ہندوستانی کا کام چل جاتا ہے لیکن یہاں ایک بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ ان مجموعوں سے متعلق بعض دشواریاں بھی حائل ہیں۔ قدیم ہونے پر بھی وہ اب تک کم تعداد میں صحیح مگر رائج ہیں۔

’ہونے والا ہے‘، ’ہونے کو ہے‘ اور ’ہو رہا ہے‘ کے مقابلے میں ’ہوا چاہتا ہے‘ میں یہ عنصر بھی شامل ہوگیا کہ کام ہو کر ہی رہے گا۔ اس کی نفی ’کاٹے نہ کٹتا‘ جیسی ترکیب میں پائی جاتی ہے جس سے فعل کا ممکن نہ ہونا خارجہ عناصر یا فاعل کی خود اپنی فطرت سے وابستہ کیا جاتا ہے۔

مارے ڈالتا ہے، پھٹا پڑتا ہے، کاٹے نہ کٹتا، کرتے نہ بن پڑتی، بھاگتے ہی بنتی، ہوا چاہتا ہے وغیرہ مجموعوں کی خصوصیت نے محاوروں کی سی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ ان کی مدد سے زبان بنتی چلی آئی ہے۔ ’کردینا‘، ’کیے جانا‘، ’کرسکنا‘، ’کرپانا‘، ’کرنے پانا‘، ’کرنا پڑنا‘، ’کررہا ہونا‘ کی شکلیں ان سب سے مخصوص ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ افعال کی شکلوں کے سلسلے میں مزید تحقیق انھیں صورتوں کے بارے میں ہونی چاہیے۔ معیاری اُردو کی تشکیل میں ان سب نے ہاتھ بٹایا۔

rekhta

تیسرا باب

rekhta

اسم، صفت اور فعل کے مجموعے

(مرکب اور غیر مرکب افعال)

اسم، صفت اور فعل کی ترکیبوں کا مُطالعہ کرنے کے بعد ماہرین لسانیات اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ تمام مرکب افعال ہیں مگر کچھ جدید محققین لسانیات اس سے پورے طور پر متفق نہیں ہیں[1] اپنے حقیقی معنوں کے اعتبار سے " ترجمہ کرنا " جیسی فعلی ترکیب واقعی مرکب لفظ ہے کیونکہ مطلب ظاہر کرنے میں یہ دو الفاظ ایک مرکب لفظ کا کام دیتے ہیں اور لغت میں ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ " ترجمہ " کے ساتھ " کرنا " کی بجائے " دینا " نہیں آسکتا۔ اس کے لیے ایک مستند قاعدہ ہے گر جملوں میں ان مجموعوں کا استعمال ایک سا نہیں پایا جاتا ہے۔ اسم اور فعل کے جن مجموعوں کے ساتھ " کا " " کی " حرف ربط آتے ہیں۔ وہ مجموعے مرکب لفظ نہیں کہے جاسکتے۔

اس صورت میں اسم فعل کے لیے مفعول کا کام دیتا ہے۔ اس حالت میں اپنے نحوی معنوں کے اعتبار سے یہ دو الفاظ ایک امتزاجی مرکب کی حیثیت نہیں

---

[1] ڈاکٹر ولا دیمیر چیرنی شیف۔ اسم اور فعل کے غیر امتزاجی مرکب۔ (" ہندوستان کی زبانیں " ماسکو۔ ۱۹۶۱ء)

ڈاکٹر پیرو فسکی۔ ہندی میں افعال۔ ماسکو ۱۹۸۲ء۔ صفحات ۱۴۔۲۲۔

رکھتے ہیں۔ مرکب فعل کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسم اور فعل کا مجموعہ صرفی اور نحوی اعتبار سے بھی ایک ہو۔ یہ صورت اس استعمال میں پائی جاتی ہے جہاں ان مجموعوں کے ساتھ "کا" "کی" حرفِ ربط نہیں آتا ہے اس حالت میں اس مجموعے کا مفعول کوئی اور لفظ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں یہ امر یقینی ہے کہ اسم اور فعل کی آمیزش کی پہچان نحوی استعمال ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

اسم اور فعل کا امتزاجی مرکب (مرکب فعل) جیسے:

"غریب محتاج جو ان کی قدم بوسی کو آتے وہ سامان انھیں تقسیم کردیا جاتا۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۱۰۹)

"بوا حسینی نے خوشی خوشی مٹھائی تقسیم کی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص)

"پیداوار کی زیادتی اور کمی کے تناسب سے اناج حصہ رسدی تقسیم ہوتا تھا۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۶۹)

"جب انھوں نے احمد شاہ کی تعریف میں قصیدہ کہا تو بادشاہ نے ہزار روپیہ نقد اور گھوڑا اور تلوار انعام دی۔" (محمد حسین آزاد۔ آبِ حیات۔ ص۱۵۵)

"اُس پر لکھا تھا کہ میاں آزاد خانہ برباد نے آج اس باغ کو معائنہ کیا۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۳۹۹)

اسم اور فعل کا غیر امتزاجی مرکب (غیر مرکّب فعل):

"ایسا لگتا ہے کہ آرٹسٹ نے مہینوں اس گلی میں جا جا کر وہاں کے غریبوں کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔" (احمد عباس۔ لال اور پیلا۔ ص۱۱)

"آپ نے میرے منہ در منہ نوکری کا پیغام دیا۔"
(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۲۳)

"اگر آپ کے ایسے ہی مراسم ہوتے تو سعیدہ بہن کبھی تو آپ کا ذکر بھی کرتیں۔ (شوکت تھانوی۔ خدا نخواستہ۔ ص۱۴۴)

"عرفان کو غصہ آگیا۔" (انتظار حسین۔ بستی۔ ص۴۲)

اسم اور فعل کے کچھ مجموعے دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں یعنی کا، کی علامتوں کے ساتھ اور ان کے بغیر۔ مگر یاد رہے کہ اسم اور فعل کا ہر مرکب

ایسا نہیں آتا۔ ہر ایک کا اپنا اپنا قاعدہ ہوتا ہے؛

• اس لیے کفایت شعاری کی تعلیم دے رہی ہوں۔"
(شوکت تھانوی۔ خدانخواستہ۔ ص۱۴۵)

• اس کو گالیاں تعلیم دی جاتی تھیں۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۹۹)

" دیلو کی مہریوں سے احتراز کرنے کی تعلیم دیتی تھی۔ سمترا مہریوں سے ہنسی دل لگی کرتی رہتی تھی۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۳۴)

• خانم جان کی نوچیوں کو صرف ناچ گانے کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی بلکہ لکھنے پڑھنے کے لیے مکتب بھی تھا۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۴۳)

• آج بھی ان کی یاد آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو بھر جاتے ہیں۔"
(پریم چند۔ بیوہ۔ ص۷۱)

"کملا کو دفعتاً ساڑھیوں کی یاد آگئی۔" (پریم چند۔ بیوہ۔ ص۴۳)

"۔ ۔ ۔ مدتوں ہم اُن آموں کو یاد کیا کرتے ہیں۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۱۰۷)

"جب یہاں سے چلا جاؤں گا تب آپ کی بہت یاد آئے گی۔"
(پریم چند۔ نئی بیوی۔ ص۱۲۱)

• اسے اپنا ہجران زندگی کا زمانہ یاد آگیا۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ اول۔ ص۱۰۶)

• کوئی کتاب انگریزی کی ترجمہ کرنا ضروری ہے۔"
(مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۱۵۸)

" کیا اچھا ہوتا اگر یہ کتاب اُردو انگریزی دونوں زبانوں میں ترجمہ ہوکر شائع کی جاتی۔" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ ص۱۵۸)

" اس کا فارسی میں ترجمہ کرو۔" (اشفاق احمد۔ گڈریا۔ ص۳۱۹)

"یونانیوں کی جتنی کتابیں انھوں نے ترجمہ کیں۔ ان میں ایک بھی دیوان شعر ترجمہ نہیں ہوا۔" (الطاف حسین حالی۔ مقدمۂ شعر و شاعری۔ ص۵۰)

" تھوڑی دیر اسے استعمال کیا اور چھوڑ کر چلتے بنے۔" (منٹو۔ ممی۔ ص۱۸۰)

"افیون کا استعمال کیا کرتے تھے۔" (رشید حسن خاں۔ زبان اور قواعد۔ ص۴۳)

"ایسے الفاظ اس کی اپنی اختراع تھے جن کو وہ گفتگو میں بے تکلف استعمال کرتا تھا۔" (منٹو۔ بابو گوپی ناتھ۔ ص۱۵۳)

"آگرہ کا روضہ تاج گنج اور دہلی کی جامع مسجد تعمیر ہو رہی ہیں۔"
(شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ حصۂ دوم۔ ص۵)

"انھوں نے بڑی جانفشانی سے کوفہ کی تعمیر کی تھی۔"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۳۲۳)

صفت اور فعل کے مجموعے

ان مجموعوں میں مرکب فعل کی پہچان یہ ہے کہ جس لفظ کا صفت کے طور پر اپنا الگ استعمال ہے اسے فعل میں شامل کرنا ٹھیک نہیں ہوگا جیسے ٹھیک کہنا (ٹھیک بات)، خوبصورت بنانا (خوبصورت لڑکی)۔ ٹھنڈا رکھنا (ٹھنڈی چائے)، مشہور ہونا (مشہور آدمی)، روشن کرنا (روشن کمرہ)۔ اچھا لگنا (اچھا لڑکا)، مشکل بنانا (مشکل کام)، تمام ہونا (تمام کام) وغیرہ وغیرہ۔

جن لفظوں کا اپنا الگ استعمال نہیں پایا جاتا ہے وہ اسی بنا پر فعل سے بھی جُدا نہیں کیے جا سکتے ہیں جیسے حل کرنا، پامال ہونا، رسوا ہونا، مبذول کرنا، متحد کرنا، منتخب کرنا، منظور ہونا، معلوم ہونا۔ حاصل کرنا، متفق ہونا، ختم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مرکب افعال ہیں۔

"چائے گرم ہوئی" جملے میں چائے اسم ہے۔ "گرم" اس کی صفت اور "ہوئی" فعل ہے۔ "مسئلہ حل ہوا" جملے میں مسئلہ اسم اور "حل ہوا" فعل ہے۔ کیونکہ "حل مسئلہ" نہیں کہتے "حل کیا ہوا مسئلہ" کہتے ہیں۔

"اس میں کچھ تمام اور کچھ ناتمام غزلیں ہیں۔"
(محمد حسین آزاد۔ آبِ حیات۔ ص۵۱۴)

"تمام" اور "ناتمام" کا یہاں جو استعمال آیا ہے وہ یہ کہنے کا حق دیتا ہے کہ "تمام ہونا" اور "ناتمام ہونا" میں فعل صرف "ہونا" ہے۔

اُردو اور ہندی میں مرکب افعال کی تعداد اتنی بڑی نہیں ہے جتنی بڑی اکثر بتائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں اُردو اور ہندی میں مرکب افعال کی دو قسمیں ہیں :

(۱) اسم اور فعل کے وہ مجموعے جو "کو" حرف ربط کے ساتھ آتے ہیں۔

(۲) صفت اور فعل کے وہ مجموعے جن کی صفت الگ نہیں آتی ہے۔

rekhta

چوتھا باب

زمانہ کے صیغے

۱. زمانۂ حال

۲. زمانہ ماضی / زمانۂ ماضی تمام اور زمانۂ ماضی ناتمام کے صیغے

۳. زمانۂ مستقبل

زمانہ حال کے صیغے نہ صرف اس کام کا اظہار کرتے ہیں جو بولنے کے وقت میں جاری ہوتا ہے بلکہ ان سے وہ کام بھی معلوم ہوتا ہے جو وسیع زمانے پر پھیلا ہوتا ہے، یا جو تکرار کے ساتھ عمل میں آتا ہے مختصر یہ کہ کاموں کا تعلق بولنے کے وقت سے ہمیشہ نہیں ہوتا ہے لیکن ایسے کاموں کی حقیقت صرف اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بولنے کے وقت کے لئے بھی ٹھیک ہیں۔

حال معمولی کا صیغہ

حال معمولی کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "ہونا" کے حال کے مفرد صیغوں کا مرکب ہے، جیسے "وہ کرتا ہے"۔ جملے میں استعمال کے وقت صیغے کی صورت میں یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں حالیہ ناتمام بہ لحاظ جنس (اور مذکر میں بہ لحاظ تعداد بھی) اسم کے ساتھ آئے گا، امدادی فعل اشخاص و تعداد میں اسم کے مطابق ہوگا۔

حال معمولی کا استعمال اس کام کا مفہوم ادا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جو حقیقی حال میں فاعل سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس کے وقتی معنوں کی قسمیں اس بات میں پائی جاتی ہیں کہ اس کے وقتی معنوں میں آہستہ آہستہ ماضی اور مستقبل بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

حال معمولی کے استعمال کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱ ایسا کام ظاہر کرنے کے لئے جو معمول کے ساتھ عمل میں آتا ہے اور اس لئے اکثر اس سے فاعل کی خصوصیت نمایاں ہوتی ہے، مثلاً۔

"اور لطف یہ کہ کھیلتے بھی ہیں۔ تماشا ناچ رنگ بھی دیکھتے ہیں کلب

یں بھی جاتے ہیں، ہوا بھی دو وقتہ کھاتے ہیں، سیر بھی کرتے ہیں شکار پر بھی جاتے ہیں۔ اور پھر بھی اپنا کام کرتے ہیں، اور کتابیں پڑھتے ہیں، اور مطالعہ اخبار کرتے ہیں۔ اور کتابیں بھی تصنیف کرتے ہیں، اور آرٹکل بھی لکھتے ہیں" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۱)۔

"دیکھئے سرکار جو اس کے منہ میں آتا ہے واہی تباہی بک دیتا ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ صفحہ ۶۸)۔

"مگر ہمارے خاندان کی بہو بیٹیاں ان معاملات میں گونگی اور بہری دونوں ہوتی ہیں" (شوکت تھانوی۔ اگر میں لڑکی ہوتا۔ صفحہ ۲۱)۔

افعال کے ان صیغوں سے معمول ظاہر ہوتا ہے۔

اگر معمول کے ساتھ ہونے والے کام کی کثرت متعین کرنی ہوتی ہے یعنی کام کم تکرار کے ساتھ ہوتا ہے یا زیادہ تکرار کے ساتھ، بار بار دہرایا جاتا ہے یا نہیں، تو اس کے لیے جملے میں مناسب تمیزی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے

"مگر اس میدان میں کبھی کبھی ایسے سپاہی بھی آجاتے ہیں جو موقع پر قدم بڑھانا جانتے ہیں" (پریم چند۔ رانی سارندھا۔ صفحہ ۸۶)۔

"اور کئی برس سے وہ ہر رات یہاں آتی ہے اور لالٹین جلاتی ہے"

(عباس۔ دیا جلے ساری رات۔ صفحہ ۳۳)

اس میں اب وہ تحمل نہیں ہے۔ اسے جلد غصہ آجاتا ہے وہ جلی کٹی باتوں کا اکثر جواب بھی دے دیتی ہے" (پریم چند۔ بازار حسن۔ صفحہ ۶)۔

"بعض اوقات ناواقفیت اور بے علمی سے بھی سخت بدگمانی پیدا ہوتی ہے"

(حالی مقالات حالی۔ حصہ اول۔ صفحہ ۱۰۰)

مندرجہ بالا جملوں میں حال معمولی کا صیغہ مناسب تمیزی الفاظ سے مل کر کام کی تکرار کی کثرت بتاتا ہے۔

کام کسی خاص حالت کے تابع ہو کر اسی حالت کے ساتھ دہرایا جا سکتا ہے، جیسے

"اور برسات میں یہ حال ہوتا ہے کہ آفتاب ہفتوں نہیں نکلتا ہے" (سرشار۔

سیر کہسار۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۹)۔

آفتاب کے ہفتوں نہ نکلنے کی کثرت برسات کے دنوں کی تعداد سے وابستہ ہے۔

"جب سوچتی ہوں تو پہروں دل قابو میں نہیں رہتا" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۵۱۲)

اس جملے کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جتنی بار سوچتی ہوں اتنی بار دل قابو میں نہیں رہتا ہے۔

اسی طریقۂ استعمال کی کچھ اور مثالیں دیکھئے۔

"گھٹائیں جب آتی ہیں بجلی چمکتی ہے۔ بادل کڑکتا ہے مور جب بولتا ہے پپیہا پی کہاں کی صدا لگاتا ہے سہاگنوں کے جھولے جب دیکھتی ہوں پھول پہننے والیاں جب سامنے آتی ہیں میری تمناؤں، میرے ولولوں میں حشر برپا ہو جاتا ہے، کلیجہ پر سانپ لوٹتا ہے۔ ننگی کلائیوں پر نگاہ جاتی ہے تو بے اختیار ٹھنڈا سانس نکل جاتا ہے" (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ صفحہ ۴۴)۔

"جس دن تمہاری گھر والی کا منہ تڑکے دیکھ لیتا ہوں اس دن کچھ نہ کچھ جرور ہاتھ لگتا ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۳۱)۔

۲۔ مسلمہ صداقتوں اور حقیقتوں کو ظاہر کرنے کے لئے، جیسے

"خربوزے کو دیکھ کے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" (سرشار۔ کامنی صفحہ ۴۶۴)۔

"اے بی بی یہ تو دنیا جہان ہے کوئی روتا ہے کوئی گاتا ہے کوئی ناچتا ہے کوئی بجاتا ہے، کوئی جیتا ہے کوئی مرتا ہے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۴۰۲)۔

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے" (شرر۔ قیس ولبنیٰ۔ صفحہ ۱۵۸)۔

"دیکھو! چراغ آفتاب کے سامنے روشن نہیں ہوتا اور ستارے چاند کے سامنے ماند رہتے ہیں اور لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے" (حالی۔ مقالات حالی۔ حصہ اول۔ صفحہ ۲۹۸)۔

"آگ پانی سے بجھ جاتی ہے" (پریم چند راجپوت کی بیٹی صفحہ ۶۲)۔

ان مثالوں میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل سب کے لئے ٹھیک ہیں۔

۳ - ایسے کام کے لئے جو بولنے کے وقت جاری ہو۔ مثلاً

"شاعر جاگ اٹھتا ہے لیکن ایک کراہ کے ساتھ، ایک ایسی آہ کے ساتھ جو کبھی اس کے دل سے نہ نکلی تھی،، (نیاز فتحپوری، ایک شاعر کا انجام، صفحہ ۲۴۷)۔

"دیکھئے وہ آدمی ایک شبیر کا کان پکڑ کر کس طور پر اس کو اٹھاتا بٹھاتا ہے،، (سرشار فسانہ آزاد، جلد سوم، صفحہ ۱۰)۔

"اسٹھے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت ایک جوان رعنا کے گلے میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہوئی ہے۔ دونوں زار زار روتے ہیں،، (سرشار، فسانہ آزاد، جلد سوم صفحہ ۲۱۸)۔

اب اس وقت تو بس یہی لطف ہے کہ دروازے سب کھلے ہیں مینہ برس رہا ہے بجلی چمکتی ہے بادل گرجتا ہے ہوا کے جھونکے سن سن چلتے ہیں اور چاروں بہنیں ایک جگہ بیٹھی ہنستی بولتی ہیں،، (سرشار، فسانہ آزاد، جلد سوم، صفحہ ۲۸۹)۔

اس صورت میں حال معمولی کا صیغہ اس الگ کام کے معنی دیتا ہے جو بولنے کے وقت میں جاری ہے۔

یہاں اردو جاننے والے ہر آدمی کو حال استمراری کا صیغہ (وہ کر رہا ہے) یاد آئے گا۔ کیلوگ سے لیکر آج کل کے قواعد نویسوں تک کسی نے ان دو صیغوں میں فرق بتانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ زبان کے مواد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کام بولنے کے وقت میں ہوتا ہے تو یہ دونوں صیغے ہمیشہ ساتھ ساتھ استعمال نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اوقات صرف حال استمراری کا صیغہ ایسے کام کا اظہار کر سکتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں مرکب جملوں سے بہ کثرت پیش کی جا سکتی ہیں جن میں ہونے والا کام زیر توجہ لایا جاتا ہے، مثلاً

"وہ رشک سے دیکھتا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی کس مزے سے باورچی خانہ میں بیٹھا گرم گرم روٹی توے سے اترتی گائے کے گھی سے چپڑی کھا رہا ہے،،

(راشد الخیری، سمرنا کا چاند، صفحہ ٦)

اس جملے میں روٹی کھانے کا کام اپنے واقع ہونے کے کسی ایک لمحے میں دیکھا جاتا ہے۔

انجان صورت میں یہ سوال کہ ”اس وقت کیا کام ہو رہا ہے“، صرف حال استمراری کے صیغے سے کیا جا سکتا ہے۔

باقی استعمال میں حال معمولی اور حال استمراری میں جو فرق پایا جاتا ہے اس کا تعلق خود کام سے نہیں ہوتا ہے۔ اگر بولنے والا کام کا تسلسل دکھانا چاہے گا تو وہ حال استمراری کے صیغے کا استعمال کرے گا۔ جب کام کے تسلسل پر زور دینا نہیں ہوتا ہے تو وہ حال معمولی کا صیغہ استعمال کرتا ہے ایسی حالت میں توجہ خود فاعل پر منعطف ہوتی ہے، غرض یہ کہ حال معمولی کے صیغے میں حال استمراری کے صیغے کی طرح توجہ کا مرکز کام کا جاری رہنا نہیں ہوتا بلکہ کام کا ہونا ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، مثلاً

”صبح کا وقت ہے، مرد خشمگین چہرہ لئے ہوئے اٹھتا ہے اور عورت کو آواز دیتا ہے جو برتن پھیلائے ہوئے انہیں صاف کر رہی ہے اپنے بچوں کا منہ دھلا رہی ہے اپنے انہماک میں نہیں سنتی، مرد دیو کی طرح آگے بڑھتا ہے اور اس کے نازک جسم کو سخت آزار پہنچانے لگتا ہے، وہ خاموشی سے اس ستم کو برداشت کر رہی ہے اور پھر مکان کے ایک کونے میں ہاتھوں کی ٹوٹی ہوئی چوڑیاں ڈال کر کلائی کا خون پونچھ رہی ہے، اور روتی جاتی ہے، مرد چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں پر غصہ کرتا ہے اور انہیں اپنے قوی ہاتھوں کی ضرب سے لہولہان کر کے گھر سے باہر نکال دیتا ہے، عورت اپنے جگر کے ٹکڑوں کا یہ حال گھونگٹ کے اندر ہی اندر کنکھیوں سے دیکھتی جاتی ہے اور خاموش کھڑی کانپ رہی ہے۔ شام کو وہی ظالم مرد کسی اور گاؤں کو چلا جاتا ہے اور رات کو وہی مظلوم عورت جب تنہائی میں کچھ گنگناتی ہے تو...“

(نیاز فتحپوری، ایک شاعر کا انجام، صفحہ ۲۴۷)

اس مثال میں حال استمراری کے صیغے سے ظاہر کیا ہوا ہر کام اس ماحول کی تصویر کھینچتا ہے جس میں حال معمولی کے صیغوں کے کام عمل میں آتے ہیں۔

حال معمولی کے ایک، دو اور تین نمبر کے استعمال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ صیغہ کسی وقت ہونے والے ایک کام اور بار بار ہونے والے کام کا اظہار کر سکتا ہے۔ صرف ”ہونا“ فعل ایسا ہے جو یہ دو معنی الگ صیغوں کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ ”ہوں“، ”ہے“، ”ہو“ اور ”ہیں“، بولنے کے وقت میں ہونے کی

خبر دیتے ہیں۔ "ہوتا ہوں" "ہوتا ہے" "ہوتے ہو" "ہوتے ہیں" سے کام کا کثرت کے ساتھ عمل میں آنا بتایا جاتا ہے۔

۴۔ مستقبل کے معنوں کے اظہار کے لئے۔

خود کام حال میں نہیں ہوتا ہے مگر اس کے ہونے میں جو یقین ہوتا ہے وہ اس کو حال کا کام بنا دیتا ہے۔

اس بارے میں کہ حال معمولی کا صیغہ مستقبل کے معنی دیتا ہے بہت سی کتابوں میں لکھا جا چکا ہے؛ لیکن چونکہ حال استمراری اور ماضی تمام کے صیغے بھی مستقبل کے معنوں کا اظہار کرتے ہیں اس لئے اس استعمال کی طرف زیادہ توجہ دینی مناسب ہوگی۔ ان سب صیغوں میں کیا فرق ہے اور وہ سب مستقبل مطلق کے صیغے سے کس طرح مختلف ہیں یہ جاننے کے لئے ہر بتائے ہوئے صیغے کا تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مستقبل کے معنوں میں حال معمولی کا استعمال مندرجہ ذیل ہے:

الف۔ اس سے فاعل کے کام کرنے کے ارادہ یا نیت کا اظہار ہوتا ہے، جیسے

"اگر آپ سب کو ہم سے واقعی نفرت ہے تو ہم رخصت ہوتے ہیں" (سرشار، سیر کہسار، جلد دوم، صفحہ ۲۱۵)۔

"دیکھ اب تجھے تیری گستاخی کی سزا دیتا ہوں، یہ کہتے ہی کہتے نواب نے دولائی کے اندر سے ہاتھ نکالا" (مرزا رسوا، امراؤ جان ادا، صفحہ ۶۸)۔

"لڑکا قریب آیا تو پوچھا کہ ان سے دو چوٹیں ہوتی ہیں" (سرشار، فسانۂ آزاد، جلد اول، صفحہ ۱۱۶)۔

"تم چلو باہر میں مٹھائی منگوا کر بھیجتی ہوں" (شوکت تھانوی، لحاف اندر لحاف صفحہ ۱۵۷)۔

"میں ان کو بھی ڈھونڈھ کر لاتا ہوں" (شوکت تھانوی، دو منٹ، صفحہ ۵۹)۔

؛ ا ـ بارانیکوف، ہندوستانی (اردو اور ہندی)، صفحہ ۸۲؛ ت ـ کتینیا، ہندی زبان، صفحہ ۶۲؛ ز ـ دشیتس، اردو زبان، صفحہ ۶۷؛ د ـ لیپیروفسکی، آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف، صفحہ ۸۔

ان مثالوں سے جو مستقبل قریب کے معنی دیتی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فاعل میں کام کرنے کے لئے جوش ہے۔ ایسا کام زمانہ حال سے فاعل کے ارادہ کے ذریعہ وابستہ ہوتا ہے۔

اگر یہاں سادہ فعل کی جگہ تاکیدی فعل استعمال ہوگا تو فاعل کے ارادے کی بجائے ہونے والے کام کا نتیجہ زیر توجہ لایا جائے گا۔

"اچھا اس وقت تو آگ دے دیتی ہوں لیکن پھر جو اس گھر میں آئے گا تو منہ جھلس دونگی" (پریم چند، شکوہ وشکایت، صفحہ ۱۳۷)

"کوئی فکر کی بات نہیں ہے ملیریا ہے، میں انجکشن لگا دیتا ہوں" (منٹو، ممد بھائی، صفحہ ۹۶)۔

ناقص فعل کے استعمال سے کام کی خبر دی جاتی ہے۔

"دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے" (شرر، لعبت چین، صفحہ ۱۰)

"دیکھئے کب اس کفرستان سے نجات ملتی ہے اور ان آفتاب پرست مشرکوں سے پیچھا چھوٹتا ہے (شرر، لعبت چین، صفحہ ۵)۔

ب۔ حال معمولی کے صیغے سے ظاہر کئے ہوئے کام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کو کام کے ہونے یا نہ ہونے کی پوری امید ہے، جیسے

"دیکھوں تو سہی کون روکتا ہے" (راشد الخیری، صبح زندگی، صفحہ ۱۶)۔

اس جملے میں حال معمولی کا صیغہ ایسے کام کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے جس کے مستقبل میں ہونے کی امید نہیں ہے۔

"اسٹیشن پر کوئی کام بنا دیجئے۔ دیکھئے کون حسن لیاقت سے انجام دیتا ہے" (سرشار، فسانہ آزاد، جلد اول، صفحہ ۱۰۵)۔

یہاں اس صیغہ کے یہ معنی ہیں کہ کام ضرور پورا ہوگا یعنی بولنے والا حسن لیاقت ہی سے اسے انجام دیگا۔

اسی طرح کے اور جملے دیکھئے:

"یہ چھلکے کھانا چھوڑیئے کہیں ان کو معلوم ہو جائے تو دیکھئے کیا غل مچاتے ہیں" (فرحت اللہ بیگ، نانی چندو، صفحہ۔ ۹۱)۔

"اور وہ اب یہ سمجھ گئی تھی کہ عنقریب یہ مجھ سے روپیہ طلب کرتا ہے" (راشدالخیری محروم وراثت، صفحہ ۸)۔

"میں خود اس رائے سے متفق نہیں ہوں، مگر ابا جان اور اماں جان دونوں اس پر اڑے ہیں کہ خاندان میرے بعد ختم ہوتا ہے" (راشدالخیری، نئی دلہن، صفحہ ۹۴)۔

پ۔ حال معمولی کا صیغہ شرطیہ جملوں میں اکثر شرط کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ماضی تمام بھی تقریباً اس سے ملتے جلتے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ماضی تمام کے استعمال میں شرط پوری ہونے کے فوراً بعد ہی جزا عمل میں آنا ضروری ہے۔ حال معمولی کے استعمال میں بھی اگرچہ شرط کے بعد جزا عمل میں آتی ہے مگر اس میں جلد یا دیر کا مفہوم شامل نہیں ہوتا، جیسے

"ایسا بیوپار اگر کرنے بیٹھ گیا تو خاک ہو جائے گا یہ لاکھ کا گھر دو ہی دن میں"۔ (شوکت تھانوی، جلوس، صفحہ ۱۲)۔

"اب دل میں یہ سوچا کہ اگر کسی کو خبر کرتا ہوں تو جھگڑوں میں پھنس جاؤنگا" (مرزا رسوا، امراؤ جان ادا، صفحہ ۸۳)۔

"آج گھر آتے ہیں تو پوچھتی ہوں" (پریم چند، قزاقی، صفحہ ۲۴۵)۔

"اگر انکار کرتے ہیں تو سنہرا موقع ہاتھ سے جاتا ہے..." (پریم چند، گئودان، صفحہ ۱۶۱)۔

"لیکن خوب جانتی تھی کہ اگر اس وقت اس کو چمکارتی ہوں تو یہ ناز برداری میرے واسطے نہیں اس کے واسطے اندھیر ہوگی" (راشدالخیری، صبح زندگی، صفحہ ۴۵)۔

"کہتی ہوں تو مولوی صاحب بگڑیں گے نہیں کہتی ہوں تو دل نہیں مانتا۔ ہر طرح مشکل ہے" (راشدالخیری، منازل السائرہ، صفحہ ۶۸)۔

ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بولنے والے کے نزدیک تابع فقرے کے کام کے واقع ہونے سے اصل فقرے کا کام عمل میں ضرور آئے گا۔

مستقبل کے معنی میں حال معمولی کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ احساس پیدا کرنے پر زور دیا جاتا ہے کہ مستقبل اور حال کا درمیانی وقفہ زیادہ نہیں ہے اور وہ کام جو دراصل شروع بھی نہیں ہوا گویا حال سے نکل کر مستقبل میں جا رہا ہے۔

۵۔ ماضی کے الگ متواتر کام کے اظہار کے لئے جسے حال حکائی کہتے ہیں۔ ماضی میں ہونے والا واقعہ اس طور پر پیش کیا جاتا ہے جیسے وہ موجودہ زمانے میں ہو رہا ہے اس سے ماضی کے واقعے کو زیادہ زوردار انداز اور اصلیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، جیسے۔

"اب وہ پہاڑوں کے گھونگھٹ میں چھپتا اور ہوا اور گرد و غبار کے حملوں سے بچتا ہوا جا رہا تھا۔ مایوس نگاہیں بار بار اٹھ کے اور گرد و پیش کی فضا میں دوڑ کے آبادی یا پانی کی تلاش کر آتی تھیں۔ مگر کہیں پتہ نہیں لگتا۔ اور اس کی مایوسی اور بڑھ جاتی ہے" (شرر، قیس ولبنیٰ، صفحہ ۵)۔

"میں تم سے کیا بتاؤں کہ میں نے وہاں کیا دیکھا۔ اماں دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت کشادہ سڑکوں پر دو رویہ افیون کے نہایت عالی شان محلات کھڑے ہوئے ہیں اور..." (شوکت تھانوی، افیونی کی جنت، صفحہ ۱۱)۔

"ایک روز جو مولوی صاحب اٹھتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ . . ." (مضامین فرحت حصہ اول، صفحہ ۵۱)۔

ایسی مثالوں میں بولنے والے کے لئے "کب" نہیں بلکہ "کیسے" سوال زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن "کب" بھی باقی رہتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ وہ پھر اس لئے نہیں کیا جاتا ہے کہ عبارت کے سیاق و سباق سے ماضی کے معنی صاف نکلتے ہیں۔

حال استمراری کا صیغہ

حال استمراری کے اجزائے ترکیبی میں حالیہ استمراری (جو اصل فعل کے مادے اور "رہنا" کے حالیہ تمام کا مرکب ہے) اور "ہونا" کے حال کا مفرد صیغہ شامل ہوتا ہے، جیسے "وہ رو رہا ہے"۔

جملے میں حالیہ استمراری کی جنس (اور مذکر میں تعداد بھی) اسم کے مطابق تبدیل ہوتی ہے۔ امدادی فعل اشخاص و تعداد میں اسم کے مطابق ہوتا ہے۔

حال استمراری کے معنی یہ ہیں کہ الگ کام کا تسلسل دکھایا جائے۔

صیغے کا استعمال

۱۔ کام بولتے وقت جاری ہے ۔

کام کو ہوتے ہوئے دکھانا مقصود ہوتا ہے جبکہ حال معمولی کے صیغے سے صرف کام کے ہونے کے بارے میں اطلاع ملتی ہے، جیسے

"اس آشا کو دیکھو۔ وہاں وہ نرمل اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو سنبھالے خون کے آنسو رو رہا ہے اور یہ کم بخت ادھر ہیرے کی انگوٹھی پاکر پھولی نہیں سما رہی ہے"

(عباس، کہتے ہیں جس کو عشق، صفحہ ۱۹)۔

"میرا سانس اکھڑ رہا ہے اور وقت آخر ہے" (راشد الخیری، رواج کی بھینٹ، صفحہ ۳۵)۔

"... دیکھتی ہو بجلی کیا غضب ڈھا رہی ہے" (راشد الخیری، نئی دلہن، صفحہ ۸۹)۔

"وہ کیا گا رہی ہے؟" (عباس، دیا جلے ساری رات، صفحہ ۳۲)۔

اوپر دی ہوئی مثالوں میں بتایا ہوا صیغہ کام کو بولنے کے وقت میں ہوتا ہوا ظاہر کرتا ہے۔ ایسا الگ کام ہمیشہ متواتر معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ حال میں ہونے والے الگ کام کو بولنے کے وقت سے وابستہ نہیں کیا جاتا۔

ایسا کام وقفہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس حالت میں کام کو بار بار ہوتے نہیں بتایا جاتا ہے بلکہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایک الگ کام بہت سے کاموں پر مشتمل ہے۔ ایسے کام کا وقتی پیمانہ زیادہ وسیع ہوتا ہے، جیسے

"... کیونکہ نانی کے ان پڑھ دماغ میں بھی یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہ نوجوان اپنی جان کو ہتھیلی پر لئے ہوئے دیش کو آزاد کرانے کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں" (عباس، بھارت ماتا کے پانچ روپ، صفحہ ۱۵۵)۔

اس جملے میں استعمال کے وقت "(جد و جہد) کر رہے ہیں" صیغہ بار بار ہونے والے کام کے نہیں بلکہ ایسے کام کے معنی دیتا ہے جس میں جد و جہد کرنے کے بہت سے کام ہندوستان کو آزاد کرانے کی جد و جہد کے ایک تسلسل میں شامل ہو رہے ہیں۔

"ہماری ہم وطن قومیں پستی سے بلندی کی طرف چڑھ رہی ہیں اور تمام دنیا

میں ترقی کی پکار پڑ رہی ہے " (حالی، مقالات حالی، حصہ اول، صفحہ ۲۲۵)۔

"جنگ کا زمانہ ہے ہر چیز مہنگی ہو رہی ہے " (عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، صفحہ ۵۵۹)۔

"آپ کو کچھ خبر ہے کہ عدالتوں میں کتنی رشوت چل رہی ہے، کتنے غریبوں کا خون ہو رہا ہے، کتنی عورتیں بدراہ ہو رہی ہیں" (پریم چند، گئودان، صفحہ ۲۸۴)۔

"تمہاری زبان کا تو سارے شہر میں ڈنکا بج رہا ہے" (راشد الخیری، منازل السائرہ، صفحہ ۱۰۵)۔

"اب ان کی خوبی و عمدگی سب پر ظاہر ہو رہی ہے "، (حالی، مقالات حالی، حصہ اول، صفحہ ۱۷۶)۔

ان مثالوں میں حال استمراری کا صیغہ کسی دوسرے صیغے سے تبدیل نہیں ہو سکتا ہے۔ صیغے کے بدلنے سے معنی بھی بدل جائیں گے۔

اردو میں افعال کے صیغوں کے ذریعہ کثرت سے ہونے والے کام اور مرکب کام (بہت سے کاموں پر مشتمل کام) میں فرق کیا جاتا ہے۔ صرف "پڑھنا "، فعل اور "کام کرنا" اسم اور فعل کی ملاوٹ ایسے الگ کام کے معنی دو صیغوں سے ظاہر کر سکتے ہیں یعنی حال معمولی اور حال استمراری کے صیغوں سے، مثلاً

"یہاں ایم۔ اے میں پڑھ رہا ہوں" (پریم چند، حسن و شباب، صفحہ ۲۹)۔

اس جملے میں "پڑھ رہا ہوں" کی جگہ "پڑھتا ہوں" بھی لے سکتا ہے۔ ان دو صیغوں میں جو ایک نازک سا فرق ہے وہ یہ ہے کہ "پڑھ رہا ہوں" سے کام کا عارضی طور پر ہونا ظاہر کیا جاتا ہے اور "پڑھتا ہوں" میں فاعل کے روزمرہ کے کام پر زور ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں خود کام زیر توجہ ہوتا ہے جبکہ دوسری میں فاعل کی خصوصیت سامنے لائی جاتی ہے۔

حال استمراری کا یہ استعمال ظاہر کرتا ہے کہ اس صیغے سے صرف وہ کام بتایا نہیں جاتا جو بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے حال استمراری کی خصوصیت الگ کام کے تسلسل میں دیکھنا ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

اردو قواعد کی کتابوں میں حال استمراری کے صرفی معنوں کے بارے میں دو رائیں ہیں۔ کیلوگ سے لیکر کامتا پرساد گرو اور بارانیکوف تک سب قواعد دان

یہ سمجھتے تھے کہ اس سے کام کی متواتر طوالت بتائی جاتی ہے۔[1]

کتینینا اور لیپیروفسکی کا اس صیغے کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ ایسے کام کے معنی دیتا ہے جو بولنے کے وقت میں جاری رکھا گیا ہو۔[2] ہمارے نزدیک یہ دونوں نقطہ نظر جدا نہیں ہیں کیونکہ جاری رکھا ہوا کام متواتر بھی ہو سکتا ہے اور متواتر کام کسی حد تک جاری رکھا گیا کام معلوم ہوتا ہے۔

اگر یہ صیغہ اس الگ کام کے معنوں میں استعمال نہ ہوتا جو بولنے کے وقت سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو تو قواعد نویسوں کی رائے میں شک نہیں پیدا ہوتا۔

یہ خیال کہ حال استمراری کا صیغہ طویل کام کا اظہار کرتا ہے اردو قواعد کی سوویت کتابوں میں اردو کی پرانی کتابوں سے آگیا ہے۔ پرانی کتابوں میں "طوالت" اصطلاح کا مطلب نہیں سمجھایا گیا ہے۔ آج کل کے کچھ قواعد نویسوں کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ زیر غور ساخت سے کام کا کسی محدود عرصے میں واقع ہونا دکھایا جاتا ہے، مثلاً بیسکرو ونی نے لکھا ہے کہ استمراری زمانے کے صیغے "اس کام کا تسلسل ظاہر کرتے ہیں جس کے ہونے کا عرصہ یا تو جملے میں بتایا جاتا ہے یا عبارت کے سیاق و سباق سے اس کے معنی نکلتے ہیں"[3] سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر کام کسی خاص عرصے میں محدود ہے تو وہ نا تمام کیسے ہو سکتا ہے؟ موصوف نے اپنی تمام مثالوں میں یہ تقسیم کی ہے کہ فعل کے ہر اس صیغے سے کتنی طوالت ظاہر ہے۔ بیسکرو ونی کے خیال کے مطابق "... میری اتنی بے عزتی ہو رہی ہے اور آپ لوگ بیٹھے دیکھ رہے ہیں!"، جملے میں وہ کام پایا جاتا ہے جو کئی منٹ تک جاری رہا۔ در اصل "ہو رہی ہے" اور دیکھ رہے ہیں" صیغوں

---

[1] بارانیکوف، ہندوستانی (اردو اور ہندی) صفحہ ۳۰۶؛ مولوی عبدالحق، قواعد اردو صفحہ ۲۶۳

[2] ت۔ کتینینا، ہندی زبان، صفحہ ۶۲؛ و۔ لیپیروفسکی، آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف صفحہ ۱۵۔

[3] و۔ بیسکرو ونی، ہندی کے افعال کے مادوں کے "رہنا" سے تال میل کے بارے میں "لینن گراد یونیورسٹی کے سائنسی نوٹ"، شمارہ ۹، نمبر ۶۷۹۔ لینن گراد، ۱۹۶۰ء، صفحات ۹۶۔۹۷۔

سے بولنے کے وقت میں ہونے والے کام کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور بس۔ ان سے یہ بات بالکل نہیں معلوم ہوتی ہے کہ کام کب شروع ہوا اور کتنی دیر تک ہوتا رہے گا۔ غرض یہ کہ کام کو صرف اس کے واقع ہونے کے کسی ایک لمحے میں دکھایا جاتا ہے۔

حال استمراری اپنے دامن میں ماضی کے کچھ وقت کو بھی سمو لیتا ہے لیکن یہ زمانہ اس قدر طویل نہیں ہوتا جیسے کہ طویل صورت کے صیغوں کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے، مثلاً: وہ کرتا آرہا ہے۔

حال استمراری سے یہ بات واضح طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ کام کتنی دیر سے ہو رہا ہے۔ صرف جملے میں مناسب الفاظ کا استعمال ہی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ماضی کی کس مدت سے کام جاری ہے، مثلاً

"سات دن سے مینہ لگاتار برس رہا ہے" (سرشار، کامنی، صفحہ ۳۹۸)۔

"بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو قومیں پہلے سے ترقی کر رہی ہیں ان کے برابر ایک ایسی قوم ہرگز نہیں ہو سکتی جس کو سب سے پیچھے ترقی کا خیال پیدا ہوا ہو"

(حالی، مقالات حالی، حصہ اول، صفحہ ۱۷۳)۔

"یہ بحث برسوں سے چلی آرہی ہے" (عباس، بھارت ماتا کے پانچ روپ، صفحہ ۱۹۷)

ان حالات میں جبکہ جملے میں کام کا آغاز بتایا جاتا ہے، حال معمولی کا صیغہ بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ توجہ کام کے تسلسل پر سے ہٹ کر خود فاعل پر جم جاتی ہے، مثلاً۔

"بھائی میں سینتالیس برس سے فوج کی افسری کرتا ہوں" (سرشار، فسانہ آزاد، جلد سوم، صفحہ ۱۰۴۹)۔

۳۔ ہمیشہ جاری کام بولنے کے وقت ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے، جیسے۔

"سنسار میں جو کچھ ہو رہا ہے بھگوان شو کی آنکھ سب دیکھتی رہتی ہے"

(عباس، آسمانی تلوار، صفحہ ۹۸)۔

"استانی جی۔ وہ کشش کچھ صرف زمین میں نہیں ہے ہر ایک چیز ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہے زمین، چاند، سورج، ستارے سب ایک دوسرے کو اپنی اپنی

طرف کھینچ رہے ہیں . . . " (نذیر احمد۔ بنات النعش ۔ صفحہ ۲۶۷)۔

" زمین گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہے "۔ (نذیر احمد۔ بنات النعش ۔ صفحہ ۱۲۵)۔

" زمانہ اڑا چلا جا رہا ہے اور عمریں کہیں کی کہیں پہنچ رہی ہیں" (راشد الخیری۔ صبح زندگی ۔ صفحہ ٦۵)۔

" چاند، سورج، زمین، آسمان، جنگل، پہاڑ، دریا، میدان قدرت کا جلوہ ہر جگہ چمک رہا ہے " (راشد الخیری۔ صبح زندگی ۔ صفحہ ۱۰۲)۔

" لوگ ہم پر روئیں گے جیسے ہم مرنے والوں پر رو رہے ہیں " (راشد الخیری صبح زندگی ۔ صفحہ ۱٦۴)۔

اس حالت میں حال استمراری کے ذریعہ ظاہر کیا ہوا کام اگرچہ لگاتار ہوتا رہتا ہے لیکن اس کا لگاتار ہونا پس منظر میں چلا جاتا ہے اور صرف کام کا بولنے کے وقت جاری رہنا اہمیت رکھتا ہے ۔

۴۔ کام مستقبل میں عمل میں آئے گا۔

کام کا عمل میں آنا کسی حد تک طے شدہ دکھایا جاتا ہے ، جیسے

" سلیم کی دلہن رات کو ہرات جا رہی ہے۔ ان سے ملنے گئی تھی " (راشد الخیری صبح زندگی ۔ صفحہ ۵۲)۔

" میں اس کو سنگ دلی نہیں سمجھتا میں خود دوسرا نکاح کر رہا ہوں۔ اتنا کہہ اصغر باہر گیا" (راشد الخیری ۔ نئی دلہن ۔ صفحہ ۹۵)

" لیکن آج ہماری عصمت اگر برباد ہو گئی تو آ رہا ہے وہ وقت جب تیری بادشاہی اور ہمارا افلاس برابر ہوں گے" (راشد الخیری ۔ جوہر عصمت صفحہ ۹۷)۔

" وہ تو ان کی انگوٹھی بھی چھین لیتی ۔ مگر انہوں نے ہنس کر کہا تھا کہ وہ دہلی سے ننھی منی انگوٹھی منگوا رہے ہیں " (عصمت چغتائی ۔ ٹیڑھی لکیر ۔ صفحہ ۱۳۱)۔

" اب میری حیرت کی انتہا کا خیال کیجئے کہ جب میں اور میری بیوی مدراس پہنچے اور میرے ایک نوجوان دوست نے ملتے ہی مجھ سے کہا کہ آپ کھانا ہمارے یہاں کھا رہے ہیں " (عباس ۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ ۔ صفحہ ۱۵۸)۔

دی ہوئی مثالوں میں حال استمراری کا صیغہ ایسا کام ظاہر کرتا ہے جو حال سے نکل کر مستقبل میں جا رہا ہے۔ یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ اس استعمال میں سننے والا کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حال میں ہونے والے کام کی بات ہو رہی ہے۔ نہیں، ایسی غلطی کوئی نہیں کر سکتا۔ تمیزی الفاظ اور سیاق و سباق سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ کام آئندہ زمانے میں ہوگا۔

حال استمراری معمولی کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ استمراری اور فعل "ہونا" کے حال معمولی سے بنتا ہے، جیسے "وہ کر رہا ہوتا ہے"۔ مثلاً

"کبھی شام کو جب ان کے فلیٹ میں دھما چوکڑی مچی ہوتی ہے تو وہ بالکنی میں آکر چپ چاپ کھڑی ہو جاتی ہے، اور اپنی خالی خالی آنکھوں سے ڈوبتے ہوئے سورج کی سرخی کے اس پار، دور کہیں خوابوں کے دیس میں، اپنی اس کنواری دنیا کو ڈھونڈھ رہی ہوتی ہے جو لٹ گئی"۔ (عصمت چغتائی۔ معصومہ صفحہ ۱۹۶)۔

اس مثال میں "ڈھونڈھ رہی ہوتی ہے" صیغہ ان حالات کی طرف اشارہ کرتا ہے جن میں اسکے معنی ہر بار عمل میں آتے ہیں یعنی ہر بار جب ان کے فلیٹ میں دھما چوکڑی مچی ہوتی ہے وہ بالکنی میں آتی ہے اور اپنی کنواری دنیا کو ڈھونڈھتی ہے۔ ڈھونڈھنے کا کام ہر بار ہوتا ہوا دکھانا مقصود ہے۔

"مجھے بیحد خوشی ہوتی ہے جب لوگ عصمت چغتائی کو گالیاں دیتے ہیں کیونکہ وہ لوگ دراصل اس وقت اپنے آپ کو گالیاں دے رہے ہوتے ہیں"
(کرشن چندر، پیش لفظ، صفحہ ۱۱)

"شادی کا گھر اور وہ بھی ہندوستانی طریق کا گھر کیا ہوتا ہے ایک بھول بھلیاں کا راستہ جس میں مزے سے آنکھ مچولی کھیلو۔ سر کو پیر کی خبر نہیں رہتی، اور نہ جانے کتنے کھلاڑی آنکھ مچولیاں کھیل رہے ہوتے ہیں۔ کبھی دو جوڑوں کی کسی کونے میں ٹکر ہو جاتی ہے تو پھر جھینپ! مزہ آجاتا ہے"۔ (عصمت چغتائی۔ بھول بھلیاں، صفحہ ۲۶)۔

"دے رہے ہوتے ہیں" اور "کھیل رہے ہوتے ہیں" سے اس کام کی تعیم ہوتی ہے جو کسی وقت خاص کے لئے ٹھیک ہے۔

حال فاعلی معمولی کا صیغہ

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے ساتھ "ہونا" کا حال معمولی بڑھانے سے یہ صیغہ بنتا ہے جیسے "وہ کرتا ہوتا ہے"۔

حال استمراری معمولی اور حال فاعلی معمولی کے معنی ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ حال فاعلی معمولی کا صیغہ بھی تکرار کے ساتھ ہونے والے کام کا کسی خاص حالت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ دونوں صیغوں میں یہ فرق ہے کہ حال فاعلی معمولی صرف کام کے ہونے کی خبر دیتا ہے جبکہ حال استمراری معمولی خود کام دکھاتا ہے۔ فعل متعدی اور لازم کے حال فاعلی معمولی کے صیغوں میں فاعل پر توجہ دلائی جاتی ہے۔

"تمام اعزا ملنے والے اور خاندان کے دوست احباب مل مل کے اور سوز وگداز کے الفاظ کے ساتھ لڑکی کو رخصت کرتے ہیں۔ وہ خود زار و قطار روتی ہوتی ہے" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۳۶۰)۔

"اعزہ واحباب پرتکلف کپڑے پہنے قرینے سے صاف ستھری دری چاندنی اور قالینوں کے فرش پر بیٹھے ہوتے ہیں اور سامنے مردانہ یا زنانہ طائفہ کھڑا مجرا کرتا ہوتا ہے" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۳۵۶)۔

"ہمارے بھائی جو ہم سے بزرگ تر تھے ان کی خیالی تصویریں ہماری نگاہ کے سامنے پھرا کرتی ہیں۔ اور جس وقت ہم کھانا کھاتے ہوتے ہیں یا بستر پر سونے کے واسطے لیٹتے ہیں اس وقت وہ ہم کو اپنے خوبصورت چہروں سے خوشی بخشتے ہیں"

(امیر اسد علی۔ معاشرت۔ صفحہ ۹۴)

اب تک حال کے ایسے صیغے زیر بحث لائے گئے ہیں جو ناتمام کام کا حال میں واقع ہونا بتاتے ہیں۔ اب ان صیغوں کا بیان ہوگا جن سے حال کے زمانے اور ناتمام صورت کے ساتھ ساتھ کام کے وقوع کا طریق بھی ظاہر ہوگا۔ ایسے

صیغوں کے مطالعے سے لسانیات کا یہ مشکل سوال حل ہو جائے گا کہ کام کے طریقے کی صنف اور زمانے کی صنف کے درمیان کیا تعلق ہے۔

کام کا طریقہ دکھانے والے صیغوں کی صرف شکل سے یہ بتانا غلط ہوتا کہ ان سے زمانہ دکھانے والے کس صیغے کے کام کا طریقہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس طرح طویل صورت کے حال کے صیغے کا (وہ کرتا آتا ہے) حال معمولی کے صیغے سے اس بنا پر تعلق قائم کیا جا سکتا ہے کہ اس میں امدادی فعل حال معمولی کے صیغے میں استعمال ہوا ہے جبکہ دراصل طویل صورت کے حال کا صیغہ نہ معمول کے ساتھ ہونے والے کام کے اور نہ متواتر کام کے معنی دے سکتا ہے جو حال معمولی کے صیغے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس صیغے میں حال میں ہونے والا وہ کام پایا جاتا ہے جو اپنے دامن میں ماضی کا بہت عرصہ سمو لیتا ہے۔ ایسا کام عام طور پر متواتر نہیں ہوتا ہے، وہ مرکب ہوتا ہے۔

اس قسم کی ایک نہیں بلکہ بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر ان کا بیان بعد میں آئے گا۔

کام کا طریقہ دکھانے والے صیغوں کے مطالعے سے زمانہ دکھانے والے صیغوں کی خصوصیت سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

اس مقالے میں وقوع کام کا ایک ہی طریقہ دکھانے والے صیغوں پر ایک ہی جگہ بحث ہو رہی ہے۔ اس سے مقابلے کے ذریعہ ہر ایسے صیغے کے معنی سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔

ترقی پذیر صورت کے حال کے صیغے

۱۔ ترقی پذیر صورت کا حال
۲۔ ترقی پذیر صورت کا حال استمراری

صیغوں کی ساخت

ترقی پذیر صورت کے حال کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "جانا" یا "آنا" یا "چلا جانا"، یا "چلا آنا" کے حال معمولی سے مل کر بنتا ہے جیسے "وہ

بڑھتا جاتا (یا آتا) ہے"، "وہ بڑھتا چلا جاتا (یا چلا آتا) ہے"۔

ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کا صیغہ "اصل فعل" کے حالیہ ناتمام اور فعل "جانا" یا "آنا" یا "چلا جانا" یا "چلا آنا" کے حال استمراری سے بنتا ہے جیسے "وہ بڑھتا جا رہا (یا آ رہا) ہے"، "وہ بڑھتا چلا جا رہا (یا چلا آ رہا) ہے۔"

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے ساتھ "چلا جانا" اور "چلا آنا" عام طور پر اس وقت بڑھائے جاتے ہیں جب یہ دکھانا مقصود ہو کہ ہونے والا کام نتیجہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

"دفعتاً خبر ملی کہ دشمنوں کی فوج قلعہ کی طرف بڑھتی چلی آتی ہے"

(پریم چند۔ ستی۔ صفحہ ۱۴۰)۔

"بس اگر کوئی شکایت ہے تو یہی کہ میں روز بروز موٹی ہوتی چلی جاتی ہوں"

(پریم چند۔ غبن۔ صفحہ ۸۴)۔

"کلاس میں، کلاس سے باہر لائبریری میں، ٹینس لان پر، کھانے کے کمرے میں اور یونیورسٹی کے ہر کونے میں سیتل نے اس پر بادلوں کی طرح امڈنا شروع کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک ننھے سے نکتے میں بھنچتی چلی جا رہی ہے"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صفحہ ۳۱۸)۔

"لڑکے کو دیکھا ماشاء اللہ جوان ہوتا چلا آ رہا ہے" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ صفحہ ۶۲)۔

ہمارے خیال میں افعال کے ان صیغوں سے کام کا صرف اضافے کے ساتھ نہیں بلکہ نتیجہ کے ساتھ واقع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

افعال امدادی "آنا"، "چلا آنا" اور "جانا"، "چلا جانا" میں فرق یہ ہے کہ "آنا" اور "چلا آنا" کام کو ہمیشہ فاعل کی طرف بڑھتے ہوئے دکھاتے ہیں جبکہ "جانا" اور "چلا جانا" کبھی کبھی کام کو فاعل سے دور ہوتے ہوئے بھی پیش کرتے ہیں، جیسے "وہ قریب ہوتا (چلا) آتا ہے"، "وہ دور ہوتا (چلا) جاتا ہے"، "اندھیرا گھرتا (چلا) آ رہا ہے"، "سورج ڈوبتا (چلا) جا رہا ہے"۔

ترقی پذیر صورت کے صیغوں کے اجزائے ترکیبی میں افعال امدادی "آنا" اور "چلا آنا" بہت کم پائے جاتے ہیں۔

افعال امدادی کے طور پر ,, جانا ،، اور ,, چلا جانا ،، اکثر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ عام طور پر ایسے غیر جانبدار افعال کے طور پر آتے ہیں جن سے صرف ہوتے ہوئے کام میں اضافہ دکھایا جاتا ہے۔

ترقی پذیر صورت کے حال کے صیغے میں ترقی پذیر صورت کا حالیہ اور ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کے صیغے میں اصل فعل کا حالیہ ناتمام اور امدادی فعل ,, آنا ،، ,, جانا ،، ,, چلا آنا ،، ,, چلا جانا ،، کا حالیہ استمراری جنس میں (مذکر میں تعداد میں بھی) اسم کے مطابق ہوگا۔ ,, ہونا ،، فعل کے حال کے مفرد صیغے اشخاص و تعداد میں تبدیل ہوتے ہیں۔

ترقی پذیر صورت کے صیغوں کی خصوصیت یہ ہے کہ الگ کام کے وقوع میں اضافہ دکھایا جائے۔

ترقی پذیر صورت کے حال کا استعمال

۱۔ اس کام کے اظہار کے لئے جو بولنے کے وقت اپنی ارتقائی کیفیت کے ساتھ جاری ہو۔ لیکن ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کے صیغے کی طرح (وہ کرتا جارہا ہے) اس کام کو ہوتے ہوئے دکھایا نہیں جاتا بلکہ اس کام کا ہونا بتایا جاتا ہے

ترقی پذیر صورت کے حال میں توجہ کا مرکز خود کام نہیں ہوتا ہے جبکہ ترقی پذیر صورت کے حال استمراری میں کام کا تسلسل زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ترقی پذیر صورت کے حال کے صیغے میں کام کی بہ نسبت فاعل پر زیادہ توجہ ہوتی ہے ، جیسے

,,تم مشورے سنتے سنتے پریشان ہوگئے ہوگے مگر میں کیا کروں کہ میرے خلوص کا طوفان امنڈتا ہی چلا آتا ہے ،، (شوکت تھانوی۔ داماد فرنگ۔ صفحہ ۹۹)۔

,, راستہ دیکھ کر نہیں چلتے سر پر چڑھتے آتے ہو . . . بھک منگے ، بدمعاش۔ اسی طرح گالیاں دیتا ہوا موٹا بابو آگے نکل گیا ،، (کرشن چندر۔ صرف ایک آنا۔ صفحہ ۱۰۱)۔

,, ہاتھ میں ستاری بہت چھوٹی سی ہے۔ اس کو چھیڑتی جاتی ہے اور گاتی جاتی ہے ،، (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۵۴۱)۔

,, رمانے فیلے کو پھر اٹھانے کی کوشش کر کے کہا۔ آپ مجھے باتوں میں لگا کر

میرے مہرے اڑاتے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ،، (پریم چند۔ غبن صفحہ ۳۸)۔

"اب جو دیکھتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ سینکڑوں دیا سلائیاں میرے ہاتھوں میں چمٹ گئی ہیں اور پھولتی چلی جاتی ہیں" (فرحت اللہ بیگ۔ جزیرہ بورنیو کا سفرنامہ۔ صفحہ ۱۵۷)۔

یہاں فاعل کو بولنے کے وقت میں کسی ایک کام میں مصروف دکھانا مقصود ہے۔ فاعل یہ کوشش کر رہا ہے کہ اس کے کام میں اضافہ ہوتا رہے۔

۲۔ حال میں ہونے والے ان الگ کاموں کو ظاہر کرنے کے لئے جن کے وقوع میں اضافہ پایا جائے۔

اس صیغے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تسلسل کے بارے میں بتا کر اس پر خاص توجہ نہیں دلاتا ہے۔ اس صورت میں توجہ کا مرکز فاعل ہوتا ہے، جیسے

"بھلا آگے بھی کبھی سنتے تھے کہ چیچک کی بیماری میں سینکڑوں بچے مر گئے جیسے اب مرتے جاتے ہیں کہ بچوں کی لاشوں سے قبرستان آباد ہو گئے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۴)۔

"میں جتنا ہی طرح دیتا ہوں اتنا ہی یہ سر چڑھتی جاتی ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۷۸)۔

"نہیں نہیں، ابھی میں نے مالی سے پوچھا یہ ٹینس کورٹ کیوں گنجا ہوتا چلا جاتا ہے" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صفحہ ۳۱۷)۔

"۔ ۔ ۔ سرن تو کنجوس ہوتا جاتا ہے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۵۵)۔

"سمجھدار ہندوستانی لڑائی جھگڑا چھوڑتے جاتے ہیں مگر وکیل ہیں کہ بنتے ہی آتے ہیں" (شوکت تھانوی۔ وکیل کل کیا ہو گا۔ صفحہ ۱۱۴)۔

"مخبر نے آن کر اطلاع دی کہ روس کی فوج آنر دے دریا پر پرے جمائے کھڑی ہے انجیران دانش آگاہ پل بنواتے ہیں اور سوار تابڑ توڑ بڑھتے ہی چلے آتے ہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۷۷)۔

ان مثالوں میں فاعل کو ایک ایسے کام میں مصروف بتایا جاتا ہے جس کے اضافے کے وقوع کی نسبت بولنے کے وقت سے نہیں کی گئی ہے۔

۳۔ ایسے ترقی پذیر کام کو بتانے کے لئے جس میں معمول کا انداز پایا جاتا ہو جو اکثر مسلمہ حقیقت بن کر سامنے آتا ہو، جیسے

"مرغی جوں جوں موٹی ہوتی جاتی ہے انڈا چھوٹا دیتی ہے"۔ (سرشار، کامنی، صفحہ ۳۵۵)۔

"زمین کے آس پاس جو ہوا ہے وہ بہت وزنی ہے اور جس قدر اوپر چڑھتے جاؤ ہلکی ہوتی جاتی ہے"۔ (نذیر احمد، بنات النعش، صفحہ ۱۱۸)۔

"... اسی طرح کسی پیشہ میں راست بازی اور سچائی اختیار کرنے سے اس پیشے کے تمام فرائض خود بخود ادا ہوتے چلے جاتے ہیں" (حالی، مقالات حالی، حصہ اول، صفحہ ۱۹۳)۔

"جیسے جیسے نئے قاعدے نکلتے آتے ہیں ویسی ویسی خرابیاں بڑھتی جاتی ہیں"۔ (مرزا رسوا، ذات شریف، صفحہ ۷۲)۔

ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کا استعمال

۱۔ کام بولنے کے وقت اضافے کے ساتھ جاری ہے، جیسے

"کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس چاندی کے روپوں کا ڈھیر ہے، لاکھوں کروڑوں روپے۔ اور میں ان کو سڑک پر برابر رکھتا چلا جا رہا ہوں" (عباس، الف لیلہ ۱۹۵۶ء، صفحہ ۱۱۸)۔

"اس نے متعدد بار اس خط کو پڑھا اور ہر مرتبہ اس نے ایسا محسوس کیا کہ غور کرنے کی کیفیت اس میں بڑھتی جا رہی ہے۔ اور کوئی شخص آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے پردہ ہٹا رہا ہے"۔ (نیاز فتحپوری، سودائے خام، صفحہ ۹۲)۔

"مجھے غصہ آ رہا تھا کہ چاندنی رات بیکار ڈھلتی جا رہی ہے اور یہ لوگ محبت بھری باتیں کرنے کے بجائے آنے پیسوں کا حساب لگا رہے ہیں"۔ (عباس، کہتے ہیں جس کو عشق صفحہ ۱۶)۔

یہاں ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کے صیغوں میں اس تسلسل کی زیادتی یا اضافہ دکھانا مقصود ہوتا ہے جو بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے۔

۲۔ ترقی کرتا ہوا کام بولنے کے لمحے سے بہ تعین وقت نہیں ہو رہا ہے، جیسے

"اس واقعہ کے بعد کئی ماہ گزر گئے اور یہ حقیقت اب ہر شخص پر ظاہر ہو گئی کہ راج کمار کی ترقیاں موسیقی میں وہم و قیاس سے بھی زیادہ بلند نظر آتی ہیں اور رچنا فن کے لحاظ سے روز بروز گرتی جا رہی ہے اور اس کی موسیقی میں بجائے لطافت کے خشونت بڑھتی جا رہی ہے" (نیاز فتحپوری۔ صدائے شکست۔ صفحہ ۳۱۳)۔

"ان بچا کو انگریز بننے کی دھن میں اتنی خبر نہ تھی کہ سر پر کتنا قرضہ لدتا چلا جا رہا ہے" (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۱۷۰)۔

"بال تقریباً سفید ہو گئے ہیں۔ اور چہرے پر جھریاں پڑتی جا رہی ہیں" (عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ صفحہ ۱۶۱)۔

"دہشت زدہ ہو کر شمن نے دیکھا کہ وہ ایک پیچیدہ معمہ بنتا جا رہا ہے"، (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صفحہ ۵۲۷)۔

"لڑکیاں ہیں وہ گنگا جمنا کی طرح بڑھتی چلی جا رہی ہیں" (پریم چند۔ نمک کا داروغہ۔ صفحہ ۱۳)۔

"... دونوں طاقتیں متحد ہو کر مسلمانوں کو برباد کر دیں گی جو بلا کی طرح بڑھتے چلے آ رہے ہیں" (راشد الخیری۔ ماہ عجم۔ صفحہ ۳۵)۔

ان مثالوں میں بتایا ہوا صیغہ اس الگ کام کے معنوں کا اظہار کرتا ہے جس کے تعلق کا تعین بولنے کے وقت سے نہیں کیا جاتا ہے۔ ایسا کام بار بار ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ مرکب ہوتا ہے۔ مرکب کام کے معنی اور منقطع کام کے معنی ایک ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہوتے ہوئے کام کی ترقی پذیری کے اظہار کے لئے آج کل کی اردو میں دو صیغے ہیں ترقی پذیر صورت کا حال اور ترقی پذیر صورت کا حال استمراری۔ دونوں میں محض یہ فرق ہے کہ ترقی پذیر صورت کے حال میں فاعل پر زور دیا جاتا ہے اور ترقی پذیر صورت کے حال استمراری میں تسلسل دکھایا جاتا ہے گویا ترقی پذیر صورت کا حال صرف کام کو واقع ہوتے ہوئے بتاتا ہے جب کہ ترقی پذیر صورت کے حال استمراری میں کام کا تسلسل بھی شامل ہوتا ہے۔

کام کے وقوع کا طریقہ یعنی تسلسل میں ہونے والا اضافہ خود صیغے سے معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بات کہ کام بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے یا اس کا تسلسل بولنے کے وقت سے وابستہ نہیں کیا جاتا ہے عام طور پر سیاق و سباق سے ظاہر ہوتی ہے ، مثلاً جوان ہوتا چلا آرہا ہے ،، کام کبھی بولنے کے وقت میں واقع نہیں ہو سکتا ہے جب کہ وہ قریب ہوتا چلا آرہا ہے " کے یہ دو معنی ہو سکتے ہیں۔

ترقی پذیر صورت کے حال استمراری سے ظاہر کیا ہوا کام حال استمراری سے اس شرط پر دکھایا جا سکتا ہے کہ جملے میں ترقی پذیری دکھانے والے الفاظ موجود ہوں ، مثلاً ،، دن بہ دن ،، وغیرہ لیکن ترقی پذیر صورت کے حال سے جو کام دکھایا جاتا ہے وہ ہر موقع پر حال معمولی کے صیغے سے ظاہر نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سے اس فرق کی تصدیق ہوتی ہے جو کام کے وقوع کا طریقہ دکھانے والے صیغوں اور کام کا طریقہ نہ دکھانے والے صیغوں کے استعمال میں پایا جاتا ہے۔

استقلالی صورت کے حال کے صیغے

۱۔ استقلالی صورت کا حال
۲۔ استقلالی صورت کا حال استمراری

استقلالی صورت کا حال

اصل فعل کے حالیہ تمام کے بعد ،، جانا ،، یا ،، چلا جانا ،، امدادی افعال کا حال معمولی بڑھانے سے بنتا ہے۔

استقلالی صورت کے حال کے صیغے میں افعال متعدی کا اور کبھی کبھی افعال لازم کا حالیہ تمام بھی اسم کی جنس و تعداد کے لحاظ کے بغیر یائے مجہول کے ساتھ آئے گا مثلاً ،، وہ کہے چلا جاتا ہے ،، ،، وہ روئے (چلا) جاتا ہے ،،۔

افعال لازم اور ناقص کا حالیہ تمام جنس و تعداد میں اسم کے مطابق ہوگا جیسے "وہ بیٹھا جاتا ہے ،، ،، وہ نکلا (چلا) جاتا ہے۔

استقلالی صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک الگ کام اپنی منزل مقصود

تک پہنچ کر ہی تمام ہوگا۔

استقلالی صورت کے حال کا صیغہ کام کی ہونے والی تکمیل ایک حقیقت کے طور پر پیش کرتا ہے:

"میرا تو ابھی سے دم نکلا جاتا ہے" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۵۷)۔

"دیکھتی کیا ہوں کہ سرسر زمین پاؤں کے تلے سے نکلی چلی جاتی ہے" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۳۱)۔

"نکلا جاتا ہے" "نکلی چلی جاتی ہے" صیغے اس بات پر توجہ مبذول کرتے ہیں کہ کام منزل مقصود تک پہنچ کر ختم ہوا چاہتا ہے جیسے دم نکل رہا ہے اور بولنے والے کو یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ نہ مرجائے، زمین پاؤں کے تلے سے نکل رہی ہے گویا عنقریب نکل جانے والی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جو صیغے فعل کے حالیہ تمام اور "چلا جانا" سے مل کر بنتے ہیں ان میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ کام نتیجہ لائے گا۔

"وہ بیچاری بھی کیا کرے بچوں پر بچے ہوئے چلے جاتے ہیں"۔
(مضامین فرحت۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۵۳)۔

استقلالی صورت کے صیغے میں فعل لازم کے استعمال میں امدادی افعال کے ذریعہ "جانا" کے عوض میں "آنا" اور "چلا جانا" کے عوض میں "چلا آنا" کام دے سکتا ہے۔ جن صیغوں میں "آنا" اور "چلا آنا" امدادی افعال کے طور پر مستعمل ہیں وہ "جانا" اور "چلا جانا" والے صیغوں سے اس طرح مختلف ہیں کہ ان سے کام کا بولنے والے کی طرف بڑھنا معلوم ہوتا ہے، جیسے

"منہ اٹھائے گھسے چلے آتے ہیں جیسے ان کے باپ ہی کا گھر تو ہے" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۱۵)۔

"افسوس تو یہی ہے میں جس قدر طرح دیتا ہوں اسی قدر اور بڑھی آتی ہے"۔
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۹۳۲)۔

استقلالی صورت کے حال کے صیغے میں جو یہ دکھاتا ہے کہ الگ کام اختتام تک پہنچنے والا ہے کام کے تعلق کا تعین بولنے کے وقت سے ہونا ضروری نہیں ہے یہ بات

عبارت پر منحصر ہے، مثلاً

"برسات کی چپچپی گرمی پڑ رہی ہے اور ہوا بند ہے کہ پتا تک نہیں ہلتا میں باہر صحن میں کھڑی برابر پنکھا اپنے تئیں ہلائے جاتی ہوں اور ندیوں پسینا نکلا چلا آتا ہے" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۴۴)۔

"بیگم صاحبہ کو آپ کا بڑا اعتبار تھا کیا وہ بھی خلاف ہوگئیں؟ ۔ نہیں، خدا ان کو سلامت رکھے اب تک تنخواہ دیئے جاتی ہیں" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۱)۔

پہلی مثال میں الگ کام بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے جبکہ دوسری میں نہیں ہو رہا ہے۔

اس طرح کے کچھ اور جملے دیکھئے :۔

"آہ : وہ خرام ناز اور مستانہ لڑکھڑا کے اور جھوم جھوم کے چلنا تو خدا جانے کیا ہوا۔ اب اس کی جگہ وہ سادی اور بے مزا چال ہے کہ حسن و عشق کی دنیا میں قیامت آئی جاتی ہے" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی حصۂ دوم۔ صفحہ ۱۴۱)

"یہ کیا حماقت ہے کہ شادیوں پر شادیاں کئے چلے جاتے ہو" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ صفحہ ۵۲)۔

"مگر ہمت ہے اور ہمت کے سہارے شوہر کی دوری اور نظر بندی کا غم ہنس ہنس کر بھلائے جاتی ہے" (سہیل عظیم آبادی۔ بھابی جان۔ صفحہ ۱۴۳)۔

"مکان تم نے خود چھوڑا لیکن وہ ۲۰ روپے ماہوار دیئے جاتے ہیں؟" (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ صفحہ ۳۹)۔

"اور ہاں وہ کتاب، اس اکیلے انسان کی کہانی جو یونہی جئے جاتا ہے بے وجہ، لغو زندگی" (انور عظیم۔ درد کا ساحل کوئی نہیں۔ صفحہ ۵۲)۔

مندرجہ بالا آخری مثالوں میں الگ کام ایک فعل پر نہیں بلکہ بہت سے افعال پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے کے تمام جملوں میں الگ کام ایک فعل پر مشتمل ہو کر بولنے کے وقت میں ہوتا دکھایا گیا ہے۔

متعدی اور لازم افعال کے استعمال سے ساری توجہ کام کے جاری رکھنے پر نہیں بلکہ خود فاعل پر ہوتی ہے جو ایک قسم کے استقلال کے ساتھ کچھ کرتا ہوتا ہے۔

"اوئی، کیا ننھے بنے جاتے ہیں" (سرشار، فسانۂ آزاد جلد سوم۔ صفحہ ۱۸)

"بھابی پھر دہی کہے جاتی ہیں" (مرزا رسوا۔ شریف زادہ۔ صفحہ ۱۰۲)

"میں اتنی دیر سے یہا کہہ رہی ہوں کہ آخر تم خود کیوں نہیں سلام کہہ دیتے مگر بے چارے شرمائے ہی جاتے ہیں" (شوکت تھانوی۔ خدا نخواستہ۔ صفحہ ۲۸)

"اس بحث سے کیا حاصل۔ میں تم سے بات بھی کرنی نہیں چاہتی۔ تم برابر بولے جاتی ہو" (راشد الخیری۔ صبح زندگی۔ صفحہ ۴۴)۔

"تلیا کو اس پر رحم نہیں آیا وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ یہ ابھی تک شرارت کئے جاتا ہے" (پریم چند۔ وفا کی دیوی۔ صفحہ ۱۱)۔

مندرجہ بالا صیغوں سے اس بات پر توجہ مبذول ہوتی ہے کہ فاعل کام کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا ہے۔ اس صورت میں کام کے تسلسل کی بجائے صرف کام کے جاری رکھنے کی خبر ملتی ہے، ساری توجہ خود فاعل پر ہوتی ہے جو کچھ کر رہا ہوتا ہے۔

استقلالی صورت کا حال کا صیغہ وہ کام بھی ظاہر کر سکتا ہے جس کی تکمیل مستقبل قریب میں پائی جائے گی:۔

"کوئی دو گھنٹے میں آئے جاتے ہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد جلد اول صفحہ ۵۶۷)

"لو میں اپنی تصویر دیئے جاتی ہوں۔ اس کو جان سے زیادہ عزیز رکھنا" (سرشار فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۰۵)۔

"نجمہ نے کہا ابھی معلوم ہوئی جاتی ہے" ... (شوکت تھانوی۔ انشاء اللہ۔ صفحہ ۲۰۲)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں ہونے والے اختتام یا نتیجہ کے معنی کام کے واقع ہونے پر غالب رہتے ہیں۔ ساری توجہ اس نتیجہ پر مبذول ہو جاتی ہے جو کام کے ختم ہونے کے بعد عمل میں آئے گا۔

کبھی کبھی کام کی ہونے والی تکمیل اور کام میں اضافہ ہوتے رہنے کا مفہوم ایک دوسرے کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔

"جہاں تک دب رہا ہوں سر پر چڑھی چلی جاتی ہو" (راشد الخیری۔ طوفان حیات۔

صفحہ ۵۰۱)۔

اس بات سے کہ یہاں کام کے واقع ہونے کا ترقی پذیر طریقہ ظاہر ہوتا ہے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ساخت ترقی پذیر صورت کا صیغہ ہے کیونکہ اس میں کام میں ہونے والے اضافے کے معنی اہم نہیں ہیں۔ یہ معنی اصل فعل کے لفظی معنوں پر مبنی ہیں۔

استقلالی صورت کے صیغوں میں ایک اصل فعل کی جگہ دو افعال حالیہ تمام کی صورت میں آ سکتے ہیں۔ اس دوسرے فعل کا کام اکثر "لینا" دیتا ہے۔

"لگتا ہے ... کوئی بے شرم میرے سر سے چادر چھینے لئے جاتا ہے"
(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۱۷۷)

"اور یہ صاحب بہادر بھاپ گئے ہوں کہ نواب قمرن کو بھگائے لئے جاتے ہیں ... کسی نے جا کے جڑ دی ہے کہ یہ لوگ نازو اور قمرن کو بھگائے لئے جاتے ہیں" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۳)۔

اردو زبان میں صرف استقلالی صورت کے صیغے ایسے ہیں جن سے ناتمام کام کے معنوں کے ساتھ ساتھ اس اختتام کے معنی بھی ظاہر ہوتے ہیں جسے حاصل کرنا ہونے والے کام کا مقصد ہوتا ہے۔ ان دو افعال کے حالیہ تمام سے نتیجہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

"چلا آنا" اور "چلا جانا" بناوٹیں صرف اپنی شکل سے استقلالی صورت کے صیغے معلوم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ استقلالی صورت کے صیغے بناتے وقت "چلا آنا" اور "چلا جانا" خود امدادی افعال کے طور پر آتے ہیں — "چلا آنا" اور "چلا جانا" کا وجود اور "وہ پھٹا پڑتا ہے" جیسی ساخت یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ اردو میں استقلالی صورت کے صیغے ان سے نکلے ہیں۔ اس کی تفصیل مرکب افعال کے باب میں "بیان وہ بنائے دیتا ہے، وہ مرا جاتا ہے، اور وہ پھٹا پڑتا ہے ساختوں کا" پڑھیئے۔ استقلالی صورت اس وقت وجود میں آئی جب امدادی فعل "جانا" اپنے لفظی معنی کھو کر متعدی افعال کی بناوٹ میں بھی داخل ہو گیا۔

استقلالی صورت کا حال استمراری

یہ اصل فعل کے حالیہ تمام کے بعد "جانا"، "آنا" یا "چلا جانا"، "چلا آنا" کا حال استمراری بڑھانے سے بنتا ہے۔

جو صیغے متعدی اور کبھی فعل لازم سے بنائے جاتے ہیں ان میں حالیہ تمام یائے مجہول کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اسم کی جنس و تعداد اور شخصی خبریں صیغے کے دوسرے حصے سے ملتی ہیں۔

فعل ناقص اور لازم کے صیغوں میں دونوں حصے اشخاص، جنس اور تعداد میں اسم کے مطابق ہوتے ہیں۔

"چلا جانا" کے مقابلے میں "جانا" میں کام کا نتیجہ کے ساتھ واقع ہونا ظاہر نہیں ہوتا ہے، جیسا

"دیکھتی کہ بچی ہاتھ سے نکلی چلی جا رہی ہے" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ، صفحات ۱۶ ــ ۱۷)۔

"چلا جانا" لازم اور متعدی افعال کے ساتھ آتا ہے۔ "چلا آنا" اور آنا امدادی افعال کم افعال کے حالیہ تمام سے ملتے ہیں۔ وہ لازم افعال سے ظاہر کیا ہوا کام بولنے والے کی طرف بڑھتے ظاہر کرتے ہیں۔

"کہاں گھسے چلے آ رہے ہو" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۱۵)۔

"مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میری شیروانی کی جیب میں سے روپوں کا بٹوہ خود بخود اوپر کو اٹھا چلا آ رہا ہے" (مضامین فرحت۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۱۰۶)۔

استقلالی صورت کے حال استمراری سے کام کا تسلسل تکمیل کی طرف بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کام بولنے کے وقت سے وابستہ اور ناوابستہ دونوں ہو سکتا ہے، جیسے۔

"توبہ کرو بہن، ایسے نکے نصیبوں والی کو ملتے ہیں۔ خوامخواہ بے چاروں کو ڈکنٹے جا رہی ہو" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۲۱۴)۔

"یہ آج تجھے کیا ہو گیا ہے تجھے جان بھی پیاری نہیں، الٹی سیدھی بکواس

کئے جا رہی ہے" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۱۳۰)۔

"گاڑی کا وقت نکلا جا رہا ہے" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سر شام۔ صفحہ ۱۹۲)۔

"وہاں جانے سے تمہاری نانی مری جا رہی ہے" (پریم چند۔ روٹھی رانی۔ صفحہ ۶۴)۔

"لوگوں کے دل بیٹھے جا رہے ہیں" (پریم چند۔ غبن۔ صفحہ ۹۹)۔

یہ بتانے کے لئے کہ استقلالی صورت کے حال اور حال استمراری کے صیغوں میں کیا فرق ہے اور کیا یکسانیت ہے ترقی پذیر صورت کے حال اور ترقی پذیر صورت کے حال استمراری کے صیغوں کو یاد کرنا چاہیئے۔ استقلالی صورت کے حال اور حال استمراری کے صیغوں کا فرق اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ استقلالی صورت کے حال استمراری کے صیغے میں کام کا تسلسل دکھانا مقصود ہوتا ہے جب کہ استقلالی صورت کے حال کے صیغے میں صرف کام کے جاری رہنے کی خبر ملتی ہے۔ دونوں صیغوں کی یکسانیت کام کے ہونے والے اختتام کے معنوں میں ہے۔

طویل صورت کے حال کے صیغے

۱۔ طویل صورت کا حال معمولی
۲۔ طویل صورت کا حال استمراری
۳۔ طویل صورت کا حال

طویل صورت کے صیغے کام کی طوالت کے معنی ظاہر کرتے ہیں۔

طویل صورت کا حال معمولی

طویل صورت کا حال معمولی اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "رہنا" کے حال معمولی کا مرکب ہے، جیسے "وہ پڑھتا رہتا ہے"۔

طویل صورت کا حالیہ جو اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "رہنا" امدادی فعل کے حالیہ ناتمام پر مشتمل ہے جنس (اور مذکر میں تعداد) میں تبدیل ہوتا ہے "ہونا" کے مفرد صیغے اشخاص و تعداد میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔

صیغے کا استعمال

۱۔ طویل صورت کا حال معمولی کام کا موجودہ زمانے میں برابر ہوتے رہنا دکھاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کام کا تسلسل اس انداز سے جاری ہو کہ اس کو ایک اکائی کے طور پر پیش کیا جا سکے بلکہ اہمیت اس احساس کے شامل ہونے کی ہوتی ہے کہ فاعل اکثر و بیشتر اس کام میں مشغول رہتا ہے۔ اس صیغے سے فاعل کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ کام کو تقریباً ہر بار، ہمیشہ یا برابر ہوتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے یہ ضروری نہیں کہ کام کے اس تسلسل میں بولنے کا وقت بھی شامل ہو، جیسے

"حضور صاحب لوگوں سے ملتے رہتے ہیں بھلا کسی سے دریافت تو فرمائیے کہ..." (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۲)۔

"بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ مناتی رہتی ہیں کہ میاں مرجائیں تو گلچھرے اڑائیں" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۵۱۱)۔

"اکثر بیمار بھی رہتی ہیں مگر کبھی بیکار نہیں بیٹھتیں۔ کوئی نہ کوئی کام کرتی ہی رہتی ہیں" (عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ صفحہ ۱۶۷)۔

"اس کو معلوم تھا کہ سیٹھ صاحب روپیہ کے معاملے میں سمندر ہیں ایسا سمندر جس میں بے شمار دریا آ آ کر گرتے رہتے ہیں" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۹)۔

"... اور اس سے غالباً آپ کو بھی انکار نہ ہوگا، کہ زمانے کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کی ضروریات بھی بدلتی رہتی ہیں" (نیاز فتحپوری۔ بعد المشرقین۔ صفحہ ۱۹۹)۔

ان جملوں میں طویل صورت کے حال معمولی سے وہ کام بتایا جاتا ہے جس کے کرنے میں فاعل کو اکثر دیکھا جا سکتا ہے۔

روسی زبان میں جو مطلب "ہمیشہ"، "برابر"، "ہر منٹ"، جیسے لفظوں سے ظاہر کیا جاتا ہے اردو اور ہندی میں وہ فعل کی طویل صورت سے ظاہر ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جملے میں "ہر وقت"، "ہمیشہ" "لگاتار" وغیرہ استعمال نہیں ہو سکتے یا ان کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ ان لفظوں کے استعمال سے طویل صورت کی مذکورہ خصوصیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جیسے

"سلیا بہن نہ جانے کیوں ہر دم روتی رہتی ہے"، (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۶۵)۔

"وہ گرگٹ کی طرح برابر رنگ بدلتا رہتا ہے" (حالی۔ مقالاتِ حالی۔ حصۂ اول صفحہ ۳۴)۔

"کھانے پینے، نہانے دھونے کا کوئی ہوش نہیں رہتا۔ بس ہر وقت چارپائی پر کہنیوں کے بل اوندھی لیٹی اپنے ٹیڑھے میڑھے اعراب اور املا سے بے نیاز خط میں کاغذوں پر اپنے خیالات منتقل کرتی رہتی ہے" (منٹو۔ عصمت چغتائی۔ صفحہ ۱۵)۔

کلکتہ میں بالی گنج کا علاقہ چونکہ کھلا اور درختوں سے بھرا ہے اس لئے وہاں بھی مکانوں کے برامدوں اور کارنسوں پر چڑیوں کے غول ہمیشہ حملہ کرتے رہتے ہیں"

(ابوالکلام آزاد۔ غبارِ خاطر۔ صفحہ ۲۳۱)

۲۔ بہ کثرت یا معمول کے مطابق ہونے والے کام کے اظہار کے لئے بھی طویل صورت کے حال معمولی کا استعمال ہوتا ہے۔ اس حالت میں طوالت کے معنی اس طرح سمجھنے چاہیئے کہ کام کے گزرنے میں ہر بار کچھ وقت لگ جاتا ہے اور اس کا سلسلہ کام کے اختتام پر ہی مکمل ہوتا ہے، جیسے

... "اور اپنے مسلمان پڑوسیوں کا ذکر اب بھی بڑی محبت سے کرتی ہیں اور اب بھی کبھی کبھی انہیں خط لکھواتی رہتی ہیں" (عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ صفحہ ۴۷)

"اکثر ہنستی اور مذاق کرتی رہتی ہیں" (عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ صفحہ ۱۶۱)۔

ان جملوں کے صیغے کسی خاص عرصے میں محدود ہونے والے کام کا دہرایا جانا ظاہر کرتے ہیں۔

کام کتنی دیر تک ہوتا ہے اس کے اظہار کے لئے جملے میں خاص الفاظ موجود ہو سکتے ہیں۔ توجہ کا مرکز (منقطع یا غیر منقطع) کام کا عرصہ ہوتا ہے، جیسے

"جب سے رما آگیا ہے بڈھے کو انگریزی پڑھنے کا شوق چرایا ہے سویرے ہی پرائمر لے کر آ بیٹھتا ہے اور نو دس بجے تک حروف پڑھتا رہتا ہے" (پریم چند۔ غبن۔ صفحہ ۱۷۵)۔

"لالٹین جلاتی ہے اور واپس جا کر رات بھر اپنے جھونپڑے کے سامنے بیٹھی کرشنا کا انتظار کرتی رہتی ہے" (عباس۔ دیا جلے ساری رات۔ صفحہ ۳۸)۔

"دن بھر چارپائی پر پڑی ہوئی آسمان کی طرف تاکتی رہتی ہے" (پریم چند۔

غبن ۔صفحہ ۱۳۰)۔

"اور یہ سارے دن نہاتی اور ہوا کھاتی رہتی ہیں"، (فرحت اللہ بیگ ۔ جزیرہ بورنیو کا سفرنامہ ۔ صفحہ ۱۷۴)۔

"مگر چکوے چکوی کی محبت یہی ہے کہ وہ جدائی کی بہار دیکھیں۔ وہ آپس میں مل نہیں سکتے۔ ساری عمر ترستے رہتے ہیں" (حسن نظامی ۔ پہلی منزل ۔ صفحہ ۱۹۸)۔

ان مثالوں میں کام کے معمول کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی توجہ دی جاتی ہے کہ یہ کام کسی خاص وقت تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ کام کے واقع ہونے کے پورے عرصے سے مطلب ہوتا ہے۔

کام ایک خاص حالت کے تحت، اس حالت کی موجودگی میں ہی ہو سکتا ہے۔

زور کام کے مسلسل جاری رہنے پر دیا جاتا ہے، جیسے

"مجھ بڑھیا کو معاف کرنا، بیٹا، میری آنکھیں دکھتی ہیں تو پانی نکلتا ہی رہتا ہے"، (عباس ۔ آسمانی تلوار ۔ صفحہ ۱۰۰)۔

"جاڑوں میں انہیں دمہ کا دورہ ہو جاتا ہے۔ بے چارے جاڑوں بھر دوائیں کھاتے رہتے ہیں۔ مگر یہ مرض گلا نہیں چھوڑتا" (پریم چند ۔ غبن ۔ صفحہ ۲۰۵)

"یہ اس بچے کی خوشی نہ تھی جس نے ماں سے پیسے مانگ کر مٹھائی لی ہے۔ بلکہ اس بچے کی خوشی تھی جس نے پیسے چرا کر لی ہو۔ اسے مٹھائیاں میٹھی تو لگتی ہیں لیکن دل کانپتا رہتا ہے کہ کہیں گھر چلنے پر مار نہ پڑنے لگے"۔ (پریم چند ۔ غبن ۔ صفحہ ۶۳)۔

ان مثالوں کے یہ معنی ہیں کہ کام کے واقع ہونے کا عرصہ اس کام کو دیکھ کر بتایا جا سکتا ہے جو اس کے ساتھ بیک وقت ہوتا رہا ہو۔

طویل صورت کے حال معمولی کے معنی میں "حال معمولی" کا استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن صیغے کی اس تبدیلی سے کام کی اندرونی خصوصیت ضرور متاثر ہو گی اور وہ یہ کہ کہنے والے کی توجہ کا مرکز کام کا تسلسل نہیں رہے گا۔

"...دن اور رات کوشش کرتے ہیں کہ گھڑی دو گھڑی آرام سے سو رہیں" (نذیر احمد ۔ بنات النعش ۔ صفحہ ۱۴۹)۔

"'یہ ہاتھ، میں نے سوچا جو صبح سے شام تک مسالہ پیستے ہیں، پانی بھرتے

ہیں، پیاز کاٹتے ہیں، بستر بچھاتے ہیں، جوتے صاف کرتے ہیں، یہ بے کس غلام صبح سے شام تک جٹے ہی رہتے ہیں۔ ان کی بے گار کب ختم ہو گی" (عصمت چغتائی۔ چوتھی کا جوڑا۔ صفحہ ۹۶)۔

"... وہی خلد آباد ہے اور وہی اس کی ہری بھری کھیتیاں، جہاں صبح سے شام تک یوسف دھوپ میں کھڑا ہو کر کام کرتا ہے اور شام کو جب واپس آتا ہے تو گاؤں کی معصوم لڑکیوں کے گیتوں کو سن سن کر اس کی خستگی ایک خاص قسم کی روحانی لذت محسوس کرتی ہے" (نیاز فتحپوری۔ چنگاری۔ صفحہ ۲۹۸)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں افعال کے صیغوں سے کام کے ہر بار کسی محدود عرصے میں واقع ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور بس۔ یہ بات بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ اس عرصے کے اندر کام کس طرح ہوتا ہے۔

یلونکوف اپنے مضمون "ہندوستان زبان کے مرکب افعال کے بارے میں" میں وہ فرق نہیں دیکھتے جو طویل صورت کے حال معمولی اور حال معمولی کے صیغوں میں اس وقت ہوتا ہے جب وہ دہرائے جانے والے کام کے معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ موصوف نے لکھا ہے کہ "ایسے اوقات ملتے ہیں جب یہ صیغہ طوالت سے زیادہ کام کا دہرانا ظاہر کرتا ہے۔ اس حالت میں یہ ضروری نہیں ہوتا ہے کہ ایسے بار بار ہونے والے کام طویل بھی ہوں مثلاً ندی میں اکثر باڑھیں آتی رہتی ہیں"۔✦

طویل صورت کا حال استمراری

طویل صورت کے حال استمراری کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "آنا" یا "چلا آنا" کے حال استمراری سے بنایا جاتا ہے جیسے "وہ کرتا آرہا ہے" یا "وہ کرتا چلا آرہا ہے"۔

استعمال کے وقت حالیہ ناتمام اور حالیہ استمراری جنس اور مذکر میں تعداد بھی تبدیل کرتا ہے۔ امدادی فعل "ہونا" اشخاص و تعداد میں بدلتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ دونوں حالیہ ناتمام تنہا کبھی نہیں آتے۔

✦ د۔ یلونکوف، ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں، صفحہ ۱۹۴۔

یہ صیغہ ماضی اور حال دونوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے یعنی اس سے کام کا ماضی میں بہت دیر تک ہوتے رہنا اور اس کا حال میں جاری رہنا دونوں ظاہر ہوتے ہیں۔

"آنا" کے مقابلے میں "چلا آنا" کے استعمال میں کام کی طوالت کے ساتھ ساتھ اس کا نتیجہ پایا جاتا ہے۔

"... تب سے تقدیر سے لڑتا جھگڑتا چلا آرہا ہوں" (پریم چند۔ حسن و شباب۔ صفحہ ۲۹)۔

"پہلی شکل بنگالی کے ان مقامی لوگوں سے متعلق ہے جو نسلوں سے وہاں رہتے چلے آرہے ہیں" (نصیر احمد۔ اردو کی بولیاں صفحہ ۵۳)۔

"یہ کہہ کر وہ حقے کی نئے لے کر مجھے مارنے ہی والا تھا کہ میں وہاں سے بھاگا اور اب تک بھاگتا ہی چلا آرہا ہوں" (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق صفحہ ۴۸)۔

افعال کے ان صیغوں سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ کام بہت عرصے سے ہو رہا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جملے میں جاری کام کے آغاز کا وقت دیا جائے۔

جب جملے میں جاری کام کا آغاز بتایا جاتا ہے تو اس صیغے کے معنی حال استمراری سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

"مرد دھرم اور روحانیت اور رشیوں کا سہارا لیکر اس معیار پر پہنچنے کے لئے صدیوں سے زور لگا رہا ہے مگر اب تک کامیاب نہیں ہو سکا" (پریم چند۔ گئودان صفحہ ۲۶۶)۔

"یہ رواج شروع ہی سے چلا آرہا ہے" (پریم چند۔ گئودان صفحہ ۴۰۵)۔

اس صورت میں ان دو صیغوں میں فرق محسوس کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اسلئے یہ اتفاق کی بات نہیں ہے کہ طویل صورت کے حال استمراری کی جگہ حال استمراری استعمال ہوتا جاتا ہے۔

طویل صورت کا حال

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "آنا" یا "چلا آنا" کے حال معمولی

کی ترکیب سے بن جاتا ہے جیسے "وہ کرتا (چلا) آتا ہے"۔

چونکہ امدادی فعل "رہنا" کی معنوی خصوصیت کی وجہ سے طویل صورت کے حال معمولی کے ذریعہ الگ کام کی طوالت ظاہر نہیں ہو سکتی ہے اس لئے طویل صورت کا حال وجود میں آگیا ہے۔

طویل صورت کا حال اس کام کا اظہار کرتا ہے جو بہت دن سے ہو رہا ہے، جیسے۔

"آغا۔ بس تو اب اس سے ظاہر ہے کہ لباس اور وضع میں تغیر و تبدل سلف سے ہوتا آتا ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۷۱)۔

"چاہے میری جان جاتی رہے مگر دل کو تو خوشی ہے کہ ایک نئی شئے دیکھیں گے پہاڑ پہاڑ برسوں سے سنتے آتے ہیں" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۲)۔

"کئی شہزادے اور کئی حکام انتظام کرتے آتے ہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۱۳۲)۔

"ہوتا آتا ہے"، "سنتے آتے ہیں"، "کرتے آتے ہیں" خود صیغوں میں حال میں ہونے والے کام کے معنوں میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ آج کل جو ہو رہا ہے وہ ایک مدت سے ہو رہا ہے۔ طویل صورت کے حال استمراری کے مقابلے میں طویل صورت کے حال کا صیغہ کام کو واقع ہوتے ہوئے نہیں ظاہر کرتا ہے۔ اس سے صرف کام کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے۔

چونکہ طویل صورت کے حال کے اجزائے ترکیبی میں امدادی فعل کے حال معمولی کا صیغہ شامل ہے اس لئے بعض قواعد نویس اس میں معمول کے ساتھ ہونے والے کام کے معنی دیکھتے ہیں۔[1]

وقفہ پذیر صورت کے حال معمولی کا صیغہ

اصل فعل کے اسم (جو صورت سے "جانا"، کا اسم چھوڑ کر حالیہ تمام معلوم ہوتا

---

[1] H.C. Scholberg, Concise Grammar of the Hindi Language, p. 243

ہے اور جملے میں استعمال کے وقت اپنی شکل نہیں بدلتا ہے) اور "کرنا" کے حال معمولی کے صیغے کو ملا کر وقفہ پذیر صورت کا حال معمولی بنایا جاتا ہے جیسے "وہ دیکھا کرتا ہے" "وہ جایا کرتا ہے"۔

اس صیغے کے اجزائے ترکیبی میں جو فعل کا اسم شامل ہے وہ استعمال کے وقت ہمیشہ غائب شخصی (third person) واحد اور مذکر ہوتا ہے۔ "کرنا" کا حالیہ ناتمام جنس میں، اور مذکر میں تعداد میں بھی، تبدیلی کے ساتھ آتا ہے۔ "ہونا" فعل اشخاص و تعداد میں تبدیل ہوتا ہے۔

وقفہ پذیر صورت کے صیغوں میں جو اصل فعل اسم فعل کی صورت میں آتا ہے وہ فعل کا پرانا صیغہ ہے جو کبھی نہ فعل تھا اور نہ اسم بلکہ ان دونوں کی خصوصیت کا مرکب تھا۔ اردو قواعد کی نئی سوویت کتابوں میں (جن میں ڈاکٹر بیپیر وفسکی کی "ہندی میں افعال" ایک ہے۔ صفحہ ۲۰۱) وقفہ پذیر صورت کے صیغوں کا پہلا حصہ حالیہ تمام نہیں بلکہ وہ اسم بتایا گیا ہے جو فعل سے بنا ہے اور جس کے معنی کام کے لئے خواہش ظاہر کرنے کے ہیں۔

وقفہ پذیر صورت کا حال معمولی کام کا بار بار عمل میں آنا ظاہر کرتا ہے، جیسے

"خوف سے لیتے نہیں نام کہ سن لے نہ کوئی
چپ کے چپکے تمہیں ہم یاد کیا کرتے ہیں" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۱۶)۔

"گھر بھر مجھ کو چھیڑا کرتا ہے" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۵۵)۔

"شانتا کو اب کہیں تسکین نہیں۔ اس کا دل آگ کی طرح جلا کرتا ہے" (پریم چند۔ بازار حسن۔ صفحہ ۵)۔

"یہ جیسی لوں یہاں چلا کرتی ہے توبہ توبہ وہاں کہاں" (سرشار۔ سیر کہسار جلد اول۔ صفحہ ۱۶)۔

دیئے ہوئے جملوں میں افعال کے صیغوں سے کام کے بار بار دہرائے جانے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کام کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے جملے میں "کبھی کبھی" "اکثر" "بار بار" "اکثر و بیشتر" جیسے الفاظ موجود ہوتے ہیں، جیسے

"مہاراج۔ یہ شعر ہمارا داماد علیہ الرحمۃ اکثر پڑھا کرتا ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔

جلد دوم ۔ صفحہ ۶۵)۔

"ہم اپنے لکھے ہوئے گانے کبھی کبھی گنگنا لیا کرتے ہیں" (شوکت تھانوی ۔ دو منٹ ۔ صفحہ ۶۵)۔

"عصمت اور میں بعض اوقات عجیب عجیب باتیں سوچا کرتے ہیں" (منٹو ۔ عصمت چغتائی ۔ صفحہ ۲۲)۔

"تو تو آئے دن فرمائش کیا کرتی ہے" (مرزا رسوا ۔ امراؤ جان ادا ۔ صفحہ ۸۰)۔

ان مثالوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حالانکہ خود صیغے میں کام کا بار بار واقع ہونا پایا جاتا ہے پھر بھی جملے میں اس کے لئے مناسب الفاظ استعمال ہوں تو زیادہ واضح ہوگا۔

جملے میں استعمال کے وقت کام کا بار بار واقع ہونا مندرجہ ذیل حالات سے بھی معلوم ہوتا ہے:۔

۱۔ کام عام صداقت کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ اس بات کا واضح احساس ہوتا ہے کہ کام بہ کثرت ہونے کی وجہ سے معمول بن گیا ہے، جیسے

"دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے بالکل اسی طرح باتیں کر رہے تھے جیسے عاشق و معشوق کیا کرتے ہیں" (پریم چند ۔ ترسول ۔ صفحہ ۹۴)۔

"یہ کنجوس ہے جیسے بوڑھی عورتیں ہوا کرتی ہیں" (سرشار ۔ فسانۂ آزاد ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۴۰)۔

"میاں بات یہ ہے کہ باپ دادا تو سب ہی کے مرا کرتے ہیں" (سرشار ۔ فسانۂ آزاد ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۱۰۰)۔

"مہراج ۔ تمہارے کہنے سے نام نہیں ہے ۔ یہ مٹی اوپر جم گئی ہے ۔ مٹی کے بھی کہیں پہاڑ ہوا کرتے ہیں بھلا" (سرشار ۔ سیر کہسار ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۳۳)۔

"اس کے علاوہ یہ دستور کی بات ہے کیسا ہی آسان کام ہو مبتدی اور نوآموز کو مشکل معلوم ہوا کرتا ہے" (نذیر احمد ۔ بنات النعش ۔ صفحہ ۲۹)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں کام کے کثرت سے ہونے کے معنی پس منظر میں جا کر عمومیت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

۱۔ بعض اوقات کثرت کے ساتھ ہونے والے کام سے فاعل کی عادت ظاہر ہوتی ہے، جیسے

"نہیں میں تو باہر ہوا میں بھی نہیں بیٹھتی دالان کے اندر بیٹھا کرتی ہوں جہاں ہوا کا گزر نہیں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۴۶)۔

"میں نے استانی جی سے پوچھا کہ آپ اس قدر سویرے اٹھ کر کیوں ٹہلا کرتی ہیں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۳۸)۔

"کیا ہر روز آپ پہر دن چڑھے اٹھا کرتی ہیں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۵۴)۔

ایسے حالات میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل کوئی کام کرتے کرتے اس کا عادی ہو گیا ہے۔

۳۔ بظاہر مسلسل یا پابندی کے ساتھ ہونے والے کام کے لئے بھی وقفہ پذیر صورت کے حال معمولی کا استعمال ہو سکتا ہے۔

الف۔ تسلسل کا احساس جملے میں استعمال شدہ دیگر لفظوں کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ وقفہ پذیر صورت کے استعمال سے اس تسلسل کا انقطاع ظاہر ہوتا ہے، جیسے

"رنبیر سنگھ رن کے میدان میں ہیں اور وہاں ہر دم و ہر لحظہ اپنی چاہتی بی بی کو دل سے یاد کیا کرتے ہیں" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۳۹)۔

"میری آنکھیں ہر گھڑی تمہیں ڈھونڈھا کرتی ہیں" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ صفحہ ۶۳)۔

"حسن آرا۔ لوگ تو بات بات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۰۸)۔

اس قسم کے جملوں میں وقفہ پذیر صورت کے حال معمولی کے استعمال سے غالب احساس یہ ہوتا ہے کہ کام عام طور پر ہر وقت جاری نہیں رہتا۔ جب اس موقع پر طویل صورت کا حال معمولی استعمال ہوتا ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کام کے بار بار دہرانے میں وقفہ اتنا کم ہوتا ہے کہ کام کو ہوتے ہوئے کسی بھی وقت دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً

"سلیا بہن نہ جانے کیوں ہر وقت روتی رہتی ہے" (پریم چند گئودان صفحہ ۵۶۵)۔

اس کے مقابلے میں وقفہ پذیر صورت کے صیغے میں وقفہ زیادہ بڑا ہوتا ہے۔

ب۔ اسی طرح جب وقفہ پذیر صورت کے حال معمولی کے ساتھ "ہر روز" جیسے لفظ استعمال ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کام سچ مچ روزانہ ہوتا ہو۔ وقفہ پذیر صورت کے استعمال سے کام کے کبھی کبھی نہ ہونے کا امکان باقی رہتا ہے۔ جیسے۔

"ہمارے محلے میں ایک آیا رہتی ہے۔ وہ ہر سال اپنے صاحب کے ہمراہ پہاڑ پر جایا کرتی ہے" (سرشار۔ سیر کہسار، جلد اول۔ صفحہ ۱۵)۔

"دونوں وقت مفت میں چھ سات گھروں کا سودا لادیا کرتی ہوں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۹۴)۔

"ہم تو ہمیشہ چاندنی رات میں چندا ماموں سے کھیلا کرتے ہیں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۳۱)۔

"ہر روز" جیسے لفظ ہونے پر بھی وقفہ پذیر صورت کے استعمال سے عمومیت کا احساس جملے میں باقی رہتا ہے۔

جب جملے میں "ہر روز" "ہر سال" وغیرہ لفظ فعل کی طویل صورت کے صیغے کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو یہ احساس کہ کام عمومیت کے ساتھ جاری رہتا ہے ختم ہو کر کام کے جاری رہنے کا اظہار شدید ہو جاتا ہے، جیسے

"کیا بتاؤں روز یہی سوچتی رہتی ہوں" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ صفحہ ۱۰)۔

"تم ہر روز کام کرتے رہتے ہو" (پریم چند۔ منتر۔ صفحہ ۲۹)۔

پ۔ وقفہ پذیر صورت کے حال معمولی سے ظاہر کیا ہوا کام بعض حالتوں کے تابع ہوتا ہے اور اسی حالت کے بار بار پیدا ہونے پر بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اس صورت میں کام کے بار بار دہرائے جانے کی وجہ سے عمومیت یا عادت کا اظہار ہوتا ہے، جیسے

"میں جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مجھے عصمت کے چہرے پر وہی سمٹا ہوا حجاب نظر آیا جو عام گھریلو لڑکیوں کے چہرے پر ناگفتنی شئے کا نام سن کر نمودار ہوا کرتا ہے"۔ (منٹو۔ عصمت چغتائی۔ صفحہ ۱۲)۔

"میں نے تو اپنا یہی قاعدہ رکھا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے جتنا وقت بچتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ کام کیا کرتی ہوں" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۵۳)۔

"برسات میں جو ایک رنگین کمان آسمان میں نکلا کرتی ہے اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ . . ." (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۲۹)۔

"بھائی۔ کیا کہوں کچھ ایسی عادت ہوگئی ہے جس دن پسینا نہیں ملتا تمام بدن دکھا کرتا ہے" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۴۵)۔

۴۔ کام ایک خاص عرصے میں محدود ہوتا ہے۔ جملے میں "دن بھر"، "رات بھر" وغیرہ لفظ موجود ہوتے ہیں۔ اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہاں وقفہ پذیر صورت کا حال معمولی کام کے وقفے کے ساتھ ہونے کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ کام کا تسلسل دکھاتا ہے لیکن دراصل ایسا نہیں ہے بلکہ ان لفظوں کا مفہوم صرف یہ ہوتا ہے کہ کام اکثر حصے میں ہوتا ہے یعنی "دن بھر" کا مطلب محض یہ ہوگا کہ دن کے اکثر حصے میں کام ہوتا ہے، جیسے

"روز صبح سے شام تک حاضر رہا کرتا ہوں" (شرر۔ قیس ولبنیٰ۔ صفحہ ۱۰۵)۔

"اور میں تو حضور دن رات انہیں کی صورت دیکھا کرتی ہوں" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۷)۔

"ان لوگوں سے ہندوستان کو ترقی کی امید نہ رکھنی چاہیے جو دنیا کو ترک کر کے پہاڑوں کی کھوہ میں جا کے بیٹھے ہیں یا جو رام رام کی گولیاں دن دن بھر لکھا کرتے ہیں تاکہ مچھلیوں کو نفع پہنچے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۶۵)۔

"اس کو تین دن سے بخار آتا ہے اور چونک پڑتا ہے اور راتوں کو رویا کرتا ہے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۲۵۴)۔

اس صیغے کا طویل صورت کے حال معمولی کے صیغے سے موازنہ کرنے پر وقفے کی نوعیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے، جیسے

"دن بھر تمہاری اماں کچو کے دیتی رہتی ہیں" (عباس۔ کچی پکی۔ صفحہ ۸۱)۔

وقفہ پذیر صورت کا صیغہ کام کے تسلسل کے ساتھ ہونے کو ظاہر نہیں کرتا جب کہ طویل صورت کا استعمال کام کے جاری رہنے پر زور دیتا ہے۔

طویل اور وقفہ پذیر صورت کے معنی طویل و قفہ پذیر صورت کے صیغے میں باہم مل جاتے ہیں، جیسے ”وہ پڑھتا رہا کرتا ہے“۔ یہ صیغہ پیچیدہ ہونے کی وجہ سے بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وقفے کے ساتھ ہونے والے کام میں ہر بار کچھ وقت لگ جاتا ہے، جیسے

”اتنے میں ایک مردار خور جانور جو عرب کے ریگزاروں میں ہر جگہ منڈلاتے رہا کرتے ہیں دور سے لاش پڑی دیکھکے اترا اور اس کے سینے پر بیٹھ گیا“ (شرر۔ قیس ولبنیٰ۔ صفحہ ۵۶)۔

ضرورت کا حال کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے مصدر اور ”ہونا“ کے حال کے مفرد صیغوں پر مشتمل ہے۔ مصدر بہ لحاظ جنس (اور مذکر میں بہ لحاظ تعداد بھی) مفعول کے ساتھ آسکتا ہے۔ مگر اس کا بدلنا ضروری نہیں ہے۔ ”ہونا“ فعل کے مفرد صیغے تعداد میں مفعول کے مطابق آتے ہیں۔

اس صیغے سے کسی الگ کام کے حال میں واقع ہونے کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے، جیسے

”مجھے پتہ ہے کہ اس فہرست میں ابھی بہت اضافہ ہونا ہے“ (انتظار حسین بستی۔ صفحہ ۵۶)۔

”ڈیڈی صبح ہم سب کو تحفے خرید ہی لینا ہیں“ (شوکت تھانوی۔ نیلوفر۔ صفحہ ۲۶۸)۔

”ارے یہ تصویر! یہ تو میں نے اس لئے لگائی کہ میری اگلی فلم میں مجھے اس ٹائپ کی داڑھی لگانی ہے“ (ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ صفحہ ۹۱)۔

ضرورت کا حال معمولی کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے مصدر اور ”ہونا“ کے حال معمولی کے صیغوں پر مشتمل ہے۔ مصدر بہ لحاظ جنس (اور مذکر میں بہ لحاظ تعداد بھی) مفعول کے ساتھ آسکتا ہے مگر اس کا بدلنا ضروری نہیں ہے۔ ”ہونا“ فعل کے مرکب صیغے جنس و تعداد میں مفعول کے

مطابق آتے ہیں۔

اس صیغے میں کام کی بار بار عمل میں آنے کی ضرورت پائی جاتی ہے، جیسے „متوسط اور غریب طبقے کے لوگوں کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں صبح جلدی کام پر پہنچنا ہوتا ہے۔ شام جلدی گھر لوٹنا ہوتا ہے" (ابراہیم جلیس۔ ہنسے اور پھنسے۔ صفحات ۱۱۴ـ ۱۱۵)۔

„گھر کے سارے کام مجھے ہی نبیڑنے ہوتے ہیں" (انتظار حسین۔ بستی۔ صفحہ ۱۵۰۔

„لیکن اسے اس قبضۂ مخالفانہ کی کچھ قیمت دینی ہوتی ہے جو یہ ہے کہ اسے متعلقہ بولی سے اثر قبول کرنا ہوتا ہے" (گیان چند۔ لسانی مطالعہ۔ صفحہ ۲۵۶)۔

„فلم کمپنیوں میں اکثر وہی آدمی عورتیں لے کر آتے ہیں جنہیں ان کی کمائی کھانا ہوتی ہے"۔ (منٹو۔ جانکی۔ صفحہ ۲۴۱)۔

مختصر نتائج

حال کے تمام صیغوں کے نحوی استعمال پر غور کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ان سے ظاہر کئے ہوئے کام تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ وہ کام جو بولنے کے وقت میں ہوتا ہے۔

۲۔ وہ کام جو معمول یا کثرت کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔

۳۔ وہ الگ کام جس کے وقت کا تعین بولنے کے وقت سے نہیں کیا جاتا ہے۔

پہلے گروپ کے صیغوں میں حال معمولی، حال استمراری، ترقی پذیر صورت کا حال، ترقی پذیر صورت کا حال استمراری اور استقلالی صورت کا حال اور استقلالی صورت کا حال استمراری شامل ہوتے ہیں۔ حال معمولی، ترقی پذیر صورت کے حال اور استقلالی صورت کے حال کے صیغوں میں اور حال استمراری، ترقی پذیر صورت کے حال استمراری اور استقلالی صورت کے حال استمراری کے صیغوں میں جو فرق ہے وہ کام کو پیش کرنے میں چھپا ہے۔

حال معمولی، ترقی پذیر صورت کے حال اور استقلالی صورت کے حال کے

صیغوں میں کسی اندرونی کیفیت کا اظہار کئے بغیر کام کا ہونا بتایا جاتا ہے۔ توجہ خود فاعل پر منعطف ہوتی ہے۔

حال استمراری، ترقی پذیر صورت کے حال استمراری اور استقلالی صورت کے حال استمراری کے صیغوں میں توجہ کا مرکز کام کا تسلسل ہوتا ہے۔

حال معمولی اور حال استمراری کے صیغوں سے باقی صیغے اس بنا پر مختلف ہیں کہ ان میں کام کا طریقہ پایا جاتا ہے۔ کام کے وقوع کا طریقہ ظاہر کرنے کی وجہ سے ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال کے صیغوں کا استعمال حال معمولی کے استعمال سے کچھ مختلف ہے۔ ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال کے صیغے اس الگ کام کے بھی معنی دے سکتے ہیں جسکا بولنے کے وقت جاری ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرے گروپ کے صیغوں میں حال معمولی، ترقی پذیر صورت کا حال اور وقفہ پذیر اور طویل صورت کا حال معمولی شامل کیا جاسکتا ہے۔

ترقی پذیر صورت کے حال کا صیغہ اور وقفہ پذیر اور طویل صورت کے حال معمولی کے صیغے اس کام کے وقوع کا طریقہ بتاتے ہیں جو حال معمولی کے صیغے سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

تیسرے گروپ کے صیغوں میں حال استمراری، ترقی پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے حال کے صیغے اور ترقی پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے حال استمراری کے صیغے آتے ہیں۔

ترقی پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے صیغوں سے الگ کام کے وقوع کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے۔

ترقی پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے حال کے صیغے ترقی پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے حال استمراری کے صیغوں کی طرح کام کو ہوتے ہوئے نہیں دکھاتے. ان کے ذریعہ صرف کام کے واقع ہونے کی خبر ملتی ہے۔

"کرنا ہے" (ضرورت کا حال) اور "کرنا ہوتا ہے" (ضرورت کا حال معمولی) صیغے حال کے اور صیغوں سے اس قدر مختلف ہیں کہ ان میں کام کی ضرورت بتائی جاتی ہے۔

خاکہ ۱

زمانہ حال

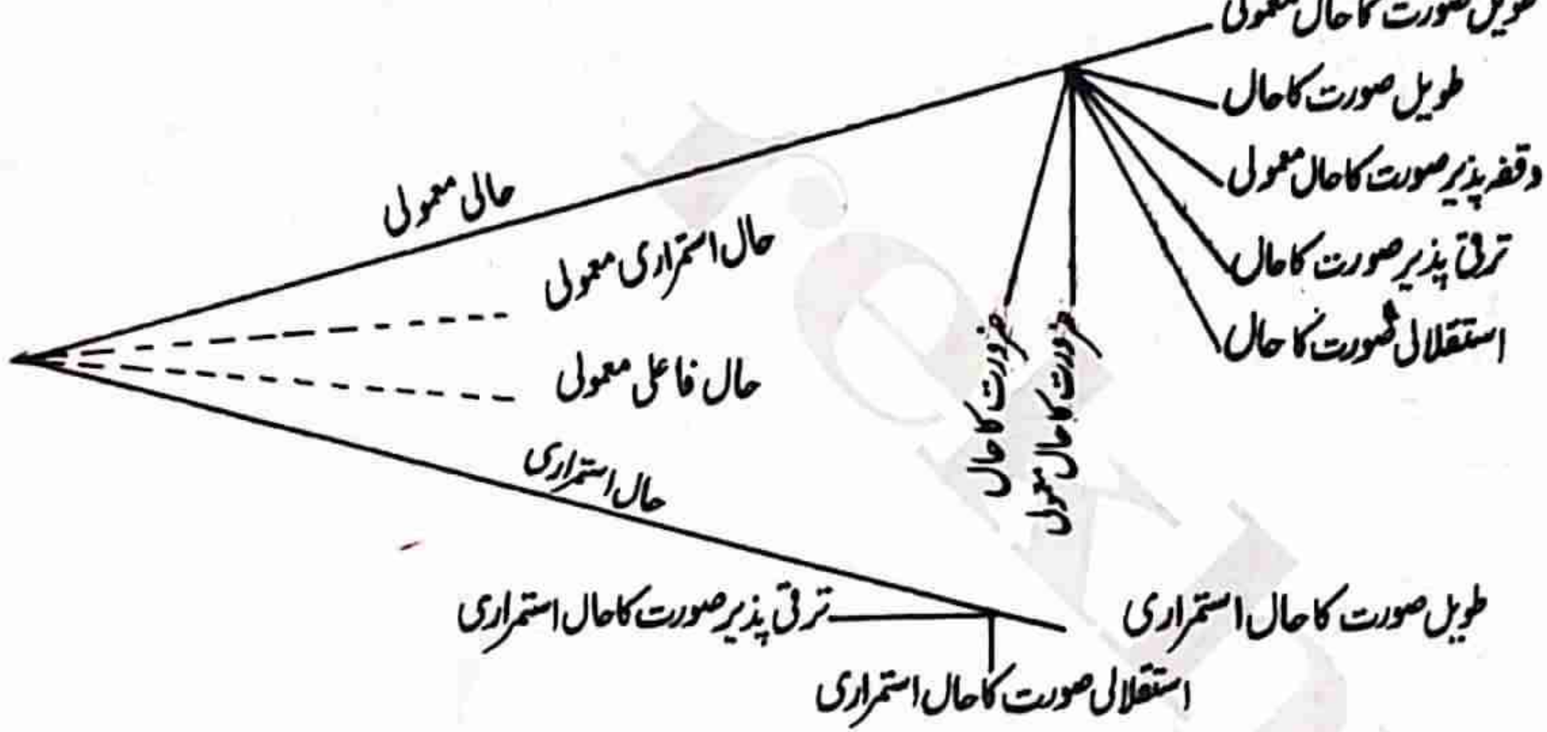
حالی معمول
حال استمراری معمول
حال فاعل معمول
حال استمراری
طویل صورت کا حال معمولی
طویل صورت کا حال
وقفہ پذیر صورت کا حال معمول
ترقی پذیر صورت کا حال
استقلالی صورت کا حال
ضرورت کا حال
ضرورت کا حال معمول
طویل صورت کا حال استمراری
ترقی پذیر صورت کا حال استمراری
استقلالی صورت کا حال استمراری

نقطے دار لکیروں سے ظاہر کئے ہوئے صیغوں کا استعمال کم ہوتا ہے

زمانۂ ماضی

زمانۂ ماضی تمام کے صیغے

اردو اور ہندی میں خبری صورت کے معروف طور میں اختتام کام کے اظہار کے لئے تین صیغے ہیں۔ ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی۔ یہ افعال کی شکلوں کا وہ گروہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام ختم ہو چکا ہے۔ لسانیات میں کام کا ختم ہونا "صورت" کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے تینوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر صیغے کے ذریعہ ظاہر کئے ہوئے کام کا اپنا زمانی تعین ہوتا ہے۔ ماضی تمام کا صیغہ یہ دکھاتا ہے کہ کام اس وقت میں ہوا جس کے تعلق کا تعین حال یا ماضی میں کسی مقررہ لمحے سے نہ کیا جائے۔ حال تمام کے صیغے کے ذریعہ گزرا ہوا کام بولنے کے وقت سے ملایا جاتا ہے۔ ماضی قبل ماضی زیادہ تر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام ماضی میں کسی مقررہ وقت سے پہلے ہو چکا تھا۔ مگر استعمال کے لحاظ سے ان میں بعض باریک فرق موجود ہیں۔ ہر صیغہ کا استعمال مختلف حالتوں اور کیفیتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کا استعمال اردو اور ہندی قواعد کا ایک اہم مگر پیچیدہ اور غیر متعین مسئلہ ہے، ان تین صیغوں کو سمجھ لینے کے بعد اردو اور ہندی کے کچھ دوسرے صیغوں کی خصوصیت سمجھنا آسان ہو جائے گی مثلاً وہ کرتا رہا، کرتا رہا ہے، کرتا رہا تھا، کرتا گیا، کیا کیا وغیرہ وغیرہ

ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے بارے میں بحث کرنے وقت اصل فعل کے مادے اور امدادی فعل کے مرکب اور سادہ فعل کے فرق کا بھی سوال آتا ہے جس سے یہ مسئلہ اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

سوویت یونین میں شائع شدہ بارانیکوف کی "ہندوستانی" اور بعد کی دوسری مختصر گراموں میں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کو زیادہ جگہ نہیں دی گئی ہے۔ دمشیتس کی "اردو زبان" اور پیروفسکی کی "آج کل کی ادبی ہندی میں

موڈ کی صنف " میں ان صیغوں کے نحوی استعمال کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ ٭

ماضی تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں کا استعمال بتاتے وقت جملہ تمیزی کو الگ جگہ دینا ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس قسم کے جملوں میں ماضی تمام اور ماضی قبل ماضی کا فرق اپنی الگ خصوصیت رکھتا ہے۔

ماضی تمام

ماضی تمام کا صیغہ اور حالیہ تمام کا صیغہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً "لڑکا آیا"۔

فعل لازم اور فعال ناقص ٭٭ کی جنس اور تعداد اسم کے مطابق ہوتی ہے جیسے "لڑکا رویا"، "لڑکی روئی"، "لڑکے روئے"، "لڑکیاں روئیں"، "دودھ خراب ہوا"۔

فعل متعدی کے استعمال میں اسم کے ساتھ "نے" علامت لگائی جاتی ہے اور فعل کی جنس اور تعداد بلحاظ مفعول کے رکھی جاتی ہے۔ مثلاً "اس نے چٹھی لکھی"۔ جن جملوں میں مفعول نہیں ہوتا یا مفعول "کو" علامت کے ساتھ آتا ہے ان میں فعل غائب شخصی (third person) واحد اور مذکر ہوتا ہے۔ مثلاً "اس نے لکھا"، "میں نے اس کو دیکھا"۔

٭ دمشتیس۔ اردو زبان۔ صفحات ۶۸ - ۶۹ ؛ لیبیروفسکی۔ آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف۔ صفحات ۹ - ۱۴۔

٭٭ ڈاکٹر عبدالحق نے "قواعد اردو" کے ۱۱۹ صفحے پر فعل کی تین قسمیں بتائی ہیں:

"فعل لازم وہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے، مگر اس کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رہے اور بس، جیسے "احمد آیا"، . . .

فعل متعدی وہ ہے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے (مفعول یعنی جس پر فعل واقع ہو) جیسے "احمد نے خط لکھا"۔ یہاں "لکھا" فعل ہے، "احمد" اس کا فاعل اور "خط" (جس پر لکھنے کا فعل ہوا ہے) مفعول ہے۔

فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے جیسے "احمد بیمار ہے"، اس جملے میں فعل کا کرنا نہیں بلکہ ہونا پایا جاتا ہے۔ "احمد"، جو یہاں فاعل ہے کام کرنے والا نہیں بلکہ فعل کا سہنے والا ہے اور "بیمار" اس کی حالت کی خبر دیتا ہے"۔

ماضی تمام کے صیغے میں صورت اور زمانہ دونوں کو دکھایا جاتا ہے، بلحاظ صورت کے یہ صیغہ کام کو ختم ہوا دکھاتا ہے اور زمانے کے لحاظ سے یہ صیغہ ماضی کا ہوتا ہے۔

ماضی تمام کے بنیادی صرفی معنی یہ ہیں کہ اس کا استعمال تب ہوتا ہے جب اس کام کو ظاہر کرنا مقصود ہو جس کے تعلق کا تعین حال یا ماضی کے کسی مقررہ وقت سے نہیں ہے۔ اس سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ کام گذشتہ زمانے میں ہوا ہے۔

عبارت میں ماضی تمام کا حسب ذیل استعمال ہے

۱۔ جب ماضی میں گزرے ہوئے کاموں کا ایک سلسلہ ہو تو ماضی تمام کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صورت بیانیہ قصوں میں پیدا ہوتی ہے، جیسے

"ایک دن حسب معمول احباب کا جلسہ تھا۔ کوئی غزل پڑھ رہا تھا۔ احباب داد دے رہے تھے اتنے میں میں نے ایک شعر پڑھا، اس کھڑکی کی طرف سے واہ کی آواز آئی۔ میں چپ ہو گیا اور احباب بھی اس طرف متوجہ ہو گئے۔ منشی احمد حسین نے پکار کر کہا 'غائبانہ تعریف ٹھیک نہیں اگر شوق شعر و سخن ہے تو جلسے میں تشریف لائیے'۔

"اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں پھر غزل پڑھنے لگا، بات رفت گزشت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک 'مہری' آئی۔ اس نے سب کو سلام کیا پھر یہ کہا 'مرزا رسوا کون صاحب ہیں، احباب نے مجھے بتایا، مہری نے کہا 'بیوی نے ذرا آپ کو بلایا ہے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۳)۔

"پڑھا"، "(آواز) آئی"، "چپ ہو گیا"، "متوجہ ہو گئے"، "کہا"، "نہ ملا"، "پڑھنے لگا"، "رفت گزشت ہوئی"، "آئی"، "(سلام) کیا"، "کہا"، "بتا دیا"، "کہا"، صیغے وہ کام ظاہر کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے بعد ہوئے ہیں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ دو افعال کے مرکب اور سادہ افعال کے ماضی تمام کے صیغوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ جب دو افعال کے مرکب کا حوالہ دیا جاتا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ ان کے مادے کے بعد سکنا، پانا اور چکنا کو چھوڑ کر لینا، دینا، جانا، وغیرہ امدادی افعال بڑھا دیئے گئے ہیں۔ یہ ساختیں توجہ کام کے نتیجہ پر مبذول کرتی ہیں۔

اوپر دی ہوئی مثال میں "چپ ہو گیا" اور متوجہ ہو گئے"، صیغے یہ دکھاتے ہیں کہ

فاعل ماضی میں کچھ وقت تک خاموشی اور توجہ کی حالت میں رہے۔ "بتا دیا" صیغے کا نتیجہ یہ ہے کہ دھری کو اب معلوم ہو گیا کہ مرزا رسوا کون ہیں اور وہ انہیں سے مخاطب ہوئی۔

اس قسم کے دوسرے جملے دیکھیے:

"دوسرے دن سے گوبر نے مالتی کے یہاں کام کرنا شروع کر دیا۔ اسے رہنے کو ایک کوٹھی بھی مل گئی۔ جھنیا بھی آ گئی"۔ (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۴۹)۔

اس مثال میں تاکیدی افعال سے بنے ہوئے صیغے نتیجہ دکھانے کی وجہ سے ماضی ناتمام کے صیغوں کے قریب ہو جاتے ہیں، جیسے

اب گوبر مالتی کے یہاں کام کرتا تھا۔ اس کے پاس رہنے کو ایک کوٹھی بھی تھی۔ جھنیا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"زرینہ نے نوجوان کی ٹانگ کا معائنہ کیا۔ شکر ہے گولی نہیں لگی۔ چوٹ کسی اور وجہ سے آئی ہے، زرینہ نے کہا۔ پھر اس نے لڑکی کو مخاطب کیا، لو اپنے آدمی کو ادھر لٹا دو، شاگرد پیشے کی طرف سے دو تین ملازم دوڑتے ہوئے آن پہنچے۔ لڑکی نے گھبرا کر چہرہ اچھی طرح چھپا لیا۔ "اگر تم اس طرح منہ چھپائے رکھو گی تو کیسے کام چلے گا۔ لو ادھر سے اس کی ٹانگ پکڑ لو۔ ذرا شاباش"۔" (قرۃ العین حیدر۔ چائے کے باغ۔ صفحہ ۸۸)۔

یہاں "آن پہنچے" کا نتیجہ ان لوگوں کے موجود ہونے کی صورت میں سامنے آتا ہے جن کی وجہ سے دوسرا کام عمل میں آیا یعنی "چھپا لیا"۔ اسی طرح "چھپا لیا" میں کام کے ختم ہونے کے وقت پر اتنا زور نہیں ہے جتنا اس کے نتیجے پر یعنی لڑکی کے چھپے ہوئے چہرے پر جو ڈاکٹر زرینہ کو کام نہیں کرنے دیتا تھا۔

جہاں تک "کیا"، "کہا" اور "مخاطب کیا" صیغوں کا تعلق ہے تو ان میں کام کا نتیجہ زیر توجہ نہیں ہے۔ ساری توجہ فاعل کی اس حالت سے گزر کر کام کے عمل میں آنے تک پہنچتی ہے جو اسی کے کام کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔

قواعد کی کچھ کتابوں میں ∴ اس طرح کی غلطیاں ملتی ہیں کہ ماضی تمام کا صیغہ

∴ بارانیکوف۔ ہندی کی مختصر قواعد۔ صفحہ ۱۱۸۷ بات۔ کتینینا۔ ہندی زبان۔ صفحہ ۶۳ با ز۔ دمشیتس۔ اردو زبان۔ صفحہ ۶۸۔

ایسا کام دکھاتا ہے جو الگ ہو اور دوسرے کاموں سے وابستہ نہ ہو۔ اس طرح کہنے میں انگریزی کے Past Indefinite Tense کا استعمال جھلکتا ہے۔ ہمیں کوئی جملہ ایسا نہیں ملا جہاں ماضی تمام کا صیغہ ماضی کے کسی ایسے کام کو دکھاتا ہو جو کاموں کے سلسلے میں شامل نہ ہو۔

مندرجہ ذیل جملے یہ دکھاتے ہیں کہ ماضی تمام کے صیغے سے ظاہر کام دوسرے کاموں کے سلسلے سے لئے گئے ہیں، مثلاً

"انیل!"، اس کے دماغ میں یہ انجانا نام بم کے گولے کی طرح پھٹا" (عباس۔ ڈیڈ لیٹر۔ صفحہ ۱۰۶)۔

"اور ایک مرتبہ جہاز پر سے کود کر ڈوبتے کو نکالا، یوں انعام پائے اور فلاں فلاں اخبار میں میری تعریف چھپی" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۶۷)۔

جب ہم کسی ایسے گزرے ہوئے کام کے اظہار کے لئے ماضی تمام کا استعمال کرتے ہیں جو بولنے کے وقت سے پہلے عمل میں نہیں آیا ہے تو اہل زبان یہ کبھی نہیں سمجھے گا کہ ہماری بات پوری ہوئی ہے اور ان دوسرے کاموں کی خبر سننے کے لئے تیار ہو جائے گا جو بتائے ہوئے کام کے بعد ہوئے۔

ماضی میں گزرے کسی ایک الگ کام کے لئے ماضی قبل ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے، جیسے

"ہم بھی آپ کی شکایت کر دیں گے کہ آپ نے مجیب بھائی کے کتے کے ڈھیلا مارا تھا" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۱۴۱)۔

"مارا تھا"، صیغہ کام کو ایک امر کے طور پر پیش کرتا ہے۔

۲۔ ماضی تمام یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے عمل میں آیا اور بس۔

اگرچہ گزرے ہوئے کام کے نتیجے کا بولتے وقت موجود ہونا صاف ظاہر ہوتا ہے تاہم کہنے والے کا مطلب کام کے ہو جانے سے ہے۔ عمل میں آیا ہوا کام بولنے کے وقت کے لئے کتنا اہم ہے یہ بات نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ مثلاً

"مہتا کو ایسا معلوم ہوا گویا ان نرم و نازک ہاتھوں نے سارا درد کھینچ لیا"

(پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۵۷)۔

"کھینچ لیا" صیغۂ نتیجہ یعنی کھینچے ہوئے درد کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کے تعلق کا تعین خاص بولنے کے وقت سے نہیں کیا جاتا۔ بولنے والے کے خیال میں سر کا درد کسی بھی وقت ختم ہو سکتا تھا۔ اس کے لئے صرف ان نرم و نازک ہاتھوں کا چھونا ضروری تھا۔

"اسے تو میں نہ لے جاؤں گا سرکار! آپ اتنی دور سے آئے، اس کڑی دھوپ میں شکار کیا، میں کیسے اٹھا لے جاؤں؟" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۵۶)۔

"آئے" اور "(شکار) کیا" کام کا تعلق بولنے کے وقت سے اتنا نہیں جتنا کسی بھی وقت سے ہے یعنی بولنے والا ہرن لینے سے صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ اس کے شکار کرنے کا کام کسی اور نے کیا۔

اسی طرح کے یہ مندرجہ ذیل جملے بھی ہیں:

"اب میں بالکل اچھا ہوں میرا علاج تم نے کر دیا۔ میرے مرض کو تم نے پہچان لیا۔ اور مجھ کو میرے مرض کی دوا تم نے اسی بیاض سے نکال کر دی"، (شوکت تھانوی۔ انشاء اللہ۔ صفحہ ۲۰۶)۔

"پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر حلیمہ نے یہ طبیعت کہاں سے پائی؟ یہ ذہانت اور سنجیدگی اس کو ملی کہاں سے؟" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرشام۔ صفحہ ۱۰)۔

اس نے سانپ بھی مار دیا اور لاٹھی بھی بچالی" (شوکت تھانوی۔ سپنے۔ صفحہ ۱۱۵)

ان تمام جملوں میں ماضی تمام کا صیغہ یہ بتلاتا ہے کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے ہو گیا ہے اور بس۔ بولنے والے کا مطلب کام کی اس اہمیت سے نہیں ہوتا جو وہ بولنے کے وقت میں رکھتا ہے بلکہ اس اہمیت سے ہوتا ہے جو اس طرح کے ہر موقع کے لیے ٹھیک مانی گئی ہے۔

جب توجہ کا مرکز وہ اہمیت ہوتی ہے جو گزرا ہوا کام بولنے کے وقت کے لئے رکھتا ہے تو حال تمام استعمال کیا جاتا ہے، جیسے

"کچھ اور کہنے والے تھے کہ ایک چپراسی نے آکر کہا، سرکار، بیگاروں نے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے،" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۲)۔

"ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ردی حالت ہے۔ بڑا صدمہ پہونچا ہے علاج مشکل ہے۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۶۱)۔

"انکار کر دیا ہے" اور "پہونچا ہے" کام فاعل کی وہ حالت بتاتے ہیں جو بولنے کے وقت میں ہے یعنی بیگار کام نہیں کر رہے ہیں اور دل کو صدمہ پہونچنے سے کسی کی ردی حالت ہے۔

۳۔ اگر جملے میں مناسب الفاظ موجود ہیں تو ماضی تمام کا صیغہ ماضی میں کچھ عرصے تک یا کئی بار ہونے والے کاموں کو ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے مثلاً

"رات کو کراہ کراہ کر کئی بار جاگے۔" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۴۶)
"میں نے تم سے کہہ دیا۔ اور کتنی دفعہ کہہ دیا۔" (عصمت چغتائی۔ ضدی۔ صفحہ ۱۷)۔
"کامل تین دن اور متواتر تین رات مسلمان جمع ہوئے۔" (راشد الخیری۔ آفتاب دمشق۔ صفحہ ۳۳)۔
"بچہ تمام دن دودھ کو پھڑکا۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۱۹۱)
"ہم نے تو برسوں اندھے فقیر کی غلامی کی۔" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۲۰)۔

لیکن اگر ان مخصوص الفاظ کو جملے میں سے نکال دیا جائے تو کام کی تکرار یا تسلسل کا اندازہ باقی نہیں رہتا۔

جن تمیزی لفظوں سے تکرار کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے جیسے "بار بار"، "ہمیشہ"، "اکثر"، ان کے ساتھ گزرے ہوئے کام کے اظہار کے لئے ماضی تمام کے علاوہ ماضی معمولی کا صیغہ بھی آتا ہے جب کہ "دو بار"، "تین بار"، "کئی مرتبہ" جیسے تمیزی الفاظ کی موجودگی صرف ماضی تمام کا صیغہ عمل میں لاتی ہے۔

بار بار ہونے والے کاموں کے لئے ماضی معمولی کا استعمال اس صیغے کے خلاف نہیں ہے۔ اس صیغے سے ظاہر کیا ہوا کام چونکہ معمول کے مطابق عمل میں آتا ہے اس لئے وہ ایک یا کئی بار نہیں بلکہ بار بار واقع ہوتا ہے۔

ماضی تمام سے بار بار یا کئی بار ہونے والے کاموں کی خبر اس لئے مل سکتی ہے کہ ماضی تمام کے صیغے میں خود کام کا صرف ایک بار عمل میں آنا نہیں پایا جاتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کتاب پڑھی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم نے اسے صرف

ایک بار میں پڑھا۔ ہوسکتا ہے کہ پڑھنے کا یہ کام کئی بار میں یا بہت عرصہ میں پورا ہوا ہو۔ ایک الگ ختم شدہ کام کے معنوں میں اس کا صرف ایک بار میں ہو جانا شامل نہیں ہوتا ہے۔

جب ماضی معمولی اور ماضی تمام کے صیغے بار بار ہونے والے کام کے لئے مستعمل ہوتے ہیں تو ان میں صورت کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے۔ ماضی معمولی کے صیغے سے کام کے ختم ہونے کا احساس نہیں ہوتا ہے یعنی وہ عرصہ جس کے اندر کام بہت بار ہوا ہے اور بولنے کے وقت تک کا عرصہ ایک نہیں ہوتا ہے۔ بولنے کے وقت تک کا عرصہ کام کے واقع ہونے کے عرصے سے زیادہ طویل ہوتا ہے۔ ماضی تمام کے صیغے سے ظاہر کیا ہوا کام اس تمام عرصے پر پھیل جاتا ہے جو بولنے کے وقت سے پہلے گزرا ہے۔ "وہ اکثر آتا تھا"، میں کام کے واقع ہونے کا عرصہ اس عرصے سے کم ہے جو بولنے کے وقت سے پہلے گزر گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کام کسی ختم ہوئے عرصے سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ ختم ہو گیا ہے۔ کام ختم تب تصور کیا جاتا ہے جب اس کے عمل میں آنے کا عرصہ اور بولنے کے وقت تک کا گزرا عرصہ ایک ہوتا ہے۔ جو صرف ماضی تمام کے صیغوں میں پایا جاتا ہے۔

۴۔ ماضی تمام کا صیغہ کئی یا کم سے کم دو ایسے کاموں کے معنی دیتا ہے جو گذشتہ زمانے میں بار بار ہوئے ہوں لیکن ضروری ہے کہ عبارت کے سیاق و سباق سے کام کے اکثر عمل میں آنے کا مفہوم واضح طور پر ظاہر ہوتا ہو۔

اس صورت میں بار بار یا روزمرہ ہونے والے واقعے کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے گویا یہ محض ایک بار ہوا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سننے والے کی توجہ اس واقعے پر مرکوز ہو جاتی ہے اور واقعہ زیادہ واضح طور پر اس کے ذہن نشین ہو جاتا ہے، جیسے

"کسی مقام پر کامنی کو چین نہیں آتا تھا۔ کسی سے بولتی تھی نہ چالتی تھی۔ کبھی اس کمرے میں گئی اور کھڑی ہو کے واپس آئی کبھی اس کمرے میں جا کے مونڈھے پر بیٹھی کچھ سونگھنے لگی کبھی باہر آئی کبھی پھر تلسا اور زینب کی ماں کے پاس ذرا بیٹھی" (سرشار۔ کامنی۔ صفحات ۴۱۶ — ۴۱۷)۔

یہاں ماضی تمام کے صیغوں سے ان بار بار ہونے والے کاموں کی خبر ملتی ہے جو

کسی حالت کے لئے مخصوص تھے۔

اسی طرح کی یہ بھی مثالیں دیکھئے:

"واللہ ایسے ایسے بزرگ جن کے قدم دھو دھو کر پینا ہمارے لیے باسعادت ہوتا خود ہماری خدمت کو اپنے لئے وسیلۂ بخشش سمجھے ہوئے تھے ... ذرا سی ہم نے جنبش کی اور دو چار حضرات دوڑے ہماری طرف۔ کسی نے تکیہ سلیقہ سے رکھ دیا تو کسی نے چادر کی شکن درست کی، کسی نے پیر سہلانا شروع کر دئے، تو کسی نے ہمارے قریب آکر نہایت ادب سے پوچھا کہ "کیا حکم ہے" اور ہم نے ان تمام باتوں کا جواب صرف ایک شکن جبین سے دیدیا، اور اسی کو بہت کافی سمجھا" (شوکت تھانوی۔ میں مدقوق تھا۔ صفحہ ۱۳۰)۔

"ابا جب شام کو نوکری پر سے آتے تھے اس وقت کی خوشی ہم بھائی بہنوں کی کچھ نہ پوچھئے۔ میں کمر سے لپٹ گئی۔ بھائی ابا ابا کر کے دوڑا، دامن سے چمٹ گیا۔ ابا کی باچھیں مارے خوشی کے کھل جاتی ہیں۔ مجھ کو چمکارا پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ بھیا کو گود میں اٹھا لیا۔ پیار کرنے لگے" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحات ۲۰-۲۱)

عبارت کے اس سیاق و سباق میں ان کاموں کا اظہار ہے جو معمول کے مطابق واقع ہوتے تھے۔

مندرجہ ذیل جملوں میں ماضی تمام کے صیغے سے ظاہر کیا ہوا کام علامت فاعل ہے "آنکھوں میں وہ جادو بھرا تھا کہ جس کو نظر بھر کر دیکھ لیا وہ ان کا کلمہ پڑھنے لگا" (فرحت اللہ بیگ۔ نانی چندو۔ صفحہ ۸۵)۔

"اور رنبیر سنگھ لاکھ دو لاکھ میں ایک جوان تھا۔ جہاں کھڑا ہو گیا سب کا سردار معلوم ہونے لگا" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۱۴)۔

"اور ان کا مزاج بھی اس قسم کا تھا جو منہ سے کہا وہی کیا" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۸)۔

دی ہوئی مثالوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ماضی تمام کے صیغے مناسب سیاق و سباق میں ان بار بار ہونے والے کئی کام دکھا سکتے ہیں جو کسی حالت یا آدمی کے لئے مخصوص ہوں۔

یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایسی حالت میں کاموں کی تعداد دو سے کم نہیں ہو سکتی۔

۵۔ ماضی تمام کا صیغہ زمانۂ حال کے معنی دیتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ عبارت کے سیاق و سباق سے حال کا مفہوم واضح طور پر ظاہر ہوتا ہو۔

اس صورت میں بار بار یا روزمرہ ہونے والے کاموں کا ایک ایسا سلسلہ دکھایا جاتا ہے۔ جن کے مختلف حصوں کا درمیانی وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ بات زیادہ واضح طور پر سننے والے کے ذہن نشین ہو جاتی ہے، جیسے

"بھئی ان ماسٹروں کے خوب ٹھاٹ ہیں۔ مزے سے سائیکلوں پر دندناتے پھر رہے ہیں۔ جیسے جب جی چاہا ٹھوک دیا۔ مرغا بنا کر کرسی رکھ دی اور غصہ آیا تو کونے میں منہ دے کر چھٹی کے گھنٹے میں کھڑا کر دیا۔ کوئی جملہ پانچ سو دفعہ لکھنے کو دیدیا۔ نظمیں رٹوا لیں"۔ (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۷۷)۔

"اس کی یہ کیفیت کہ ادھر محمد عسکری دروازے پر آئے اور وہ کودتی ہوئی دوڑی کہ عسکری میاں آئے،" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۵۳)۔

"محفل بھر میں سب کی نگاہ ان کی طرف ہے یہ آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتیں۔ پھر جدھر دیکھ لیا، ادھر سب دیکھنے لگے"۔ (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۵۰)۔

"لڑکی ذہین ایسی کہ جو بات ایک دفعہ سن لی ایسی ذہن نشین ہوئی کہ پھر نہ بھولی" (راشد الخیری۔ صبح زندگی۔ صفحہ ۳۰)۔

"کیا بری عادت ہے ان لوگوں کی کہ سونگھی انہوں نے کھانے کی خوشبو اور آموجود ہوئے سنی کسی سے خبر دعوت۔ شادی بیاہ یا کسی کام کی اور آدھمکے"۔ (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۱۵)۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیانیہ قصوں میں جب عبارت کے سیاق و سباق سے زمانۂ حال کا مفہوم واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے، ماضی تمام کا صیغہ زمانۂ حال میں معمول کے مطابق ہونے والے کاموں کے معنی دے سکتا ہے۔ اگر کاموں کا سلسلہ نہ ہوتا یا ایک دوسرے سے لازمی طور پر تعلق رکھنے والے کم سے کم دو کام نہ ہوتے تو زمانۂ حال میں ہونے والے کاموں کے اظہار کے لئے ماضی تمام کا استعمال نہیں ہو سکتا۔

۶۔ عبارت کے ایسے سیاق وسباق میں، جہاں مستقبل کا مفہوم واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے، ماضی تمام کا صیغہ مستقبل کے معنی دیتا ہے، جیسے

"وہ یہاں تک کہ راستہ کی تمام چہل پہل ان کے لئے قابل توجہ نہ ہوگی۔ اگر کسی نے سلام کیا تو بغیر دیکھے ہوئے جواب دیدیا"۔ (شوکت تھانوی۔ بابو۔ صفحہ ۴۳)۔

ہونے والے کام کو اکثر اوقات یوں دکھایا جاتا ہے گویا وہ بولنے کے فوراً بعد ہی عمل میں آجائے گا۔ اس کے مختلف استعمال مندرجۂ ذیل ہیں:

الف۔ قریب ترین مستقبل کے معنی میں، جیسے

"پہلے تو بات نہیں کی جاتی تھی۔ سمجھتی تھی کہ بس اب مری اور اب مری۔ اب دم نکلا اور اب دم نکلا" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۶۹۰)۔

"دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ آج ہڈی پسلی ٹوٹی۔ یہ تو کچا ہی کھا جائے گا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۸۳)۔

"اکثر کہنے اور کام کرنے کے درمیان کم وقفہ دکھانا مقصود ہوتا ہے، جیسے

"میں ابھی آئی۔ ذرا لکشمی بائی سے تھوڑے سے پاپڑ لے آؤں" (عصمت چغتائی۔ معصومہ۔ صفحہ ۲۸)۔

"ابھی چلی، یہ کہہ کے اس نے کنگھی کر کے کپڑے بدلے" (شرر۔ قیس ولبنیٰ۔ صفحہ ۱۵۶)۔

"اچھا آپ ذرا ٹھہرئے میں ابھی حاضر ہوا" (شوکت تھانوی۔ جھوٹ کا سچ۔ صفحہ ۱۰۴)۔

"اگر اپنے باپ کا ہے تو ٹھہر جا میں آیا" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۹۴)۔

یہ تمام جملے اس بات کو سامنے لاتے ہیں کہ جب مستقبل کے معنی ظاہر کرنے کیلئے سادہ افعال کے ماضی تمام کا صیغہ استعمال ہوتا ہے تو کام کے جلد ہی عمل میں آنے کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کام جو آنے والے زمانہ میں ہوگا۔ ایسا دکھایا جاتا ہے گویا وہ عمل میں آچکا۔

ب۔ کسی تصور کی نفی کرنے کے لئے۔ کہنے والے کو کام کے کبھی عمل میں نہ آنے کا پورا یقین ہوتا ہے، جیسے

"چھوٹے بھیا! اگر آپ یونہی ہمارے سر پر سوار رہے تو ہم سے کام ہو چکا"
(عصمت چغتائی۔ ضدی۔ صفحہ ۲۵)۔

"ہم اسے اپنے گھر میں رکھ لیں گے"۔

"جی ہاں بہت رکھا اپنے گھر میں، خالہ اماں گولی ماردیں گی" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۴۹)۔

"بھلا وہاں جن یوں کیوں دینے لگا" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۷۷)

"واہ میں اس نیک کام میں کیوں خلل ڈالنے لگی۔ میں اسی ہفتے میں آپ کے کپڑے دے دوں گی" (پریم چند۔ سہاگ کا جنازہ۔ صفحہ ۲۷۹)۔

مذکورہ بالا مثالوں میں بولنے والے کے کام پر یقین دلانے میں نفی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

پ۔ مفرد اور مرکب جملوں میں جہاں ایسے دو کام دیئے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے لازمی تعلق رکھتے ہیں۔ ایک کام کا عمل میں آنا دوسرے کام کے عمل میں آنے کا پیش خیمہ ہوتا ہے، جیسے

"اب تو ان کی لاج اس طرح بچ گئی کہ اس لونڈے کی خوشامد کرتے ہیں۔ وہ ذرا بھی خلل انداز ہوئے اور عزت خاک میں مل گئی" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۲۴)۔

"چلتے ہوئے ایک عرق دیتا گیا کہ پاؤ گھنٹے بعد پلا کر مریض کو علیحدہ مکان میں اکیلا لٹا دینا، کوئی آدمی اس کے پاس نہ رہے تاکہ اس کو نیند آجائے، اگر سو گیا تو جاننا کہ بچ گیا" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۱۸)۔

"میں بہت جلد چلی آؤں گی تم گئے اور میں آئی" (پریم چند۔ غبن۔ صفحہ ۳۵)۔

"اوہ تو ابھی عرصہ ہے۔ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور چلا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۲)۔

"اور نہ تو مجھ کو پورا پورا یقین ہے کہ ادھر مجھے دیکھا اور ادھر ریجھ گئی"
(سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۲۹)

"جس دن یہ کنجی ہاتھ آگئی بس فتح ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۴۵)۔

اوپر دیئے ہوئے جملے اس بات کو سامنے لاتے ہیں کہ ماضی تمام مستقبل میں

ایک دوسرے سے لازمی تعلق رکھنے والے کاموں کو ظاہر کرتا ہے۔

ایسے جملوں میں " جیسے ہی " " جس وقت " اور ایسے ہی الفاظ پنہاں ہوتے ہیں۔

ت۔ شرطیہ جملوں میں۔

شرطیہ فقرے میں ماضی تمام کا صیغہ اور جزائیہ فقرے میں مستقبل مطلق کا صیغہ ہوتا ہے، جیسے

" آپا جی، خدا گواہ ہے میری جان سن سے نکل جائے گی جو آپ پہلو سے چلی گئیں " (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۰۳)۔

" اگر دوا پہنچ گئی تو دل چلنے لگنا کچھ بڑی بات نہیں ہے " (فرحت اللہ بیگ۔ خان بہادر۔ صفحہ ۵۶)۔

" دھنیا نے سب کو سنا سنا کر کہہ دیا کہ کسی نے اسے پانی بھرنے سے روکا تو اس کا اور اپنا خون ایک کر دوں گی " (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۰۲)۔

" ایک لفظ بھی اگر تمہاری زبان سے اب نکلا تو میں اٹھ کے چلا جاؤنگا بس " (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۶۹۳)۔

" اگر اس سمندر کے چند قطرے مجھ کو بھی مل گئے تو میرا کام بن جائے گا " (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۹)۔

شرطیہ جملوں میں ماضی تمام کے استعمال سے یہ دکھایا جاتا ہے کہ جزا شرط کے پورا ہونے کے فوراً بعد عمل میں آئے گا۔

حال تمام

حال تمام کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ تمام اور فعل " ہونا " کے حال کے مفرد صیغوں سے بنایا جاتا ہے، جیسے " لڑکا آیا ہے "۔

حال تمام کے صیغے میں فعل لازم اور فعل ناقص کے حالیہ تمام کی جنس اور تعداد (مذکر میں) اسم کے مطابق ہوتی ہے۔ " ہونا " کے حال کے مفرد صیغوں کی تبدیلی اسم کی تعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ فعل متعدی کے استعمال میں اسم کے ساتھ " نے " لگایا جاتا ہے اور فعل کی جنس اور تعداد بلحاظ مفعول کے رکھی جاتی ہے۔

جب مفعول نہیں ہوتا یا وہ "کو" کے ساتھ آتا ہے تو فعل متعدی غائب شخص (Third person) واحد اور مذکر ہوتا ہے۔

حال تمام کے معنی دو چیزوں پر منحصر ہیں صورت اور زمانہ۔ بلحاظ اپنے صرفی معنوں کے یہ صیغہ کام کو بولنے کے وقت سے جوڑتا ہے۔

اردو قواعد کی کچھ کتابوں میں یہ صیغہ حال کے صیغوں میں شامل کیا جاتا ہے* مگر ہمارے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس سے ظاہر کیا ہوا کام گزر چکا ہوتا ہے۔

حال تمام کا استعمال یہ دیکھ کر بتایا جا سکتا ہے کہ گزرے ہوئے کام کا بولنے کے وقت سے کیا تعلق ہے۔ اس لحاظ سے حال تمام کے استعمال کے حسب ذیل تین اوقات ہیں ..:

ا۔ کام بولنے کے وقت سے ذرا پہلے یا بہت پہلے ہوا ہے لیکن اس کا نتیجہ بولنے کے وقت ظاہر ہونا ضروری ہے۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ایسے موقعوں پر بولنے والا ہمیشہ صرف کام کے نتیجے پر توجہ نہیں دیتا ہے۔ اس کی توجہ کا مرکز خود فاعل بھی ہو سکتا ہے جس کے ذریعہ کام عمل آگیا ہے، جیسے

"ابھی ابھی رودرپال نے لڑکی کے نام ایک خط بھیجا ہے..." (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۳۰)۔

"بھیجا ہے" صیغہ کیا ظاہر کرتا ہے؟ یہ کہ خط ہے یا یہ کہ رودرپال نے کیا کیا ہے۔ دوسرے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال کہ اس جملے سے خود فاعل کی خبر ملتی ہے جس نے وہ کیا جو بولنے کے وقت میں زیر توجہ ہے عبارت کے دوسرے جملے سے درست ثابت ہوتا ہے "آج کل کے لڑکوں میں اور تو کوئی خوبی نظر نہیں آتی، بس آزادی کی سنک سوار ہے" یہاں فاعل کو اسکے کئے ہوئے کام کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔

"اپنی ہی برادری کے ہیں۔ تمہارے بابوجی انہیں کاشی سے اپنے ساتھ لائے ہیں" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۳۵)۔

---

* مولوی عبدالحق۔ قواعد اردو۔ صفحہ ۲۶۲۔

" لائے ہیں " کام ہو چکا ہے مگر بولنے والے کے لئے وہ بولنے کے وقت میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔ جس آدمی کو بابوجی لائے ہیں وہ موجود ہے پھر بھی بولنے والے کی توجہ کام کے نتیجے کی طرف اتنی نہیں لگی ہے جتنی کہ خود فاعل کی طرف یعنی بابوجی کی طرف جنہوں نے وہ کیا جو بولنے کے وقت میں مدنظر ہے۔

" لوگ سمجھے کہ ان کے گھر سے خط آیا ہے " (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۲)۔

اس جملے میں خط کا ملنا اتنا اہم نہیں ہے جتنی اہم یہ بات ہے کہ وہ گھر سے آیا ہے۔

حال تمام کے صیغے سے ظاہر کام گزرے ہوئے زمانے کے کسی تجربے یا واقفیت کا اظہار کرتے ہیں ایسے کام کو بولنے کے وقت سے ملانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے اب بھی اہمیت رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ فاعل کی خصوصیت اس کے گزرے ہوئے کام کو دیکھ کر بتائی جاتی ہے، جیسے

" ذرا بتائیے تو کتنے گاؤں دیکھے ہیں جا کر لسی پی ہے اور چنے کا ساگ کھا کر آگ کے ڈوڈے سونگھے ہیں؟ کتنی معصوم دیہاتنوں کی عزت لوٹی اور حرام کے بچے پیدا کروائے ہیں؟ " (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صفحہ ۴۵۸)۔

" محمودہ۔ خیر کبھی حوض میں نہائی ہو؟ " (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۱۱۸)۔

" تم نے اورنٹیل (مشرقی) زبانوں کی کتابیں اس کثرت سے پڑھی ہیں کہ اکثر جملے بھی انہیں کے خیالات کی طرح بولتے ہو " (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳)۔

" ... تم نے تو مارنا ہی سیکھا ہے۔ دلار کرنا سیکھا ہی نہیں " (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۰)۔

دی ہوئی مثالوں میں حال تمام کا صیغہ ماضی میں ہوئے ایسے کاموں کو ظاہر کرتا ہے، جن کے ذریعہ فاعل کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ اب وہ جملے دیکھئے جن میں حال تمام کے استعمال سے نتیجے پر زور ہوتا ہے، جیسے

" ثبوت کیا ہے کہ ابھی لگان ادا کر دیا ہے؟ " (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۰۹)۔

" ادا کر دیا ہے " اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اس کا کوئی کاغذ یا ثبوت موجود ہونا چاہیئے۔

"وہ بات یہ ہے کہ سرکس کا ایک نہایت ہی بدمعاش شیر چھوٹ گیا ہے" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۳)۔

"چھوٹ گیا ہے"، فعل کا نتیجہ وہ شیر ہے جو بولنے کے وقت چھوٹا ہوا ہے اور یہ حال تمام کے صیغے میں ایک ایسا عنصر ہے جس کے ذریعہ گزرا ہوا کام موجودہ وقت سے جڑ جاتا ہے۔

"رانی منورما اب نئے محل میں رہتی ہیں۔ انہوں نے کتنی ہی چڑیاں پال رکھی ہیں" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۴۰۰)۔

"پال رکھی ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ رانی منورما کے پاس بہت سی چڑیاں ہیں۔

کچھ جملوں میں گزرے ہوئے کام کے نتیجے کے ذریعہ فاعل کی شکل وصورت یا حالت بتائی جاتی ہے، جیسے

"مہراج لڑکی کا چہرہ کیوں اتر گیا ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۳۶)۔

"کوئی چالیس۴۰ پینتالیس۴۵ برس کا ہوگا۔ مگر آنکھوں کے نیچے جھریاں بتا رہی تھیں کہ زمانہ کے تفکرات نے اس کی یہ حالت کر دی ہے" (فرحت اللہ بیگ۔ جینے سے بہتر مرنا۔ صفحہ ۱۰۱)۔

ان جملوں میں "اتر گیا ہے" "کر دی ہے" فاعل کی وہ حالت دکھلاتے ہیں جو گزرے ہوئے کام کے نتیجے کے طور پر نکلی ہے۔

مذکورہ بالا استعمال میں گزرا ہوا کام فاعل یا اپنے نتیجہ کے ذریعہ بولنے کے وقت سے وابستہ ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں سادہ فعل اور دوسرے میں دو افعال کا مرکب آتا ہے۔ لیکن یہ قاعدہ فعل ناقص کے لئے نہیں بلکہ افعال متعدی اور لازم کے لئے ہے حال تمام کے صیغے میں فعل ناقص سادہ نہیں پایا جاتا ہے۔

"دیکھتا ہوں کہ اس کی ساڑی پھٹ گئی ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۹۴)۔

"آرائشوں سے بے نیاز ہو کر اس کا حسن چاند کے سادہ حسن کی طرح چمک اٹھا ہے" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۳۹۰)۔

"بھلے آدمیوں کے ساتھ رہنے سے اسکی عقل جاگ اٹھی ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۵۸۳)۔

ان جملوں میں امدادی افعال اصل افعال کو کام دکھانے والے افعال کے معنی دیتے ہیں۔ اگر اصل افعال کے ساتھ امدادی افعال نہ جوڑے جاتے تو وہ آدمیوں اور چیزوں کی وہ حالت دکھلاتے جس میں ان کو دیکھا گیا ہے اور صرف صورت میں حال تمام کے صیغے معلوم ہوتے۔ مثلاً

"بجور شہر بھر میں دھوم مچی ہے کہ . . . " (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص ۴۷۵)

"وہاں تو آج کل جنگ چھڑی ہے " (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۰)۔

"مچی ہے" اور "چھڑی ہے" حال تمام کے صیغے نہیں ہیں۔ یہ حالیہ تمام اور "ہونا" کے حال کے مفرد صیغوں کا مرکب ہیں۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اردو میں کام اور حالت دکھانے والے افعال کے معنی میں فرق کیا جاتا ہے۔

مگر "ملنا" اور "ہونا" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان میں لازم اور متعدی افعال کی طرح تبدیلی ہوتی ہے۔ جیسے

"اور ادھر مہراج بلی بھی ہزار غنیمت سمجھتے تھے کہ ایسی جوان حسینہ نازک بدن خوش قسمتی سے ملی ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۶)۔

"کچھ پاگل ہوا ہے کیا" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۴۳)۔

" . . . مجھ کو سارا پتہ مل گیا ہے . . . " (پریم چند۔ گئو دان۔ صفحہ ۱۷۳)۔

"ان کا امتحان تو ہو گیا ہے" (پریم چند ۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۳۶)۔

"آج صبح صبح پندرہ سو کا سودا ہوا ہے . . " (پریم چند۔ گئو دان۔ صفحہ ۲۸۷)۔

"(اچھا، برا) لگنا"، "نظر آنا" "دکھائی دینا" "(ایسا، اچھا) معلوم ہونا" جیسے افعال ناقص کے ساتھ امدادی افعال نہیں آتے۔

فعل لازم سادہ اور امدادی افعال کی مدد سے معنی پیدا کرتا ہے۔ جیسے

"اس گپ کے قربان کہنے لگے پانچ ہزار برس کا پیڑ ہے اور آسمان تک اس کی شاخیں پہونچ گئی ہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۶)۔

"اس وقت ہوا خوب ٹھنڈی ہے۔ شاید کہیں مینہ برسا ہے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳)۔

"اس طرف سے دھواں اٹھا ہے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۵۷)۔

"آفتاب بلند ہو کر کوہ اولمپس کی چوٹی کو زرکار بنا رہا ہے، چڑیاں اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر باہر آگئی ہیں، کسان ہل لے کر کھیتوں میں پہنچ گئے ہیں، لکڑہارے کلہاڑیاں لئے ہوئے خشک درختوں کی تلاش میں نکل گئے ہیں، پھول کھل چکے ہیں، سبزہ شبنم سے لہک اٹھا ہے، چشموں کی روانی میں تیزی پیدا ہو چلی ہے۔ الغرض ساری کائنات بیدار ہو چلی ہے" (نیاز فتحپوری۔ ایک شاعر کا انجام۔ صفحہ ۲۴۲)۔

"میاں آزاد نے جگایا کہ خواجہ صاحب اٹھئے طوفان آیا ہے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۵)۔

"ہر چند اس کو ہزاروں سال کا زمانہ گزر چکا لیکن اس کے چہرہ کی تازگی کا یہ عالم تھا گویا وہ ابھی ابھی سوئی ہے" (نیاز فتحپوری۔ ایک شاعر کی محبت۔ صفحہ ۲۸)۔

مذکورہ بالا جملے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حال تمام کے صیغے میں فعل لازم سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں ہو سکتا ہے۔ دونوں صورتیں گزرے ہوئے کام کو موجودہ وقت سے جوڑتی ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ سادہ فعل لازم کا صیغہ فاعل کے ذریعہ بولنے کے وقت سے تعلق قائم کرتا ہے جبکہ دو افعال کے مرکب کا صیغہ (ساخت کا صیغہ) یہ تعلق نتیجہ کے ذریعہ قائم کرتا ہے۔ پہلی صورت میں توجہ فاعل پر ہوتی ہے جس نے کوئی کام کیا ہے۔ گزرے ہوئے کام کے ذریعہ فاعل کا کردار سامنے آتا ہے جبکہ دوسری میں اہم بات یہ ہوتی ہے کہ بولنے کے وقت فاعل کا کیا حال ہے اور نہ یہ کہ جو کچھ ہے اسے کس نے کیا ہے۔

حال تمام کے صیغے میں فعل متعدی بھی سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں ہو سکتا ہے۔ سادہ فعل متعدی کے حال تمام کے صیغے میں بھی کام کے نتیجہ کی بہ نسبت خود فاعل پر زیادہ زور ہوتا ہے، جیسے

"کندن۔ ہمارے میاں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے . . ." (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۹۹)۔

"ہنسیا۔ تمہارے لئے میں نے گھر چھوڑا ہے . . . . ." (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۶۹)۔

پہلے جملے میں بولنے والی یہ کہنا چاہتی ہے کہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ دوسرے جملے

میں" چھوڑا ہے" کہنے کا یہ مطلب ہے کہ میں نے تمہارے لئے کیا کیا ہے۔

"جھنیا نے ضد سے کہا۔ تم نے مجھے اتنا سبک سمجھ رکھا ہے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحات ۵۵۴۔ ۵۵۵)۔

"سمجھ رکھا ہے" کا مطلب ہے "سمجھتے ہو"۔

"تم نے اپنے کو سمجھا کیا ہے؟" (پریم چند: گئودان۔ صفحہ ۴۷)

"تم نے اپنے کو سمجھا کیا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری یہ مجال کیسے ہوئی۔ اس کی پہچان تمہارا رویہ اور ردعمل ہے۔

"... سینکڑوں غریبوں او مظلوموں کا خون چوس کر اس نے الغاروں دولت جمع کی ہے" (قرۃ العین حیدر۔ یاد کی ایک دھنک جلے۔ صفحہ ۱۰۲)۔

"انہوں نے چھوٹے نواب کو گودیوں میں کھلایا ہے" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۴)۔

"توبہ کر کے کہتی ہوں کہ سرکاری وظیفوں پر تو صاحب زادے نے تعلیم حاصل کی ہے" (شوکت تھانوی۔ انشاءاللہ۔ صفحہ ۴۳)۔

"جمع کی ہے" "کھلایا ہے" اور "حاصل کی ہے" صیغوں میں زیر توجہ خود فاعل ہے۔ "نہیں اور "نہ" کے ساتھ سادہ فعل کے صیغے میں نتیجہ نہ ہونے کا الزام فاعل پر لگایا جاتا ہے جبکہ تاکیدی فعل کے صیغے میں سارا زور صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ بولنے کے وقت میں کام کا نتیجہ موجود نہیں ہے، جیسے

"میں تو پہلے ہی سمجھا تھا کہ آپ نے اتحادیوں کی چال کو ابتدا ہی سے نہیں سمجھا ہے" (فرحت اللہ بیگ۔ جینے سے بہتر مرنا۔ صفحہ ۱۰۹)۔

"نہیں سمجھا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی غلطی ہوئی

"ذرا عقل نہیں چھو گئی ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ صفحہ ۷۵)۔

"نہیں چھو گئی ہے" کا مطلب ہے "بے وقوف ہے"۔

اسی طرح کی اور مثالیں دیکھئے:

"تحصیلدار کے لڑکے کی طرح اس قدر جنون نہیں ہو گیا ہے کہ جان دے ڈالے"

(سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۲۰)۔

"یہ آپ ہی کے بڑے گہرے دوست اور عزیز ہیں جنہوں نے آپ کے تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۳۲)۔

"آپ نے یہاں کے مشاعرے نہیں دیکھے ہیں؟" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول صفحہ ۴۶)۔

"مجھے وقت تو نہیں دیا ہے مگر مجھے اسی وقت ملنا ہے" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ صفحہ ۲۹)۔

"دو گھڑی ہنسنے بولنے کو آئے ہیں، جلی کٹی سنانے کو نہیں آئے ہیں" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۳۶۵)۔

"نہیں دیکھے ہیں" "نہیں دیا ہے" "نہیں آئے ہیں" میں فاعل کی خصوصیت کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ان جملوں کا ان جملوں سے مقابلہ کیجئے جن میں نفی کے ساتھ ماضی تمام کا استعمال ہوا ہے، مثلاً

"آنکھوں میں دھول مت جھونکو! تم نے کچھ کہا نہیں تو بہو جھوٹ موٹ روتی ہے؟" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۴۷)۔

"ادھر جھنگری سے کہہ دیں گے کہ ابھی روپے نہیں ملے" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۹۸)۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شریفوں کی صحبت نہیں اٹھائی" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۶۷)۔

"میں افسانہ نہ لکھوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے کپڑے نہیں پہنے یا میں نے غسل نہیں کیا یا میں نے شراب نہیں پی" (منٹو۔ اوپر نیچے اور درمیان۔ صفحہ ۲۵۷)۔

نفی کے ساتھ استعمال کئے ہوئے ماضی تمام کے صیغے سے کام کے ہونے کے وقت کے لئے اہم ہونے کی بہ نسبت کام کا عمل میں نہ آنا زیادہ واضح ہوتا ہے۔

حال تمام کا صیغہ یہ نہیں ظاہر کرتا ہے کہ کام کو ہوئے کم وقت گزرا ہے۔ وقت کی قلت کا اظہار جملے میں مناسب الفاظ کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔

قواعد کی کتابوں میں ؞ حال تمام کو ماضی قریب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ جملوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ ان صورتوں میں ماضی قریب کے معنی خود صیغے سے نہیں بلکہ جملے کے اور الفاظ سے نکلتے ہیں، جیسے "ابھی" "تھوڑی دیر ہوئی"، وغیرہ

"دیکھا آپ بھی دھوکا کھا گئے نا۔ میری عمر صرف چوبیس سال ہے۔ پچھلے سال ہی تو بی۔ اے کا امتحان دیا ہے" (عباس۔ اودھ کی شام۔ صفحہ ۷۵)۔

"ایسا لگتا تھا کہ نہ اسے مریض کی صحت کی فکر ہے اور نہ اس کا احساس ہے کہ ابھی ابھی اس نے اپنے نشتر سے کسی کی زندگی اور موت کا فیصلہ کیا ہے" (عباس۔ تین تصویریں۔ صفحہ ۹۰)۔

"شیام۔ راجا بھیا کون ہیں؟

شاردا۔ وہی تو ہیں جو ابھی ادھر سے گئے ہیں" (پریم چند۔ الزام۔ صفحہ ۲۱۱)۔

"روح افزا نے کہا کہ باجی ابھی ابھی کہہ گئی ہیں کہ . . ." (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحات ۲۵۶ ــ ۲۵۷)۔

"ابھی تھوڑی دیر ہوئی حمیدہ نے مجھ کو رلا رلا دیا ہے" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۶۷)۔

"آپ کے والد کا انتقال پچھلے جاڑوں ہی میں تو ہوا ہے" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرشام۔ صفحہ ۲۶)۔

مندرجۂ بالا جملوں میں وقت کی قلت کا اندازہ مناسب الفاظ سے لگایا جاتا ہے۔

جب کام کا اثر یا نتیجہ بولنے کے وقت میں باقی نہیں رہتا تو کام کو گزرے کتنا ہی کم وقت کیوں نہ ہوا ہو۔ ماضی قبل ماضی کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے

؞ مولوی عبدالحق۔ قواعد اردو۔ صفحہ ۲۶۲

किशोरीदास वाजपेयी, राष्ट्रभाषा का प्रथम व्याकरण, पृ. ९०,
कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, पृ. २८५

“۔۔۔ آج نہ جاؤ گے تو کون ہرج ہو جائے گا؟ ابھی تو پرسوں گئے تھے” (پریم چند۔ گئودان ۔ صفحہ ۵)۔

“ابھی پرسوں ہی ایک مقدمہ ہوا تھا” (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۸)۔

۲۔ حال تمام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے کسی وقت ہو چکا ہے۔ اور کہنے والا اسے حال سے ملا کر جملے میں “اب تک” یا “آج تک” کا مفہوم پوشیدہ کر دیتا ہے۔

اس صورت میں سادہ فعل کے استعمال سے خود کام اور دو افعال کے مرکب کے استعمال سے نتیجے کی اہمیت سامنے آتی ہے، جیسے

“کبھی کبھی ایسا ہوا ہے کہ آلو کے کھیت سے آلو توڑ کے اسی دم بھنوائے اور گھوڑے ہی کی پیٹھ پر کھائے” (سرشار۔ کامنی ۔ صفحہ ۱۲)۔

“آج مدت کے بعد ان بوڑھوں کو کبڈی کھیلنا نصیب ہوا۔ بیشتر تو ایسے تھے جنہیں یاد بھی نہ آتا تھا کہ کبھی کھیلی ہے یا نہیں” (پریم چند ۔ گئودان ۔ صفحہ ۲۳۰)۔

“لاکھ برا ہو مگر اس کے ساتھ زندگی کے پچیس سال کٹے ہیں۔ آرام ملا ہے تو اسی کے ساتھ اور تکلیف جھیلی ہے تو اسی کے ساتھ” (پریم چند ۔ گئودان ۔ صفحہ ۱۹۲)۔

“بہو تمہارے ہاں تو سب پیغمبر ہی پیدا ہوئے ہیں” (راشد الخیری ۔ منازل السائرہ۔ صفحہ ۱۰۴)۔

“ہم نے بہت کم ریل کے ہم سفروں کو دوسری مرتبہ دیکھا ہے” (شوکت تھانوی۔ جھوٹ کا سچ ۔ صفحہ ۱۰۶)۔

ان مثالوں میں گزرا ہوا کام بولنے کے وقت سے وابستہ ہو کر ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب اس صیغے میں مرکب کیے ہوئے فعل کا استعمال دیکھیے جس سے نتائج کا اظہار ہوتا ہے۔

“مگر یاد آ گیا کہ حضرت صاحب اب نہ سہی مگر کبھی آدمی رہ چکے ہیں اور اس وقت خود ادیب نہ سہی مگر ادب سے ذوق ضرور رکھتے تھے” (شوکت تھانوی ۔ لحاف

اندر لحاف۔ صفحہ ۱۵۳)۔

"رہ چکے ہیں" صیغہ ان کاموں کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حضرت صاحب کے کسی زمانے میں آدمی ہونے کا ثبوت ہیں۔

"جتنے بزرگان دین ہو گزرے ہیں ... اور جتنے نیک بندے اب موجود ہیں... کوئی اس جنون سے خالی نہیں" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۲۴۵)۔

"ہو گزرے ہیں" میں اس بات پر توجہ دی جاتی ہے کہ بولنے والا تقریباً تمام بزرگان دین کے ناموں اور کاموں سے واقف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ جو تھے وہ کیا چھوڑ گئے ہیں۔

"... جب کبھی ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے تو غور کرتے کرتے الجھ گئے ہیں" (شوکت تھانوی۔ اگر میں لڑکی ہوتا۔ صفحہ ۱۷)۔

"الجھ گئے ہیں" صیغے میں الجھی ہوئی باتوں سے مطلب ہے۔

"... ہم ایک مرتبہ سے زیادہ اس بات پر غور کر چکے ہیں کہ اگر ہم بادشاہ ہوتے تو کیا ہوتا" (شوکت تھانوی۔ اگر میں بادشاہ ہوتا۔ صفحہ ۳۳)۔

"(غور) کر چکے ہیں" کے یہ معنی ہیں کہ اس بات پر کافی غور کیا گیا ہے اور اس کے متعلق خیالات ذہن میں محفوظ ہیں۔

بولنے کے وقت سے پہلے عمل میں آئے ہوئے کام کے اظہار کے لئے جب ماضی تمام کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے تو اس سے کام کے ہوتے یا نہ ہوتے کے بارے میں بتایا جاتا ہے. کام کا عرصہ گزر چکا ہوتا ہے. جیسے

"عالم اسباب میں رہ کر اسباب پرست ہو گیا۔ پھر ہم جو دیکھتے ہیں تو ہمارے احکام بھی کچھ سخت نہ تھے۔ کھانے کو ہم نے نہیں روکا، سونے کو ہم نے منع نہیں کیا" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ صفحہ ۳۷)۔

"مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔ ماں باپ کو میں نے تکلیف پہنچائی۔ سسرال والوں کو میں نے اذیت دی" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ صفحہ ۲۱۵)۔

اس صورت میں جب فعل کے ساتھ "نہیں" یا "نہ" استعمال ہوتا ہے تو بھی ماضی تمام اور حال تمام دونوں کا استعمال ہو سکتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ

یہ دونوں صیغے معنوں کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

ماضی تمام کے ساتھ "نہ"، "نہیں" کا استعمال اکثر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام ہوا ہی نہیں۔ اور کبھی کبھی یہ بھی کہ اس کام کے مستقبل میں ہونے کا بھی امکان نہیں ہے جبکہ حال تمام زمانۂ ماضی کی نفی کرتا ہے مگر مستقبل میں اس کام کے ہونے کا امکان باقی رہتا ہے۔ مثلاً

"میں نے کبھی رشوت نہیں لی" (پریم چند، گئودان، صفحہ ۲۸۲)۔

"پلائی آج جو رنگین لبوں کے ساغر سے
کسی نے ایسی مے تند و تیز پی ہی نہیں
یہ کہکشان، یہ ستارے گواہ ہیں اے دوست
تیرے علاوہ محبت کسی سے کی ہی نہیں

(تاباں۔ ایک رومان۔ صفحہ ۱۴)۔

"کامنی۔ تعجب یہ ہے کہ تم نے آج تک اس کا ذکر بھی نہیں کیا کہ رجب کی نوچندی کیا چیز ہے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۲۳۸)۔

حال تمام کے استعمال سے نفی کی شدت "اب تک" کے معنوں میں ہوتی ہے، جیسے

"اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بنی نوع انسان کی دو خصلتیں نہ کبھی بدلی ہیں نہ آئندہ بدلنے کی امید ہے" (حالی۔ مقالات حالی۔ حصۂ اول۔ صفحہ ۵۵)۔

"گوبر نے دھیرج دلایا۔ اماں کی عادت ایسی نہیں ہے۔ ہم لوگوں تک کو تو کبھی ایک تھپڑ مارا نہیں ہے۔ تمہیں کیا ماریں گی؟" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۱۶)۔

۳۔ حال تمام ماضی کو حال بنا کر پیش کرتا ہے (حال حکائی)۔

گزرے ہوئے کام کے وقت کا تعین بولنے کے وقت سے نہیں بلکہ اس وقت سے کیا جاتا ہے جس میں وہ کام ہوا ہے۔ کسی زمانے میں گزرا کام اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ سننے والا اسے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے، جیسے

"کاغذ رجسٹرار صاحب کے ہاتھ میں پہونچا ہے، چند ہی منٹ کے بعد پکار ہوئی" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۰۳)۔

"جب میری آنکھ کھلی ہے مجھے خوب یاد ہے کہ خورشید پہلو میں نہ تھی" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۸۱)۔

"داروغہ۔ جب مجھ سے حضور نے خود ہی رائے طلب کی ہے تو جو کچھ میری رائے تھی وہ میں نے عرض کر دی" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحات ۱۲۰۔ ۱۲۱)۔

"جس وقت تک وہ بازار میں پہونچی ہیں سوا خاص محل کی اہتمام کرنے والی عورتوں کے اور کوئی عورت سیر یا خریداری کے لئے اندر نہ جانے پائی" (شرر۔ مینا بازار۔ صفحہ ۴۶)۔

"میں جس وقت گئی ہوں بازار پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہو گیا تھا" (شرر۔ مینا بازار۔ صفحہ ۵۴)۔

"میں اس وقت موجود تھی جب تمہاری ساس اللہ بخشے جنت کو سدھاری ہیں" (راشد الخیری۔ شام زندگی۔ صفحہ ۲۳)۔

". . . چنانچہ جب ہندوستان کی مشہور لڑائی مہابھارت ہوئی ہے جس میں کرشن جی نے اپنے چیلے ارجن کو اپدیش دیئے، انہیں لیکچروں کے مجموعہ کا نام گیتا ہے" (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ صفحہ ۳۳۴)۔

"جس وقت میں نے حضور سے رخصت لی ہے خلیفہ جی بھی تو بیٹھے تھے" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۸۵)۔

"جب حولدار آئے ہیں جب ہی تو مظہر نے آپ کو چھوڑا ہے نہیں تو دبائے ہوئے بیٹھا تھا اور اوپر سے گھونسے مار رہا تھا" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۸۵)۔

"میں شاید تمہارے بچپن کا ساتھی ہوں، تمہارے لاپروا اور لاابالی بھائی کا دوست تمہارے گیتوں کا لاجو۔ میں نے ندی کے نیلے پانی میں تمہارے ساتھ تیرتے ہوئے تمہارے سنہرے بالوں کی چوٹی کو پکڑ کر یوں گھسیٹا ہے کہ تم بے اختیار چلا اٹھی ہو تمہارے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیئے میں کئی بار بڑنگ کے درخت کے گرد ناچا ہوں اور آم لوک توڑ کر کھائے ہیں۔ ترناری کے پھولوں کا ہار بنا کر ایک دوسرے کی گردن میں حمائل کئے ہیں۔ کئی بار جب چاند اخروٹوں کے جھنڈ کے پیچھے سے نمودار ہوا ہے میں نے چاندنی اور اندھیارے کی کانپتی ہوئی شطرنج پر تمہارا انتظار کیا ہے۔ تمہاری

لچکتی ہوئی کمر میں بات ڈال کر تمہارے کسمساتے ہوئے بدن کو اپنے سینے سے لگایا ہے" (کرشن چندر۔ حسن اور حیوان۔ صفحہ ۲۰)۔

"اور اس گھڑی کو کیوں کر بھولوں جب کہ میکہ سے ڈولا چلا ہے۔ اور میں نے بچپن کے گھر بار کو چھوڑ کر پردیس کی راہ لی ہے۔ اپنے بیگانے روتے تھے۔ باوا جان آپ بھی غمگین وافسردہ تھے" (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ صفحہ ۴۳)۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت اکثر تمیزی جملوں میں ملتی ہے۔ کام دو سے کم نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کاموں میں جو کام اہم دکھانا مقصود ہوتا ہے اس پر زور حال تمام کے صیغے سے اسلئے دیا جاتا ہے کہ حال تمام کا صیغہ سامع کو ماضی میں لے جاکر پرانے واقعے میں جان ڈالنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

یہاں اکثر سادہ فعل کا آنا اتفاق کی بات نہیں ہے۔ کام کا نتیجہ نہیں بلکہ خود کام کو ایک امر کے طور پر سامنے لانا ضروری ہوتا ہے۔

جو کام دیر تک یا بار بار ہوتا رہا ہے اس کا اظہار بھی حال تمام کے صیغے سے ہو سکتا ہے مگر یہ مطلب خود حال تمام کے صیغے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ جملے میں تمیز کے ان لفظوں کو ملا کر یہ مفہوم نکلتا ہے۔ جو کام کا بار بار ہونا یا دیر تک ہوتے رہنا دکھاتے ہیں۔ اس سے خود حال تمام کے معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا یعنی حال تمام کے وہی تین استعمال ہوتے ہیں۔

اس صورت میں طویل کام کے اظہار کے لئے حالت دکھانے والے افعال اور افعال ناقص استعمال نہیں ہوتے، جیسے

"میں نے بھی ہمیشہ آپ کو اپنا بڑا بھائی سمجھا ہے اور اب بھی سمجھتا ہوں" (پریم چند۔ گئو دان۔ صفحہ ۳۸۵)۔

"ان کئی مہینوں میں کتنا پچھتایا ہوں، کتنا نادم اور ملول ہوا ہوں، اس کا اندازہ شاید تم نہ کر سکو گی" (پریم چند۔ گئو دان۔ صفحہ ۵۵۵)۔

"یہ تو ہزاروں دفعہ آزمایا ہے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۵۲۴)۔

"میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ . . ." (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۴۲)۔

"یا اللہ جو اسی طرح عمر کٹ جائے جس طرح اب تک کٹی ہے تو کیا بات ہے"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۶۹)۔

"دو مرتبہ غور کیا ہے" (شوکت تھانوی۔ قوم۔ صفحہ ۱۱۶)۔

"مجھے خیال پڑتا ہے کہ تم کچھ دنوں سبھا میں بھی ناچ چکی ہو" مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ صفحہ ۱۷۰)۔

ماضی قبل ماضی

ماضی قبل ماضی اصل فعل کے حالیہ تمام اور فعل "ہونا" کے ماضی کے مفرد صیغوں کا مرکب ہے، مثلاً "وہ آیا تھا"۔

افعال ناقص، لازم اور متعدی کے ماضی قبل ماضی کے صیغے ماضی تمام اور حال تمام کے صیغوں کی طرح ہی بنائے جاتے ہیں۔

صورت کے لحاظ سے ماضی قبل ماضی کام کو ختم دکھاتا ہے اور بلحاظ زمانہ اسکے دو حسب ذیل استعمال ہیں۔

۱۔ ماضی قبل ماضی کا صیغہ ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو ماضی میں کسی مقررہ وقت یا کسی دوسرے کام سے پہلے ہو چکا ہو۔

اس مقررہ وقت کو ہم مرکزِ زمانی سے تعبیر کر سکتے ہیں جو جملے یا پورے بیان سے مرکزِ زمانی ظاہر ہوتا ہے۔ ماضی قبل ماضی کا کام کاموں کا سلسلہ توڑ کر ماضی کی یاد دلاتا ہے۔ جب ماضی کے کام اس ترتیب سے بتائے جاتے ہیں جس میں وہ ہوئے ہیں تو ماضی تمام مستعمل ہوتا ہے۔ مرکزِ زمانی سے پہلے عمل میں آئے ہوئے کام اور مرکزِ زمانی (مقررہ وقت) پر عمل میں آئے ہوئے کام کے درمیان تعلق کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے، جیسے۔

الف۔ ماضی قبل ماضی اپنی اس مخصوص معنوی حیثیت میں کہ کام مرکز زمانی سے پہلے عمل میں آچکا ہو۔ مگر اس کا نتیجہ اس مقررہ وقت میں اپنی مادہ صورت میں باقی نہ رہے ان معنوں میں فعل لازم اور متعدی صرف سادہ استعمال ہوتے ہیں جیسے

"لہذا ان حضرت کو بھی معہ اپنی محبوبۂ دلنواز کے پھر وہیں آنا پڑا جہاں سے بھاگ گئے تھے" (شوکت تھانوی۔ جوکر۔ صفحہ ۶۱)۔

"وہ شخص پیروں پر گر پڑا۔ سارا دن گھومنے کے بعد بھی کسی نے اس کی مدد نہ کی تھی" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ صفحہ ۱۹)۔

"ہیرا کبھی کبھی اس کی مرمت کر دیتا تھا۔ ابھی حال ہی میں اتنا مارا تھا، کہ وہ کئی دن تک کھاٹ سے نہ اٹھ سکی تھی" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۴۶)۔

"اس نے جھنیا سے محبت اور وفا کی جو باتیں کہی تھیں وہ سب یاد آنے لگیں" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۱۸)۔

دی ہوئی مثالوں میں سادہ افعال لازم اور متعدی کے ماضی قبل ماضی کے ذریعہ اس کام کا اظہار ہوا ہے۔ جو ماضی میں کسی مقررہ وقت سے پہلے ہی عمل میں آ چکا تھا۔ ایسے گزرے ہوئے کام کا مقررہ وقت سے اس کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں ہے کہ وہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

"ملنا" "ہونا" اور "بننا" کے علاوہ دوسرے افعال ناقص مرکب کئے ہوئے استعمال ہوتے ہیں۔ کام کا عمل میں آنا ظاہر کرنے کے لئے ان کا سادہ شکل میں نہ آنا ضروری ہے۔

"ٹیلر نے بتایا کہ اس کی منگیتر جسے چھوڑتے وقت اس کا دل ٹوٹ گیا تھا اسے یک لخت بھول گئی"، (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صفحہ ۵۰۹)۔

"جامنیں کھانے میں تینوں ایسے جٹے کہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ جھگڑا کس بات پر ہوا تھا" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ صفحہ ۱۰)۔

"۔ ۔ ۔ اور پھر بشیر سے وہی گفتگو کرنے لگی جو چائے پر شروع ہوئی تھی!" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرشام۔ صفحہ ۲۴۴)۔

مندرجۂ بالا جملوں سے پتہ چلتا ہے کہ ماضی قبل ماضی کے اس استعمال میں ماضی قبل ماضی کے خالص معنوں کے علاوہ اور کوئی مفہوم پوشیدہ نہیں ہے۔

ماضی قبل ماضی کے صیغے میں خود کوئی ایسا مفہوم پوشیدہ نہیں ہوتا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کام کئی بار ہوا یا دیر تک ہوتا رہا۔ اس کے لئے جملے میں تمیز کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ماضی قبل ماضی تمیز کے ساتھ مل کر یہ بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ کام کسی مقررہ وقت سے پہلے کئی بار یا کچھ وقت تک ہوا تھا، جیسے

"یہی گیت تھا جو رام پریا نے کتنی ہی بار دیو پریا کو گاتے سنا تھا" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ صفحہ ۲۷۲)۔

"ایک رات رشید زیادہ دیر کر کے گھر آیا، چونکہ ایک خاص تجارتی مسئلہ میں اس نے دن بھر اپنا دماغ صرف کیا تھا اس لیے اس کی طبیعت مضمحل تھی"۔ (نیاز فتحپوری۔ شہیدِ آزادی۔ صفحہ ۵۳)

"۔۔۔ میں نے چند سال تک سرکاری کالج میں پڑھا تھا" (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۵۱)۔

کچھ عرصے پر پھیلے ہوئے کام کو دکھانے کے لئے فعل ناقص کا ماضی قبل ماضی استعمال نہیں ہو سکتا ہے۔ مثلاً "تین دن دروازہ کھلا تھا" "تین دن دروازہ کھلتا رہا تھا" کے معنی نہیں دیتا ہے۔

ب۔ گزرے ہوئے کام کا نتیجہ ماضی کے اس وقت میں ظاہر ہوتا ہے جس سے اسے معنوی اعتبار سے ملا دیا گیا ہو۔

اس صورت میں فعل ناقص عام طور پر مرکب کیا ہوا اور فعل لازم اور متعدی سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں استعمال ہو سکتے ہیں۔ سادہ فعل گزرے ہوئے کام کو فاعل کے ذریعہ مقررہ وقت سے جوڑتے ہیں جبکہ مرکب کئے ہوئے افعال کام کا مقررہ وقت سے تعلق نتیجہ کے ذریعہ دکھاتے ہیں۔ پہلی صورت میں توجہ خود فاعل پر ہوتی ہے اور دوسری میں زور نتیجہ پر ہوتا ہے، مثلاً

"کوئی ایک گھنٹے بیٹھ کر دونوں رخصت ہو گئے! کیونکہ اب ذرا ذرا اندھیرا بھی ہو چلا تھا" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرِ شام۔ صفحہ ۸۲)۔

"ابھی اس کی عمر بھی کیا تھی؟ چھتیسواں سال ہی تو تھا مگر سر کے سارے بال پک گئے تھے۔ چہرے پر جھریاں تھیں۔ جسم ڈھل گیا تھا۔ خوبصورت گندمی رنگ سانولا پڑ گیا تھا" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۶)۔

"وہ صرف ایک پیلے رنگ کا ریشمی کرتا پہنے ہوئے تھے اور گلے میں ایک سفید چادر ڈال لی تھی" (پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ ص ۵۶)

" ایک شخص کو پہلے ہی سے سکھا پڑھا رکھا تھا اس نے آگے بڑھ کر آوازہ کسا کہ . . . ." (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۱۰۹)

" مگر اس نے اس بُری طرح اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا کہ خمیری آٹے کی طرح بہہ گئی تھی ۔" (عصمت چغتائی۔ چٹان۔ ص۱۳)

" اس عرصے میں وہ مجسم بھوک بن کر رہ گیا تھا۔ ساری زمین اس کے تخیل میں ایک عظیم الشان گول روٹی بن گئی تھی۔ کمزوری اب اتنی ہوگئی تھی کہ وہ گھسٹ گھسٹ کر ہی چل سکتا تھا ۔" (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۲۴)

" دوسرا فرقہ بالکل ان کے برعکس تھا۔ زندگی کے غرور نے ان کے مزاج آسمان پر چڑھا دیے تھے۔ شرم و حیا کا پانی ان کی آنکھوں سے ڈھل گیا تھا۔ غیرت حمیت کوسوں دور بھاگ گئی تھی ۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ صفحہ ۳۰)

مذکورہ بالا جملوں میں ساری توجہ کام کے نتیجے پر مرکوز ہوجاتی ہے اور ماضی قبل ماضی کے معنی پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ ایسے جملوں کا مقابلہ مندرجۂ ذیل جملوں سے ہوسکتا ہے جن میں یہ بات اس کے برخلاف پائی جاتی ہے۔

اس صورت میں فعل متعدی اور لازم سادہ استعمال ہوں گے۔ مثلاً:

" ہر بلڈنگ نیچے سے اوپر تک روشنیوں سے جگمگا رہی تھی . . . . روشنیاں جو اس نے یا اس جیسے دوسرے مزدوروں نے لگائی تھیں ۔"

(عباس۔ چراغ تلے اندھیرا۔ ص۵۳)

" لگائی تھیں " کام کا نتیجہ مقررہ وقت میں جلتی روشنیوں سے معلوم ہوتا ہے مگر فعل سادہ ہونے کی وجہ سے گرامر کے اعتبار سے یہ نتیجہ چھپا ہے یعنی خود صیغے سے معلوم نہیں ہوتا۔ " لگائی تھیں " فعل کی وہ شکل ہے جس کے ذریعہ بولنے والا فاعل کے کام پر زور دیتا ہے۔ کام کا نتیجہ موجود ہے یا نہیں اس بات کو وہ نظر انداز کردیتا ہے۔

" بیدارا جس نے نعیمہ کو پالا تھا اور ہر طرح کا دعویٰ رکھتی تھی۔ لڑکے کو لیے دودھ پلوانے کے بہانے سے پاس جاکر بیٹھی ۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۲۵، ص۱۲۶)

"پالا تھا" کا نتیجہ مقررہ وقت میں موجود ہے۔ بیدارا اس نعیمہ کے پاس آکر بیٹھی جس کو اس نے پالا تھا مگر یہ بات ہمیں خود فعل سے نہیں بلکہ اس سیاق وسباق سے معلوم ہوتی ہے جس میں یہ استعمال ہوا ہے۔ خود صیغہ تو کام کو صرف ختم ہوا دکھاتا ہے۔

"اس پر وہی بدذات چور دغا باز سوار تھا جس کو میں نے اور میرے آقا نے بچایا تھا۔" (سرشار۔ خدائی فوجدار۔ ص۸۵)

اگرچہ "بچایا تھا" کا نتیجہ موجود ہے پھر بھی فعل سادہ استعمال ہوا ہے کیونکہ فاعل کو اس کام کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ جو اس نے کبھی کیا تھا۔ بولنے والے کے لیے کام کا نتیجہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ہے۔

"مالتی بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھی اور بچہ یوں ہی رو رہا تھا۔ شاید اس نے خواب دیکھا تھا، یا کسی اور وجہ سے ڈر گیا تھا۔" (پریم چند۔ گئودان۔ ص۵۵۴)

"دیکھا تھا" سے خواب میں دیکھی ہوئی باتیں سامنے نہیں لائی جاتی ہیں بلکہ خود کام کا عمل میں آنا زیر توجہ ہوجاتا ہے جو بچے کے رونے کی وجہ ہوئی۔

"نواب کے تیور اس وقت بہت بُرے تھے۔ خانم کی باتوں نے نواب کے دل پر سخت اثر کیا تھا۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۸۲)

"(اثر) کیا تھا" صیغہ اس پر زور نہیں دیتا کہ جس پر باتوں کا اثر ہوا وہ غصے میں ہے۔ یہ معنی پہلے جملے سے نکلتے ہیں یعنی "نواب کے تیور اس وقت بہت برے تھے۔" یہاں خاص توجہ خانم کی باتوں پر رہے جو اتنی زوردار نکلیں۔

اس قسم کی اور مثالیں دیکھئے:

"نواب چھٹن صاحب کو ان کے ایک دوست نواب بڈھن صاحب جو اسٹیشن تک استقبال کے لیے آئے تھے اس وقت ہوٹل میں لے گئے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۴۳)

"جو شرط میں نے باہر پیش کی تھی۔ اس پر میں قائم ہوں۔"
(فرحت اللہ بیگ۔ جینے سے بہتر مرنا۔ ص۱۰۹)

۲۔ اب تک ہم نے ماضی قبل ماضی کے ایسے استعمال پر غور کیا ہے جس میں کام ماضی کے کسی مقررہ وقت سے پہلے ہو چکا ہو۔ اس لیے اسے ماضی قبل ماضی کا نام دیا گیا لیکن بعض صورتوں میں ماضی قبل ماضی کے صیغے سے ظاہر کیے ہوئے کام کی نسبت ماضی کے کسی مقررہ وقت سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعین حال سے (یا اس لمحے سے جسے حال سمجھا گیا ہو) ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ کئی کیفیتیں ظاہر کی جاسکتی ہیں۔ جیسے:

الف۔ ماضی قبل ماضی کے صیغے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہوئے بہت عرصہ گذر چکا ہے۔

اس استعمال کی وجہ سے ماضی قبل ماضی کو ماضی بعید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

فعل ناقص عام طور پر مرکب کیا ہوا آتا ہے۔ فعل لازم اور متعدی کے سادہ آنے سے خود فاعل پر خاص توجہ دی جاتی ہے جس نے کچھ کیا تھا۔ مرکب کیے ہوئے ناقص فعل کے استعمال سے کام کے ہو جانے کی خبر دی جاتی ہے۔

۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ اس ہندوستان نے فنِ تعمیر میں بھی علم وحدت اٹھایا اور کوس لمن الملکی بجایا تھا۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۳۱۷)

"ایک وہ زمانہ تھا کہ اس ملک کے صناعان ہنر پرور نے ایسی عدیم المثال عمارتیں بنوائی تھیں کہ آج تمام روئے زمین پر ممتاز محل یعنی تاج بی بی کا روضہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۳۲۳)

---

[1] ا۔ بارانیکوف۔ ہندی کی مختصر قواعد۔ ہندی۔ روسی لغت کا ضمیمہ۔ ص۱۱۸۶۔
M.C. Saihgal, Saihgal's Hindustani Grammar, p. 30.

"اٹھایا اور بجایا تھا" اور "بنوائی تھیں"۔ ان کاموں نے ماضی بعید ہوکر بولنے کے وقت سے اپنا تعلق توڑا ہے۔ کاموں کا نتیجہ بولتے وقت موجود ہے۔ اس کا ثبوت مثلاً تاج محل ہے مگر یہ بات اہم نہیں ہے۔ اگر کسی وقت گذرے ہوئے کام کا نتیجہ دکھانا ضروری ہوتا تو بولنے والا حال تمام کا صیغہ استعمال کرتا۔ ان صورتوں میں ماضی قبل ماضی کا صیغہ ایسا کام دکھاتا ہے جو بولنے کے وقت سے دور ہے اور اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اس کا فاعل نہ رہا۔

ماضی قبل ماضی کا یہ استعمال کیلوگ نے بھی اپنی گرامر میں بتایا تھا۔[1]

ماضی بعید کی بحث میں ہم جب وقت کے زیادہ گذرنے کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد صرف گھنٹے یا منٹ یا سال نہیں ہوتی بلکہ ہمارے وقت کے احساس کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے:

"اس موقع پر سیٹھ سوائی لل خود اپنی زندگی کے نشیب و فراز بیان کرتے چلے جاتے ہیں کہ میں نے پندرہ روپے سے بیوپار شروع کیا تھا۔"
(شوکت تھانوی۔ جلوس۔ ص ۲۰۸)

دی ہوئی مثالوں میں یہ بات نظر انداز کرکے کہ گذرے ہوئے کام کا نتیجہ بولنے کے وقت میں موجود ہے ماضی قبل ماضی ماضی بعید کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں بھی فاعل کی قابلیت پہ زور ہے۔

ب۔ کبھی ماضی قبل ماضی سے محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام ختم ہوچکا ہے۔ اور اس کا بولنے کے وقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

فعل ناقص عام طور پر مرکب کیا ہوا اور فعل لازم اور متعدی سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں صورتوں میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ تاکیدی فعل کی شکل سے گذرے ہوئے کام کے اس نتیجے پر زور دیا جاتا ہے جو ماضی میں کچھ وقت تک موجود تھا۔ سادہ فعل کا صیغہ فاعل کے اس کام کو دکھاتا ہے جو اس نے بہ ذات خود کیا تھا۔ جیسے:

---

[1] S.H. Kellogg, A Grammar of the Hindi Language, p 475

"اخاہ آپ تو بہت بڑے شخص ہیں۔ میں نے جس وقت آپ کو دیکھا تھا اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ ذکی الطبع اور جری آدمی ہیں۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص۸۷)

"پنچو! آج تین سال ہوئے۔ میں نے سب جائداد اپنے بھانجے جمن کے نام لکھ دی تھی۔" (پریم چند۔ پنچایت، ص۲۳۴)

"پوچھا۔ کون ہے وہاں کھڑا؟

ہیرا بولا۔ میں ہوں دادا۔ تمہارے الاؤ میں آگ لینے آیا تھا۔"

(پریم چند۔ گئو دان۔ ص۱۷۱)

"آیا ہوں" کے بجائے "آیا تھا" کا اس لیے استعمال ہوا کہ کہنے والا اپنا مقصد پورا کر کے چلا جانا چاہتا ہے۔

"میں نے تم کو صرف ایک بات پوچھنے بُلایا تھا۔ اس بات کو چھپانے کی نہ مجھے ضرورت ہے اور نہ تم کو۔" (فرحت اللہ بیگ۔ جزیرہ بورنیو کا سفرنامہ۔ ص۱۳۹)

"بلایا تھا" صیغہ یہ دکھاتا ہے کہ فاعل بلائے ہوئے آدمی کے ساتھ زیادہ دیر تک بات نہیں کرے گا۔

"بیٹا! اسی دن کے لیے تم کو پال پوس کر جوان کیا تھا کہ ہم کو دشمن سمجھو!" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۸۷)

اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ "(جوان) کیا تھا" کا نتیجہ بولنے کے وقت میں موجود ہے۔ بیٹا موجود ہے، ماں اس سے مخاطب ہو کر بات کہتی ہے مگر بولنے والی یعنی خود ماں کا مقصد ماضی قبل ماضی کا صیغہ استعمال کر کے یہ دکھانا ہے کہ اس کے لیے بیٹے کو جوان کرنے کا کام ختم ہو چکا ہے۔

"کیا اسی دن کے لیے میں نے تجھے دوست بنایا تھا۔ کیا اسی کام کے لیے میں نے تجھے ہرات بھیجا تھا اور کیا اسی واسطے تو میرا خیر خواہ بنا تھا کہ میری منگیتر سے عشق بازی کرے۔ (فرحت اللہ بیگ۔ دو دلوانے۔ ص۱۹۰)

"نواب۔ اجی اس وقت بڑی کھل بلی مچ گئی تھی۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۵۱۶)

"مجھے تو بھائی صاحب پورا پورا یقین ہوگیا تھا کہ پولیس والے کلے پر آن موجود ہوئے۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۵۱۲)

"بنایا تھا"، "بھیجا تھا"، "بنا تھا"، "مر گئی تھی" اور "(یقین) ہوگیا تھا" کا اثر یا نتیجہ بولتے وقت ختم ہوچکا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک جملہ یہ بھی ہے۔

"نازو۔ ہم تو سمجھے تھے منہ دیکھے ہی کی محبت ہے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۵۰۷)

"سمجھے تھے" کے معنی یہ ہیں کہ اب نہیں سمجھتے ہیں۔

یہ معنی زیادہ واضح طور پر اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ماضی قبل ماضی کے صیغے سے ظاہر کئے ہوئے کام کا اس کام سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو بعد میں عمل میں آیا۔ جیسے:

"یار کیا بتائیں ایک سونے کی چڑیا پھنس گئی تھی مگر نکل گئی ہاتھ سے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۳۰۰)

"اس کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی، مگر اب کچھ سنبھل گئی ہے۔"

(پریم چند۔ گئودان۔ ص۵۵۸)

"یہ وہی نازو ہیں جو اس وقت بیرسٹر کے قدموں پر گر پڑی تھیں اور حضور اور سرکار کہتی تھیں اور وہی نازو اب اسی بیرسٹر کو لونڈا بناتی ہیں۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۳۷۱)

"جس سرور کو اس نے نایاب سمجھ رکھا تھا وہ اتنا قابل حصول اور اتنا قریب ہے!" (پریم چند۔ گئودان۔ ص۵۵۶)

"تنخا کھسیا کر بولے۔ جایئے! سوچا تھا کہ خوب کباب اڑائیں گے سو آپ نے سارا مزا کرکرا کردیا ...." (پریم چند۔ گئودان۔ ص۱۵۰)

"انھوں نے کہا کہ رپورٹ کی نقل میں لایا تھا مگر اس بدحواسی میں مجھ سے گر گئی۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۵۱۴)

"ہم لوگوں نے تو ٹھان لی تھی کہ ہرگز ہرگز تمام شب ایک بوند بھی نہ

چھوئیں گے مگر انھوں نے جو للچایا تو بس پھر تاب کہاں چلنے لگا دور۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۴۴۵)

"تب سے میں نے اس کتاب کو طاق میں ڈال دیا تھا۔ آج مجھ کو یاد آگئی تو میں نے کہا یہ بھی اپنی مراد کو پہنچ جائے۔"

(نذیر احمد۔ توبتہ النصوح۔ ص۲۲)

ب۔ ماضی قبل ماضی اس کام کو ظاہر کرتا ہے جو ماضی میں کسی وقت ہوا تھا اور جس کا ذکر بعد میں اسی وقت کیا جاتا ہے۔

ایسے کام کا بولنے کے وقت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اس لیے فعل لازم اور متعدی سادہ استعمال ہوتے ہیں۔ فعل ناقص عام طور پر مرکب کیا ہوا ہوتا ہے، جیسے:

"امجد نے دھیمی آواز میں کہا۔ آج کے دن میری شادی ہوئی تھی۔ اس بات کو دس سال گذر چکے ہیں۔" (کرشن چندر۔ اس کی خوشی۔ ص۱۲۲)

"ہوئی تھی" صیغہ اس بات کو کہ بولنے کے وقت کام کا نتیجہ ہے یا نہیں یعنی بولنے کے وقت امجد شادی شدہ ہے یا نہیں نظر انداز کرکے کام کو گذرا دکھا رہا ہے۔

"آج پھر ایسو مرا تھا مگر اس کا شنکر کو اتنا غم نہیں تھا۔ ایسو تو بار بار مرتا ہے۔" (کرشن چندر۔ سب سے بڑا گناہ۔ ص۴۴)

"مرا ہے" صیغہ یہ دکھاتا کہ ایسو کی موت آج ہوئی۔

ت۔ ماضی قبل ماضی کا صیغہ اکثر اس حقیقت کو دکھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ کوئی کام عمل میں آیا اور اس کا تسلسل ختم ہوگیا۔

فعل لازم اور متعدی عموماً سادہ اور فعل ناقص عام طور پر مرکب کیا ہوا استعمال ہوتا ہے، جیسے:

"میں تو خود ایک مدت سے بالوں کے منڈا دینے کی فکر میں تھا بلکہ شاید آپ کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ سر کھول کر حجام کے روبرو بیٹھ بھی گیا تھا۔"

(نذیر احمد۔ توبتہ النصوح۔ ص۱۳۰)

"اس کو سمجھا دو کہ عدالت میں یہ نہ کہے کہ میرے گلوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص ۴۹۷)

"اور یہ تو روزانہ کا اصول بنا لیا ہے جہاں ابا کے پیٹ پر بیٹھے اور شکایتوں کا دفتر کھل گیا۔

فلاں نے منہ چڑایا تھا۔ لگو نے گھونسا دکھایا تھا۔ عذرا پروین نے گلاب کا پھول توڑا تھا۔ ٹیٹو نے مرغی کی دم کھینچی تھی۔"

(عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ ص ۶۷)

"خوجی اس وقت زمین پر قدم نہیں رکھتے تھے۔ عمر بھر میں انھوں نے آج پہلے ہی مرتبہ ایک آدمی کو نیچا دکھایا تھا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص ۱۵۱)

"بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ جس شخص نے مصیبت میں میری مدد کی تھی، اس کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔" (فرحت اللہ بیگ۔ انجمن اصلاح حال بدمعاشان۔ ص ۲۱۱)

ان مثالوں میں ماضی قبل ماضی کا صیغہ ایک ایسا کام ظاہر کرتا ہے جو دوسرے کاموں کے سلسلے سے نہیں لیا جاتا اور جس کا کسی مقررہ وقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جس الگ جملے میں ماضی تمام کا صیغہ استعمال ہوتا ہے اس کے سننے کے بعد ہم دوسرے جملے یا فقرے سننے کے منتظر رہتے ہیں یعنی گفتگو یا خبر کا تسلسل پہلے ہی جملے پر ختم نہیں ہوتا، جیسے:

"تب تو میاں آزاد جھلائے اور کس کو ایک لات لگائی خوجی کلبلا کر اٹھ بیٹھے تو تلاطم کا عالم دیکھا ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص ۵۵)

"ہم بھی آپ کی شکایت کر دیں گے کہ آپ نے مجیب بھائی کے کتے کے ڈھیلا مارا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ ص ۴۱)

"آپ نے مجیب بھائی کے کتے کے ڈھیلا مارا، سے بات ختم ہونے کا احساس نہیں ہوتا بلکہ ہم اس کے بعد کچھ اور بھی سننے کے منتظر ہوتے

تمیزی جملوں میں ماضی قبل ماضی کا استعمال

تمیزی جملوں کے اصل اور تابع فقروں میں ماضی قبل ماضی اور ماضی تمام کے استعمال کی پہچان ہمیشہ کاموں کی ترتیب پر منحصر نہیں ہوتی۔

تمیزی جملوں میں کاموں کی ترتیب کی تین شکلیں ہو سکتی ہیں۔

الف۔ ایک کام دوسرے سے پیشتر ہو چکا ہو۔

ب۔ دونوں کام بیک وقت ہوئے ہوں۔

پ۔ دونوں کام یکے بعد دیگرے ہوئے ہوں۔

یہ ترتیب نظر انداز کر کے پہلے جملے کو سیاق و سباق کے پیش نظر سمجھنا چاہیے یعنی توجہ اس بات پر مرکوز ہونی چاہیے کہ تمیزی جملے کے کاموں کے وقت اور سیاق و سباق کے دوسرے کاموں کے وقت کے درمیان کیا تعلق ہے۔

اگر تمیزی جملے کے کام سیاق و سباق کے دوسرے کاموں سے پہلے ہو چکے ہیں تو وہ ماضی قبل ماضی کے صیغے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً:

"ادھر گوبر کھانا کھا کر اہیرن ٹولہ جا پہنچا۔ آج جھنیا سے اس کی بہت باتیں ہوئی تھیں۔ جب وہ گائے لے کر چلا تھا تو جھنیا آدھے راستے تک اس کے ساتھ آئی تھی۔" (پریم چند۔ گئو دان۔ ص۳)

تمیزی جملے کے اصل فقرے کا کام "آئی تھی" اور تابع فقرے کا کام "چلا تھا" ماضی قبل ماضی کے صیغے سے اس لیے ظاہر کیے گئے ہیں کہ یہ دونوں ماضی کے مرکزِ زمانی سے پہلے ہو چکے تھے یعنی ان کاموں سے پہلے ہو چکے تھے جن کا بیان سیاق و سباق میں ہو رہا ہے۔ مندرجۂ بالا مثال میں تمیزی جملے کے کاموں کا تعین گوبر کے اہیرن ٹولہ جا پہنچنے کے وقت سے کیا گیا ہے۔

تمیزی جملوں کے اصل اور تابع فقروں میں ماضی قبل ماضی کا صیغہ اس وقت بھی استعمال کیا جاتا ہے جب کہ ان کاموں کا ذکر ہو جن کو ہوئے بہت عرصہ گذر چکا ہو یا جن کو گذرے ہوئے واقعہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ ایسے کام کا تعین بولنے کے وقت سے ہوتا ہے۔ جیسے:

"کہا جاتا ہے کہ جب سری رام جی نے لنکا پر فوج کشی کی تھی تو اسی راستے سے گذرے تھے اور یہاں ایک رات دن قیام کیا تھا۔"

(نیاز فتحپوری۔ بیراگ کا بروگ۔ ص۲۲۵)

"یاد ہے ان کی بھینس نے ذرا اشعر کے ابا کے پھول چر لیے تھے تو اسے کانجی ہاؤس بھجوا دیا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ ص۴۹)

"......میں اگر اس وقت گھوڑے پر سے اترتا تو گھوڑا مجھے بہت دق کرتا۔ پھاٹک کے پاس میں ذرا اتر پڑا تھا تو اس نے نہایت پریشان کردیا تھا۔"

(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص۷)

"جب ہم نے وہ پہلا خط لکھا تھا۔ ہم دونوں آٹھ آٹھ برس کے تھے۔"

(عباس۔ بچوں کا خط مہاتما گاندھی کے نام۔ ص۶۵)

اس صورت میں ماضی قبل ماضی کا صیغہ صرف اصل فقرے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی اصل اور تابع فقروں کے کاموں کی ترتیب نظر انداز ہو جاتی ہے اور کام کا ماضی قبل ماضی میں ہونا یا بعد یا صرف گذرے ہوئے واقعہ کی اہمیت سامنے آجاتی ہے۔ مثلاً:

"جب نصوح کا نیا نیا بیاہ ہوا تو ان ہی دنوں تعلیم نسواں کا چرچا شروع ہوا تھا۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۴۶)

"جب وہ مرجھا گیا تو میں نے اسے اٹھا کر اپنے بکس میں رکھدیا تھا۔"

(پریم چند۔ ابھلاشا۔ ص۹۵)

جب اصل اور تابع فقروں کے گذرے ہوئے کاموں کو ماضی کے کسی مقررہ وقت یا بولنے کے وقت سے وابستہ نہیں کیا جاتا تو ماضی قبل ماضی اور ماضی تام کا استعمال اس طرح ہوتا ہے۔

۱۔ ماضی تام کا صیغہ تمیزی جملے کے فقروں میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کام ایک دوسرے کے بعد یا ایک وقت عمل میں آئے ہوں۔

اصل اور تابع فقروں کے کام یکے بعد دیگرے ہوئے ہیں۔ اس کا اظہار حسب ذیل جملوں سے ہوتا ہے۔

”اور جب وہ چلا گیا تو اپنے ایک دوست سے مخاطب ہو کر بولا...“

(عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۲۰)

”جب بچوں کا شور کسی قدر کم ہوا تو جا کر بڑھیا نے کنڈی کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔“ (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۴۷)

”جب ہر قسم کی سبزی سوکھ گئی تو سب نے گاؤں چھوڑ کر شہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔“ (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۲۲)

مندرجہ بالا مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ تمیزی جملے کے کام ماضی کے کسی مقررہ وقت یا بولنے کے وقت سے تعلق نہیں رکھتے۔ ہر جملے میں اصل فقرے کا کام تابع فقرے کے کام کے بعد ہوا ہے اس لیے ان کے اظہار کے لیے ماضی تمام آتا ہے۔

تمیزی جملوں کے اصل اور تابع فقروں کے کام کا بیک وقت اظہار مندرجہ ذیل جملوں سے ہوتا ہے۔

”جب آگ لگی، تو وہ سب دوڑے آئے کہ شہزادے کو اٹھائیں۔“

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۹۵)

”اور اس رات جب میرے نرمل کی بانسری کی تان فضا میں گونجی اور آشا اس کے جادو بھرے ان دیکھے تاروں سے کھنچی ہوئی اپنے گھر سے باہر نکل آئی تو مجھے ایسا لگا کہ میرے فن کا تخلیقی مقصد پورا ہو چکا ہے۔“

(عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۱۵)

”... جب میں نے اس کالے کالے سنڈے کو دیکھا تو سن سے جان نکل گئی۔“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص۳۱)

اصل اور تابع فقروں کے دو گذرے ہوئے کام صحیح معنوں میں بیک وقت نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہاں ہمارا مطلب یہ ہے کہ اصل فقرے کا کام تابع فقرے کے کام کے شروع ہونے کے بعد عمل میں آتا ہے۔

۲۔ یہ دکھانے کے لیے کہ اصل فقرے کا کام تابع فقرے کے کام سے پہلے عمل میں آچکا ہو۔ ماضی قبل ماضی کا صیغہ صرف اس شرط پر استعمال کیا جا سکتا ہے

جب فعل مرکب کیا ہوا ہو۔

"وہ جھونپڑی میں گئی، بجھی ہوئی آگ پھر جلائی، دیکھا تو گوشت ابل گیا تھا، کچھ جل بھی گیا تھا" (پریم چند۔ گئودان۔ ص ۱۴۰)

"میں جس وقت گئی ہوں بازار پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہوگیا تھا"
(شرر۔ مینا بازار۔ ص ۵۴)

دیئے ہوئے جملوں سے پتہ چلتا ہے کہ اصل فقرے کا کام جو تابع فقرے کے کام سے پہلے عمل میں آچکا ہوتا ہے۔ مرکب کیے ہوئے فعل کے ماضی قبل ماضی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے کام کا نتیجہ دکھانا مقصود ہے۔

جو تمیزی جملے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اصل فقرے کا کام تابع فقرے کے کام کے بعد ہی عمل میں آیا ان میں تابع فقرے کا فعل ماضی قبل ماضی اور اصل فقرے کا فعل ماضی تمام کے صیغے میں مستعمل ہوتا ہے۔ دونوں کاموں کے درمیان بہت کم وقفہ ہوتا ہے۔ ایسے تمیزی جملوں میں تابع فقرہ اصل فقرے سے حرف وصل "کہ" کے ذریعہ وابستہ ہوتا ہے، مثلاً:

"میر صاحب نے ذرا دم لیا تھا کہ سلام علیک کرکے اٹھ کھڑا ہوا"
(راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص ۱۹۴)

"بنسی ابھی کچھ دور ہی گیا تھا کہ زمیندار صاحب کی حویلی میں اس کو خاص چہل پہل نظر آئی" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ ص ۱۴)

"سویرے گجر دم تڑکے ذری آنکھ لگی تھی کہ مجھے جگایا"
(سرشار۔ کامنی۔ ص ۲۳۱)

"کامنی نے یہ فقرہ آدھا کہا تھا کہ چپ ہورہی" (سرشار۔ کامنی۔ ص ۳۱۸)

"آنکھ لگی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی"
(عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ ص ۸)

"جاکے پلنگ پر لیٹا ہی تھا کہ وفادار معشوقہ نوشین آگئی"
(شرر۔ لعبت چین۔ ص ۱۳۶)

"لیکن جوں ہی بیچارے نے دروازے کے اندر قدم رکھا تھا کہ کلیم نے آواز دی۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۲۹)

"اگلے دن چھوٹا بیٹا سلیم ابھی سوکر نہیں اٹھا تھا کہ بیدارا نے آجگایا۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۷۷)

ایسے جملوں کے دو حصّوں کے درمیان جو تعلق ہے اسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ مندرجۂ ذیل جملے بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں، جیسے:

"میں اس بات کا کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ بوا حسینی جلدی سے اٹھ کے چل دیں۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۱۰۴)

"یہ جواب دینے بھی نہ پائے تھے کہ مہری اندر سے نکلی۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۲۳۰، ص۲۳۱)

"دھنیا ابھی کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ وہ پھر چل دی۔"

(پریم چند۔ گئو دان۔ ص۲۴۵)

"ابھی منہ سے بات بھی نہیں کہنے پائی تھی کہ نعیمہ نے ایک ایسی دولتی چلائی کہ ..." (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۴۶)

"تصویر ابھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ان حضرت نے کہا ..."

(شوکت تھانوی۔ اقبالیات۔ ص۱۳۷)

اس مرکب جملے کے وقتی تعلق کی خاص کیفیت یہ ہے کہ وہ کام جس کے متعلق جملے کے دوسرے حصے میں ذکر کیا جاتا ہے اس کام سے پہلے ختم ہوجاتا ہے جو جملے کے پہلے حصے میں مصدر کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔

مختصر نتائج

قواعد کی کتابوں میں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کا استعمال بتاتے وقت سادہ اور مرکب کیے ہوئے افعال (دو افعال کی ساخت) کے فرق کی طرف توجہ نہیں دی گئی ہے۔ جملوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ معلوم ہوتا

ہے کہ مرکب کیے ہوئے فعل کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے گذرے ہوئے کام کے نتیجہ پر زور دیتے ہیں جب کہ سادہ فعل کے صیغے نتیجہ زیر توجہ نہیں رکھتے۔ صیغے کی ترکیب کی طرف توجہ دینے سے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے استعمال پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ جہاں پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ حال تمام کی خصوصیت ختم شدہ کام کا تعلق بولنے کے وقت سے نتیجہ کے ذریعہ قائم کرنا ہے اب ہر موقع پر نتیجہ کا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ختم شدہ کام کا بولنے کے وقت سے معنوی اعتبار سے تعلق ہو۔ حال تمام کا یہ استعمال جس میں وہ کام کو حال سے ملاکر جملے میں "اب تک" کا مفہوم پوشیدہ کرتا ہے یا ماضی کو حال بناکر پیش کرتا ہے مندرجہ بالا خیال کو تقویت پہنچاتا ہے۔

عبدالحق، گرو اور بارانیکوف جیسے ماہر لسانیات کا یہ خیال ہے کہ حال تمام کا صیغہ ابھی یا کچھ دیر پہلے ختم ہوئے کام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہماری رائے میں ان صورتوں میں ماضی قریب کے معنی سیاق و سباق سے نکلتے ہیں۔ خود صیغہ کام کے گذرنے کا وقت نہیں بتاتا۔

ماضی قبل ماضی کا وہ استعمال جس میں وہ ماضی بعید کے معنوں میں آتا ہے کیلوگ، بارانیکوف اور لیپروفسکی نے بتایا تھا۔ مگر یہ ان استعمالوں کے سلسلے میں شامل ہوتا ہے جن میں کام کا تعین بولنے کے وقت سے کیا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر ماضی قبل ماضی اور انگریزی کے Past Perfect میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ کام کی اہمیت بولنے کے وقت کے لیے باقی نہیں رہی ہے۔ جب گذرا ہوا کام بولنے کے وقت میں اپنی اہمیت رکھتا ہے تو حال تمام کا استعمال ہوتا ہے۔ ماضی قبل ماضی کے بہت سے استعمالوں میں یہ صورت کہ کام کسی مقررہ وقت سے پہلے ہوچکا ہے بنیادی درجہ رکھتی ہے اور کافی پرانی معلوم ہوتی ہے۔

ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے بار بار یا دیر تک ہونے والے کاموں کے معنی صرف اس وقت دے سکتے ہیں جب جملے میں اس کے لیے

مخصوص الفاظ ہوں یا عبارت کے سیاق و سباق سے کام کی تکرار صاف ظاہر ہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ معنی خود ان صیغوں کے معنی نہیں ہیں۔ خود ان صیغوں کے صرفی معنی ہمیشہ یہ ہوتے ہیں کہ کام کے واقع ہونے کا وقت جسے کام کا ختم ہونا کہا جاتا ہے گزر چکا ہے۔

فعل ناقص حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں عام طور پر مرکب کیا ہوا اس لیے ہوتا ہے کہ تنہا استعمال ہونے سے اس کی شکل حالیہ تمام اور "ہونا" کے مفرد صیغوں کی ملاوٹ سے ملتی جلتی ہے جس سے معنی سمجھنے میں مشکل پڑ سکتی۔

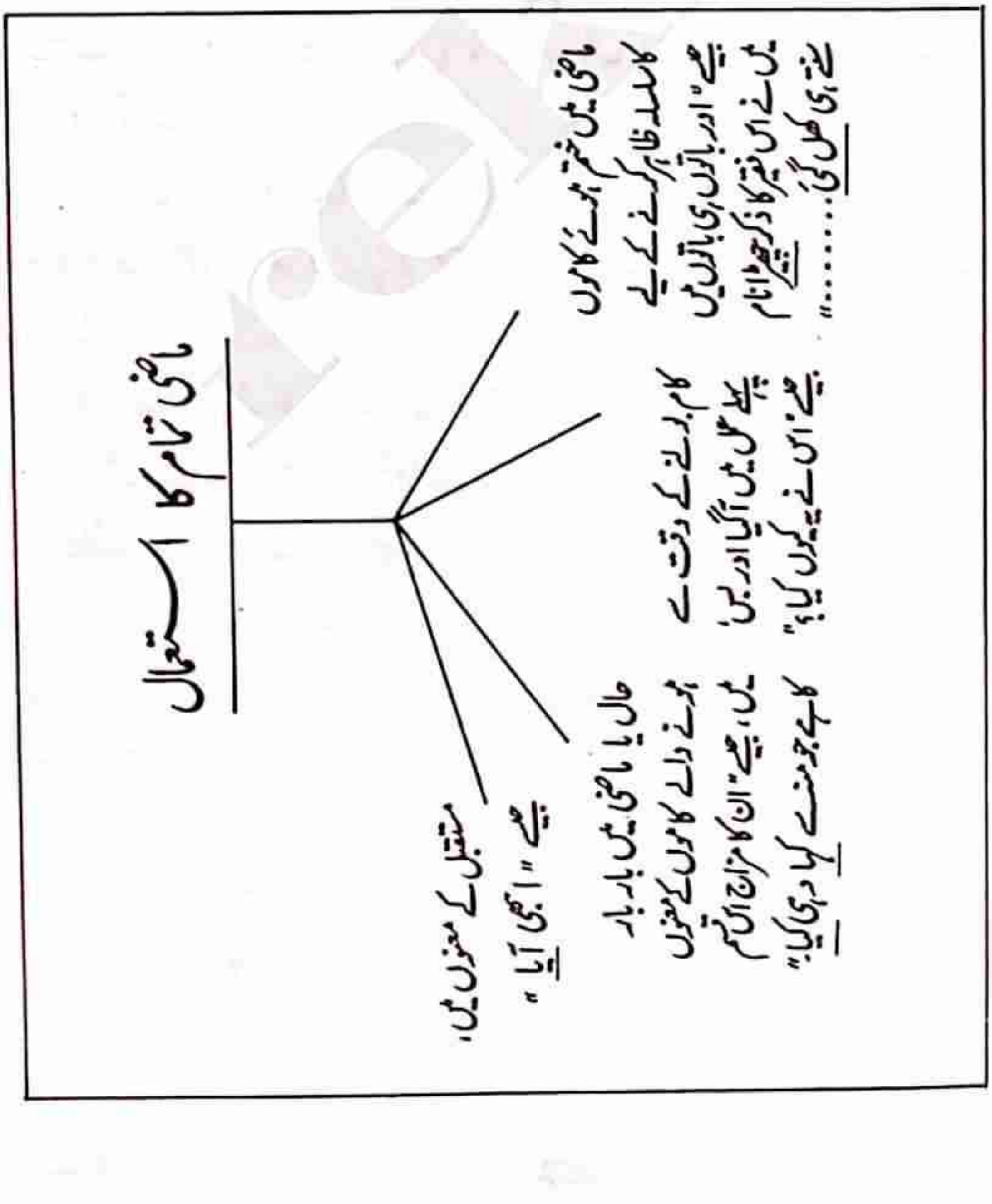
ماضی تمام کا استعمال
ماضی میں ختم ہوئے کاموں کا سلسلہ ظاہر کرنے کے لیے جیسے "اور باتوں ہی باتوں میں میں نے اس فقیر کا ذکر چھیڑا نام سنتے ہی کھل گئے......."
کام بولنے کے وقت سے پہلے عمل میں آگیا اور بس، جیسے "اس نے یہ کیوں کیا؟"
حال یا ماضی میں بار بار ہونے والے کاموں کے معنوں میں، جیسے "ان کا مزاج اس قسم کا ہے جو منہ سے کہا دہی کیا۔"
مستقبل کے معنوں میں، جیسے "ابھی آیا"

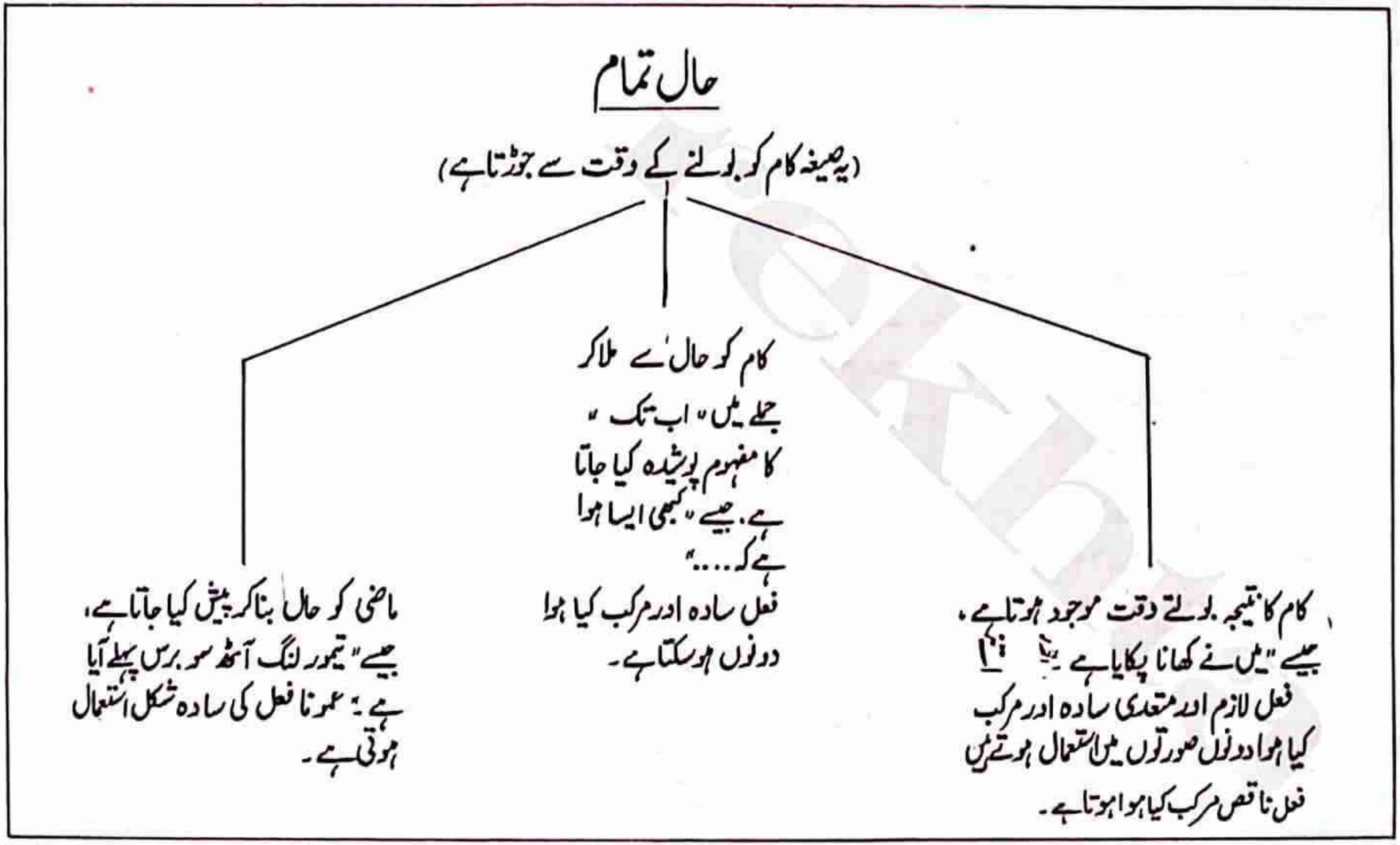

حال تمام

(یہ صیغہ کام کو بولنے کے وقت سے جوڑتا ہے)

کام کا نتیجہ بولتے وقت موجود ہوتا ہے، جیسے "میں نے کھانا پکایا ہے" فعل لازم اور متعدی سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں فعل ناقص مرکب کیا ہوا ہوتا ہے۔

کام کو حال سے ملا کر جملے میں "اب تک" کا مفہوم پوشیدہ کیا جاتا ہے، جیسے "کبھی ایسا ہوا ہے کہ..." فعل سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں ہو سکتا ہے۔

ماضی کو حال بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جیسے "تیمور لنگ آٹھ سو برس پہلے آیا ہے" عموماً فعل کی سادہ شکل استعمال ہوتی ہے۔

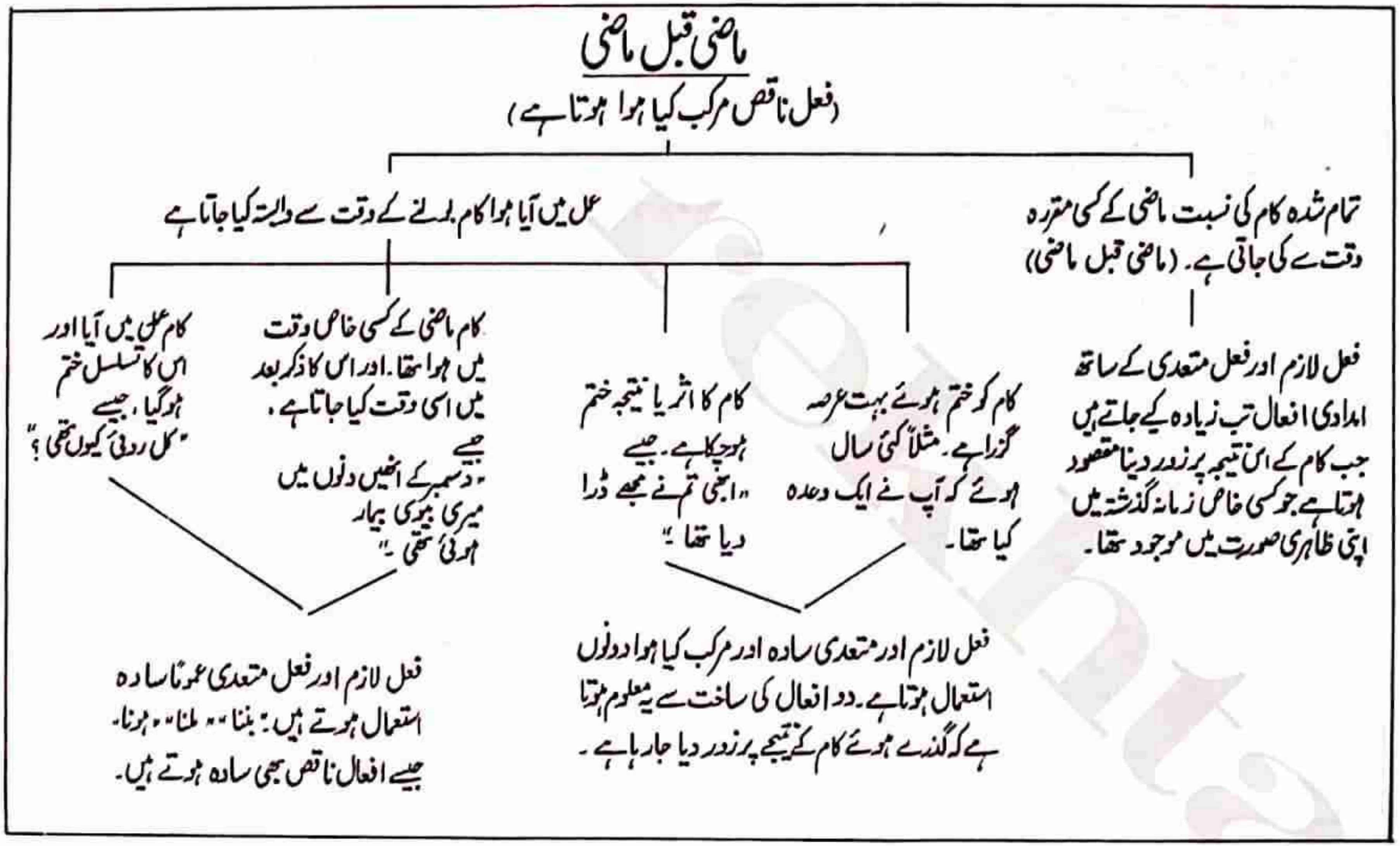

ماضی قبل ماضی

(فعل ناقص مرکب کیا ہوا ہوتا ہے)

تمام شدہ کام کی نسبت ماضی کے کسی مقررہ وقت سے کی جاتی ہے۔ (ماضی قبل ماضی)

فعل لازم اور فعل متعدی کے ساتھ امدادی افعال تب زیادہ کیے جاتے ہیں جب کام کے اس نتیجہ پر زور دینا مقصود ہوتا ہے جو کسی خاص زمانہ گذشتہ میں اپنی ظاہری صورت میں موجود تھا۔

عمل میں آیا ہوا کام بولنے کے وقت سے وابستہ کیا جاتا ہے

کام کو ختم ہوئے بہت عرصہ گزرا ہے۔ مثلاً کئی سال ہوئے کہ آپ نے ایک وعدہ کیا تھا۔

کام کا اثر یا نتیجہ ختم ہو چکا ہے۔ جیسے "ابھی تم نے مجھے ڈرا دیا تھا۔"

فعل لازم اور متعدی سادہ اور مرکب کیا ہوا دونوں استعمال ہوتا ہے۔ دو افعال کی ساخت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گذرے ہوئے کام کے نتیجے پر زور دیا جا رہا ہے۔

کام ماضی کے کسی خاص وقت میں ہوا تھا۔ اور اس کا ذکر بعد میں اسی وقت کیا جاتا ہے، جیسے "دسمبر کے انھیں دنوں میں میری بیوی بیمار ہوئی تھی۔"

کام عمل میں آیا اور اس کا تسلسل ختم ہو گیا، جیسے "کل روئی کیوں تھی؟"

فعل لازم اور فعل متعدی عموماً سادہ استعمال ہوتے ہیں: بننا۔۔ ملنا۔۔ ہونا۔ جیسے افعال ناقص بھی سادہ ہوتے ہیں۔

زمانۂ ماضی ناتمام اور زمانۂ ماضی تمام کے طویل، ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے صیغے

زمانۂ ماضی ناتمام میں افعال کے وہ صیغے شامل ہوتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے ہوتا تھا۔

آج کل کی اُردو میں خبری صورت کے معروف طور میں ماضی ناتمام کے اظہار کے لیے کام دکھانے والے افعال کے یہ صیغے ہیں:

۱۔ ماضی معمولی (وہ کھاتا تھا)
۲۔ ماضی استمراری (وہ کھا رہا تھا)
۳۔ ماضی فاعلی معمولی (وہ کھاتا ہوتا تھا)
۴۔ ماضی استمراری معمولی (وہ کھا رہا ہوتا تھا)
۵۔ ضرورت کا ماضی (اسے کھانا تھا)
۶۔ ضرورت کا ماضی معمولی (اسے کھانا ہوتا تھا)

ناتمام کام کے وقوع کے طریقوں کو نمایاں کرنے کے لیے ماضی میں آٹھ صیغے ہیں:

۱۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی (وہ کھاتا (چلا) جاتا تھا)
۲۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری (وہ کھاتا (چلا) جا رہا تھا)
۳۔ استقلالی صورت کا ماضی (وہ کھائے (چلا) جاتا تھا)
۴۔ استقلالی صورت کا ماضی استمراری (وہ کھائے (چلا) جا رہا تھا)
۵۔ طویل صورت کا ماضی معمولی (وہ کھاتا رہتا تھا)
۶۔ طویل صورت کا ماضی (وہ کھاتا (چلا) آتا تھا)
۷۔ طویل صورت کا ماضی استمراری (وہ کھاتا (چلا) آ رہا تھا)
۸۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی (وہ کھایا کرتا تھا)

rekhta

ان صیغوں میں سے ہر ایک اس کام کی کیفیت بتاتا ہے جو ماضی معمولی یا ماضی استمراری کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے مگر یاد رہے کہ کام کے وقوع کا طریقہ دکھانے والے صیغوں اور ماضی معمولی اور ماضی استمراری کے صیغوں میں صرف یہ فرق نہیں ہے کہ پہلے کام کے تسلسل کی کیفیت بتاتے ہیں جب کہ دوسروں سے یہ بات نہیں ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ان کا استعمال دوسری طرح ہوتا ہے۔

وقفہ پذیر، ترقی پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے مندرجۂ ذیل صیغے اس الگ۔ کام کے وقوع کا طریقہ بتاتے ہیں جو ماضی میں کچھ وقت تک ہوتا رہا:

۱۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام (وہ کھایا کیا)
۲۔ وقفہ پذیر صورت کا حال تمام (وہ کھایا کیا ہے)
۳۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کھایا کیا تھا)
۴۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام (وہ کھاتا (چلا) گیا)
۵۔ ترقی پذیر صورت کا حال تمام (وہ کھاتا (چلا) گیا ہے)
۶۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کھاتا (چلا) گیا تھا)
۷۔ استقلالی صورت کا ماضی تمام (وہ کھائے (چلا) گیا)
۸۔ استقلالی صورت کا حال تمام (وہ کھائے (چلا) گیا ہے)
۹۔ استقلالی صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کھائے (چلا) گیا تھا
۱۰۔ طویل صورت کا ماضی تمام (وہ کھاتا رہا)
۱۱۔ طویل صورت کا حال تمام (وہ کھاتا رہا ہے، وہ کھاتا (چلا) آیا ہے)
۱۲۔ طویل صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کھاتا رہا تھا، وہ کھاتا (چلا) آیا تھا)

ان صیغوں میں کام کے مکمل طور پر ختم ہونے کا احساس۔ نہیں ہوتا ہے اس لیے ان کو ماضی ناتمام کے صیغوں میں شامل کیا گیا ہے۔ کام کے عرصے کا تمام ہونا اور خود کام کا تمام ہونا الگ الگ باتیں ہیں۔

وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔

حال معمولی اور ماضی تمام کبھی کبھی ماضی ناتمام کے معنی پیدا کردیتے ہیں۔

ان صیغوں کے متعلق تفصیلات حال معمولی اور ماضی تمام کی بحث میں بیان ہوچکی ہیں۔

ماضی معمولی کا صیغہ

ماضی معمولی کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "ہونا" کے ماضی کے مفرد صیغوں کو ملاکر بنایا جاتا ہے، جیسے، "وہ کرتا تھا"

اس کا استعمال مندرجہ ذیل مفہوم ادا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے:

۱۔ معمول کے مطابق آنے والے کام کے لیے۔

اصل فعل کے ساتھ دوسرے فعل کے آجانے سے کام کا نتیجہ زیر توجہ رکھا جاتا ہے۔ سادہ فعل کے اصلی معنوں میں فاعل کا کرنا پایا جاتا ہے، جیسے:

"ابا پہر دن چڑھنے سے پہلے ہی نوکری پر چلے جاتے تھے۔ اماں سینے پرونے بیٹھ جاتی تھیں۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۱)

"ان مشاعروں میں نہ کوئی طرح مقرر کی جاتی تھی اور نہ بہت سے لوگوں سے وعدے لیے جاتے تھے، صرف بے تکلف احباب جمع ہوجاتے تھے اور اپنی اپنی تازہ تصنیف غزلیں پڑھتے تھے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۵)

"ہائے بابل وہ دن یاد آتا ہے جب میں آپ کی دل کی انگنائی میں کھیلتی پھرتی تھی اور آپ مجھ کو میٹھی میٹھی محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔ میں بگاڑتی تھی۔ آپ سنوارتے تھے۔ میں روتی تھی۔ آپ رومال سے آنسو پونچھتے تھے۔ میں ضد کرتی تھی۔ آپ ناز برداری کرتے تھے میری فکر میں آپ نے راتوں کو سونا چھوڑ دیا تھا۔ سات سات دن کے فاقے جس کے لیے ہوتے تھے، وہ بھی پھوٹی قسمت کی کنیز ہے۔" (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ ص۴۳)

"صبح پوجا کرکے کھیت پر چلا جاتا تھا، وہاں ہل چلاتا تھا، غلہ بوتا تھا، کاٹتا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ محنت کرکے پالتا تھا۔"

(نیاز فتحپوری۔ خدا کا انصاف۔ ص۴۸۵)

ان مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی معمولی ان کاموں کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جو گزشتہ زمانے میں بہ تکرار واقع ہوتے تھے۔

یہ متعین کرنے کے لیے کہ کام کتنی کثرت سے ہوتا تھا جملے میں مناسب تمیزی الفاظ (اکثر، کبھی کبھی وغیرہ) استعمال ہو سکتے ہیں، جیسے:

"یہاں اکثر احباب سرِ شام آ بیٹھتے تھے۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۳)

"راجہ کو آئے دن کسی نہ کسی سے سابقہ پڑ جاتا تھا۔"

(پریم چند۔ رانی سارندھا۔ ص۹۰)

"منشی صاحب کا مذاق شعر فہمی اعلیٰ درجہ کا تھا خود بھی کبھی کبھی کچھ کہہ لیتے تھے اور اچھا کہتے تھے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۳)

ان جملوں میں کاموں کی کثرت کے معنی "اکثر" "آئے دن" "کبھی کبھی" الفاظ سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

ماضی معمولی کے صیغے سے ظاہر کیا ہوا کام کسی مناسب حالت کے دہرائے جانے کے ساتھ ساتھ بھی عمل میں آ سکتا ہے، جیسے:

"ہمارے ابا جب گھر سے وردی پہن کر نکلتے تھے تو لوگ انھیں جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۲)

"جب ٹیکا لگانے والے گاؤں میں جاتے تھے تو اس کا میاں بچوں کو چھپا رکھتا تھا۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۵۲)

"ہیرا غصے میں اسے مارتا تھا۔ ۔ ۔" (پریم چند۔ گئودان۔ ص۴۶)

یہاں ماضی معمولی ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں اس وقت ہوتا تھا جس وقت دوسرا کام عمل میں آتا تھا۔

۲۔ ماضی کے کسی خاص وقت میں ہونے والے کام کے لیے۔

"کسی خاص وقت" سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس صیغے سے ظاہر کیے ہوئے کام کے ہوتے وقت کوئی دوسرا کام بھی ہوا یا جاری تھا یا فاعل کو ماضی کے کسی وقت میں کام کرتے بتایا جاتا ہے۔

کام کا ماضی کے کسی خاص (مقررہ) وقت میں ہونا جملے یا عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، جیسے:

"جب غش کی حالت گئی تو اٹھ کر بہت روئی اور بڑا ماتم کیا۔ اٹھتی تھی اور گر پڑتی تھی۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۴۳۹)

"عین اس وقت جب کہ کامنی اور سمرنا اور دھنو بی بی اور زینب کی ماں اور تلسا اور کبڑن انتہا سے زیادہ خوش تھیں کوئی کوے کو دودھ بالائی بتاسا کھلاتا تھا کوئی سونے سے چونچ مڑھتا تھا کوئی فتح کی صدا بلند کرتا تھا کسی کی بائیں آنکھ پھڑکی تھی کوئی گھنٹے کی آواز سن کر حال نیک بتاتا تھا کوئی کبڑن کے ہری بھری ڈالی لانے کو اچھا شگون سمجھتا تھا۔ عین اس خوشی کے وقت رونے کی آواز آئی۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۴۴۰)

"عورت توصیف کے ساتھ چلی مگر رات بھر اس کی حالت عجیب رہی۔ وہ توصیف کا منہ دیکھتی تھی بلبلاتی تھی، گڑگڑاتی تھی۔ ہاتھ جوڑتی اور کہتی تھی۔۔۔"
(راشد الخیری۔ توصیف کا خواب۔ ص۵)

ماضی معمولی کے مندرجہ بالا صیغوں سے کام کا کسی خاص زمانۂ گزشتہ میں جاری ہونا دکھایا جاتا ہے۔

کام کا زمانۂ گزشتہ میں بہ تعین وقت ہونا ماضی استمراری سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً "وہ کر رہا تھا"۔ مگر ماضی استمراری اس وقت استعمال ہوتا ہے جب ہم کام کے جاری رہنے پر زور دیتے ہیں۔ ماضی معمولی ایسی حالت میں کام آتا ہے جب کہ فعل کے ہونے کی خبر دینا مقصود ہو یا جب فاعل کو کسی کام میں مصروف دکھایا جائے۔ جیسے:

"اندھیری رات تھی۔ ساری دنیا سوتی تھی۔ مگر تارے آسمان پر گھورتے تھے۔ بیتلا دیوی پلنگ پر پڑی ہوئی کروٹیں بدل رہی تھی۔ اور اس کی نند سارندھا فرش پر بیٹھی ہوئی دل کش لہجے میں گاتی تھی۔"

(پریم چند۔ رانی سارندھا۔ ص۴۶)

"سوتی تھی"، "گھورتے تھے"، "گاتی تھی" صیغے کام کو ہوتے ہوئے نہیں دکھلاتے بلکہ صرف کام کے ہونے کے بارے میں بتاتے ہیں۔ "بدل رہی تھی" صیغہ خود کام کو اس کے تسلسل کے کسی ایک لمحے میں ہوتا ظاہر کرتا ہے۔ اگر اس جملے میں "بدل رہی تھی" کے بجائے "بدلتی تھی" لکھا ہوتا تو اس کا یہ مطلب نکلتا کہ بولنے والا اس کام کا وقوع بتاکر اس سے توجہ جلدی ہٹانا چاہتا ہے۔

"سلیم کی گفتگو اس قدر درد انگیز تھی کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹ رہے تھے وسیم دلہن بچہ کو لیے ہوئے ڈاڑھیں مار رہی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی تھی اس کا خون اپنے منہ سے ملتی تھی اس کا سر کلیجہ سے لگاتی تھی اور ایک ایک کی صورت حسرت سے دیکھتی تھی اور کہتی تھی ......"

(راشد الخیری۔ شب زندگی حصہ دوم۔ ص۱۶)

اس مثال میں "پھیرتی تھی"، "ملتی تھی"، "(کلیجہ سے) لگاتی تھی"، "دیکھتی تھی" "کہتی تھی" یہ سب کام "ڈاڑھیں مار رہی تھی" کام کے وقوع کے وقت میں یکے بعد دیگرے ہو رہے تھے۔ "(ڈاڑھیں) مار رہی تھی" کام کی مثال ایک لائن سے دی جاسکتی ہے جس پر کچھ نقطے ہیں یعنی "پھیرتی تھی"، "ملتی تھی" وغیرہ۔

ماضی استمراری کا صیغہ

ماضی استمراری کا صیغہ حالیہ استمراری (جو اصل فعل کے مادے اور "رہنا" کے حالیہ تمام کا مرکب ہے) اور "ہونا" کے ماضی کے مفرد صیغوں سے مل کر بنتا ہے، جیسے "وہ لکھ رہا تھا"

ماضی استمراری کسی الگ کام کے ماضی میں تسلسل کے ساتھ ہونے کے معنوں کا اظہار کرتا ہے۔ اس میں کام کے جاری رہنے پر زور پایا جاتا ہے۔

اس صیغے سے ذیل کی دو کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ کام کسی خاص زمانۂ گزشتہ میں جاری تھا، جیسے:

• ہمارے رئیس نامدار یعنی نواب عرش وقار جھٹ پٹے وقت اپنے باغیچۂ پربہار میں فرش پرکلف پر بیٹھے رنگ رلیاں منا رہے تھے۔

مصاحب اور رفقا خوشامد کی باتیں بنا رہے تھے اور میاں آزاد صحبت گرما رہے تھے اتنے میں دریائے اخضر فلک پر کشتی ہلال نظر آئی یعنی مہ نو نے اپنی صورت دکھائی۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۱۵۵)

اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت مہ نو نے اپنی صورت دکھائی اس وقت نواب رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ رنگ رلیاں منانے کے وقت کی نسبت مہ نو نکلنے کے وقت سے کی گئی ہے۔

اس طریقۂ استعمال کے کچھ دوسرے جملے دیکھئے۔

"فاطمہ کی تیوری پر بل آ رہے تھے اور وہ چاہتی تھی کہ یہاں سے اٹھ کر اندر چلی جاؤں کہ بڑھیا نے کہا....." (راشدالخیری۔ شب زندگی۔ حصہ دوم۔ ص۱۱)

"مرنے والے بہادر شاہ بادشاہ کے خاندان کی چند شہزادیاں اپنے ٹوٹے ہوئے بوریے پر بیٹھی جو کی روٹی کھا رہی تھیں۔ چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ سردی چمک رہی تھی۔ سب سے چھوٹی سات برس کی عمر والی لڑکی اپنی ماں سے مخاطب ہو کر بولی....." (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ ص۱۱۲)

"گھبرا کر اٹھی تو بچہ پسینے میں نہا رہا تھا اور بخار کا پتہ تک نہ تھا۔"
(راشدالخیری۔ توصیف کا خواب۔ ص۶۶)

"ایک دن حسب معمول احباب کا جلسہ تھا۔ کوئی غزل پڑھ رہا تھا۔ احباب داد دے رہے تھے۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۳)

یہ مثالیں ایسی ہیں جن میں کام کے ماضی میں یہ تعین وقت جاری رہنے کا بیان کیا گیا ہے۔ ان اوقات میں ماضی استمراری ایسے کام کے معنوں کا اظہار

کرتا ہے جس کا تسلسل غیر منقطع ہوتا ہے۔

۲۔ الگ کام زمانۂ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہو رہا تھا۔ ایسا کام عام طور پر متواتر جاری نہیں ہوتا، جیسے:

"اس عمر میں جب کہ میری بہنیں عاشق جمع کر رہی تھیں۔ میں اپنے پرائے ہر لڑکے اور لڑکی سے جوتم پیزار میں مشغول تھی۔"

(عصمت چغتائی۔ لحاف۔ ص ۸۳)

"اب سنہ ۱۲۶۸ محمدی (سنہ ۱۸۳۹) آیا جب کہ محمد علی پاشا ستر برس کا بوڑھا تھا اور بڑی شجاعت اور کمال ہوشیاری کے ساتھ مصر، سوڈان، شام عرب اور جزیرہ کریٹ پر حکومت کر رہا تھا۔" (شرر۔ صد پارہ دل۔ ص ۱۶۳)

"سنا ہے جب وہ سائنس میں ریسرچ کر رہی تھیں تو پروفیسر رتنم سے اُس کی بڑی راہ و رسم تھی۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص ۲۶۲)

"سلیمہ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی اور زنانہ مشن کالج میں اف اے کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔" (نیاز فتحپوری۔ ایثار۔ ص ۳۸۴، ص ۳۸۵)

"اب ایک نئے تیسرے مضمون میں ایم۔ اے کر رہی تھیں۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑی لکیر۔ ص ۲۶۱)

یہ استعمال نمبر ایک استعمال سے اس طور پر مختلف ہے کہ اس میں ایک تو کام کا عرصہ زیادہ طویل ہوتا ہے۔ اس عرصے کی طوالت جملے کے مناسب الفاظ یا سیاق و سباق سے معلوم ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ کام کی نسبت ماضی کے کسی مخصوص مقررہ وقت سے نہیں کی جاتی ہے۔

جب الگ کام ہوتا ہوا بتایا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ صیغے سے اس کام کے آغاز یا اختتام کا پہلو نہیں نکلتا ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ ماضی استمراری اپنے دامن میں ماضی کا کتنا عرصہ سمو لیتا ہے جملے میں تمیز کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

"میرا تو کئی کئی دن سے دل گھبرا رہا تھا۔"

(نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص ۲۰۵)

" انھوں نے کہا 'حضور بارش کے دن تھے۔ اور سات دن سے موسلا دھار مینہ برس رہا تھا'۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص۳۸)

" ایک برس بھر سے تیاری کر رہے تھے کہ پہاڑ جائیں۔"
(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۸۶)

" سوجان کی کھیتی میں کئی برس سے ہن برس رہا تھا۔"
(پریم چند۔ سوجان بھگت۔ ص۱۶۶)

"سب سے خاندانی مراسم بچپن سے چلے آ رہے تھے۔"
(عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ ص۱۶۳)

" قبیلہ بنی کعب کے سردار حباب کی بیٹی کے ساتھ قیس بن ذریح عذری نے عاشق ہو کے عقد کیا اور اسے طلاق دے دی جس پر بنی کعب ایک مدّت سے برہم ہو رہے تھے۔" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۱۶۲)

جب اس بات کا اظہار کرنا کہ مقصود ہو کہ کام ایک محدود عرصے پر پھیلا ہوا تھا تو ماضی استمراری نہیں استعمال ہو گا۔ "تین دن تک بارش ہو رہی تھی" لکھنا غلط ہو گا۔

ماضی استمراری معمولی کا صیغہ

اصل فعل کے حالیہ استمراری کے بعد "ہونا" کے ماضی معمولی کے صیغے بڑھانے سے ماضی استمراری معمولی بنایا جاتا ہے۔ جیسے "وہ کر رہا ہوتا تھا"

یہ صیغہ ماضی استمراری اور ماضی معمولی کا مرکب ہے یعنی اس سے کسی مخصوص حالت کے ماتحت جاری ہونے والے کام کی تکرار بتائی جاتی ہے۔ جیسے:

" اسے کچھ ایسا دھندلا دھندلا یاد ہے کہ جب امی یہ سب کچھ کر رہی ہوتی تھیں تو شاید وہ آس پاس ہی کہیں منڈلا رہی ہوتی تھی اور باجی جب لڑکیوں میں گھری ہنس رہی ہوتی تھیں اور ساتھ ہی ایک لڑکی کے بالوں میں بڑی بے خیالی میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں تو شاید یہ لڑکی وہ خود ہی تھی۔"

(رضیہ فصیح احمد۔ آبلہ پا۔ ص۱۰۲)

"سڑک پر سے گذر رہا ہوتا تو رہگیر اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتے۔ بڑے بڑے شاہ زادے اس کی خاطریں کرتے۔ غریب کسان اسے آنکھوں پر بٹھاتے محض اس لیے کہ وہ طالب علم تھا۔

(قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ ص ۱۳)

"رات کے بیچ جب کبھی آنکھ کھلتی تو مینہ اسی طرح برس رہا ہوتا، جیسے ازل سے برس رہا ہے، ابد تک برستا رہے گا۔"

(انتظار حسین۔ بستی۔ ۲۶)

"...... پھر اچانک درختوں کی اوٹ سے وہ کالا بھنور انجن نمودار ہوتا جو اپنے سے بھی زیادہ کالا دھواں آسمان کے رخ اگل رہا ہوتا۔"

(انتظار حسین۔۔ بستی۔ ص ۳۶)

"صبا اس کے سرخ موٹے گال پر پیار کرکے اپنے پاس لٹا لیتی اور چند سیکنڈ بعد وہ اسد کی گود میں جھول رہا ہوتا۔" (رضیہ فصیح احمد۔ آبلہ پا۔ ص ۱۹۴)

"جب کبھی موسلا دھار بارش ہو رہی ہوتی تھی تو اس فٹ پاتھ پر بیٹھ کر مانگنے والے سب بھکاری اپنی جھونپڑیوں میں جا گھستے تھے۔"

(بلونت سنگھ۔ روشنی۔ ص ۱۹۰، ص ۱۹۱)

ان جملوں میں ماضی استمراری معمولی کے صیغے اس کام کا بہ کثرت جاری رہنا بتاتے ہیں جس کی نسبت کسی دوسرے کام سے ہوتی ہے، ایک بار ہونے والے کام کی گویا تعمیم کی جاتی ہے۔ اگر دیئے ہوئے جملوں میں ماضی استمراری معمولی کے صیغے ماضی استمراری کے صیغوں سے بدل دیئے جائیں تو معنوں میں کام کا بہ تکرار ہونا نہیں پایا جائے گا۔ جیسے:

اسے کچھ ایسا دھندلا دھندلا یاد ہے کہ جب امی یہ سب کچھ کر رہی تھیں تو شاید وہ آس پاس ہی کہیں منڈلا رہی تھی اور باجی جب لڑکیوں میں گھری ہنس رہی تھیں اور ساتھ ہی ایک لڑکی کے بالوں میں بڑی بے خیالی میں کنگھی کر رہی تھیں تو شاید یہ لڑکی وہ خود ہی تھی۔

"صبا نے اس کے سرخ موٹے گال پر پیار کر کے اپنے پاس لٹا لیا اور چند سیکنڈ بعد وہ اسد کی گود میں جھول رہا تھا۔"

"جب موسلا دھار بارش ہو رہی تھی تو اس فٹ پاتھ پر بیٹھ کر مانگنے والے سب بھکاری اپنی جھونپڑیوں میں گھس رہے تھے۔"

ماضی فاعلی معمولی کا صیغہ

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے بعد "ہونا" کے ماضی معمولی کا صیغہ آنے سے ماضی فاعلی معمولی کا صیغہ پیدا ہوتا ہے، مثلاً:

"اسے وہ زمانہ یاد آرہا تھا جب وہ کبھی کبھی صبح کے وقت تیار ہوکر دوڑتی ہوئی اپنی امی کے کمرے میں آجایا کرتی تھی۔ وہ اپنے گھنے سیاہ بال کھولے کنگھی کرتی ہوتی تھیں...." (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرشام۔ ص۱۸۱)

ماضی استمراری معمولی اور ماضی فاعلی معمولی کے صیغوں کے معنوں میں جو مشابہت ہے وہ یہ کہ بہ تکرار ہونے والے کام کے وقت کو کسی مخصوص مقررہ وقت سے جوڑا جاتا ہے۔ ماضی استمراری معمولی کے برخلاف ماضی فاعلی معمولی کام کے تسلسل سے توجہ ہٹا کر فاعل کو توجہ کا مرکز بناتا ہے۔

ترقی پذیر صورت کے ماضی کے صیغے

۱۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی
۲۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری
۳۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام
۴۔ ترقی پذیر صورت کا حال تمام
۵۔ ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی

ترقی پذیر صورت کا ماضی

ترقی پذیر صورت کا ماضی اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "جانا" یا "چلا جانا" کے ماضی معمولی کے صیغوں سے بنتا ہے، جیسے "وہ بڑھتا (چلا) جاتا تھا"۔

کبھی کبھی ترقی پذیر صورت کا ماضی اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے بعد "آنا" یا "چلا آنا" کا ماضی معمولی بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے "وہ بڑھتا (چلا) آتا تھا"۔

امدادی افعال "آنا" اور "جانا" میں فرق یہ ہے کہ عموماً "آنا" سے کام کے متکلم کی طرف بڑھنے یا قربت ہونے کے معنی نکلتے ہیں اور برخلاف اس کے "جانا" میں کبھی کبھی کام متکلم کی طرف سے دور ہوتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے، جیسے "وہ بڑھتا آتا تھا" "وہ قریب ہوتا آتا تھا" "وہ دور ہوتا جاتا تھا"۔

ترقی پذیر صورت کے صیغوں میں "آنا" بطور امدادی فعل کے بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان افعال کی تعداد بہت کم ہے جن کے ساتھ آکر "آنا" کام کو متکلم کی طرف بڑھتے بھی ظاہر کرے، جیسے "نکلنا" "گھرنا" "بڑھنا" وغیرہ۔

ترقی پذیر صورت میں "جانا" عام طور پر ایک ایسے امدادی فعل کی حیثیت سے آتا ہے جس سے کام میں محض اضافہ ہونا بتایا جاتا ہے اور بس۔

"چلا آنا" اور "چلا جانا" میں وہی نسبت ہے جو "آنا" اور "جانا" میں ہے مگر "چلا آنا" اور "چلا جانا" اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے ساتھ عام طور پر تب بڑھائے جاتے ہیں جب یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ کام کا ارتقاء ایک مادی صورت اختیار کر لیتا ہے، جیسے:

"زور میں آکے گہراؤ کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا کہ جب ہاتھ پاؤں چلنے سے رہ جائیں گے تو خواہ مخواہ ڈوبوں گا۔"

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۶۴)

"اس طرح بات میں سے بات نکلتی چلی آتی تھی۔"

(نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ ص۱۸)

صیغے کا استعمال

اس صیغے کے خود ترکیبی طرز سے فاعل پر توجہ دینے کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں وہ ایک الگ کام ظاہر کرتا ہے جس کے اقسام یہ ہیں:

۱۔ ماضی کے کسی خاص وقت سے وابستہ کیے ہوئے کام کے وقوع میں زیادتی ظاہر کرنے کے لیے، جیسے:

"شروع شام کا وقت تھا۔ تارے نکلتے آتے تھے۔"

(شرر۔ منصور موہنا۔ ص۱۳۸)

"وہ میز پر کہنیاں ٹکائے موٹی سی ڈکشنری کھولے کچھ ڈھونڈ رہا تھا اور سوچ سوچ کر کچھ لکھتا جاتا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۷۱)

"مولانا اس وقت نہایت عقیدت کے ساتھ حدیث پر حدیث بیان کرتے چلے جاتے تھے۔" (شوکت تھانوی۔ جلوس۔ ص۳۳)

"جوں جوں وہ اپنی داستان بیان کرتا جاتا تھا۔ میری حیرت بڑھتی جاتی تھی۔" (نیاز فتحپوری۔ جان عالم اور ملکہ مہر نگار۔ ص۲۱۸)

مندرجہ بالا جملوں میں ترقی پذیر صورت کے ماضی کا صیغہ کام کا ماضی میں بہ تعین وقت ارتقار کے ساتھ واقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ اس الگ کام کا ارتقائی صورت میں واقع ہونا بتانے کے لیے جو ماضی کے کسی مقررہ وقت سے تعلق نہ رکھتا ہو، جیسے:

"بیاہ کے دن نزدیک آتے جاتے تھے۔" (پریم چند۔ دھوکا۔ ص۱۳۵)

"خیر لوگوں نے جو کچھ سمجھا ہو۔ یوں بھی شورش بہت کچھ فرو ہو چلی تھی اور امن و امان ہوتا جاتا تھا۔" (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۶)

"بجائے موٹا تازہ ہونے کے جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے مردے سے بدتر ہوتی جاتی تھی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۵)

ان جملوں کے یہ معنی ہیں کہ الگ کام زمانۂ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہو رہا تھا۔

ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری

ترقی پذیر صورت کے ماضی استمراری کے اجزائے ترکیبی میں اصل فعل کا حالیہ ناتمام اور "جانا (آنا)" یا "چلا جانا (چلا آنا)" کے ماضی استمراری کا صیغہ شامل ہوتا ہے۔ ان مختلف امدادی افعال کا تغیر "ترقی پذیر صورت کا ماضی" کے بیان میں ملاحظہ کیجیے۔

صیغے کا استعمال

۱۔ کام کا ماضی کے کسی خاص وقت میں ارتقار کے ساتھ جاری ہونا پایا جاتا ہے، جیسے:

"بڑھتے ہوئے اندھیرے میں اجڑے، لٹے، کھٹے انسانوں کا یہ قافلہ پگڈنڈی پگڈنڈی پہاڑی پر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔"

(عباس۔ میرے بچے۔ ص۱۵۱)

"پورن پورے جلال سے بڑھتا آ رہا تھا۔"

(عصمت چغتائی۔ ضدی۔ ص۳۲)

"اندھیرا گھرتا چلا آ رہا تھا۔" (رانگیا راگھو۔ آخری آواز۔ ص۹)

"..... اور اگر ایک طرف اس فتنے سے غافل نہ تھا جو سفیریہ کے ساتھ اُٹھتا آ رہا تھا تو دوسری طرف وہ عشاق کے اس گروہ سے بے خبر نہ تھا، جس کی دنیا و مافیہا صرف اس کے اپنے گھر کی چار دیواری تک محدود تھی۔"

(راشد الخیری۔ مجموعۂ خداوند۔ ص۴)

"اندھیرا کافی بڑھ چکا تھا لیکن اب چاند نکلتا آرہا تھا اور ذرا ذرا روشنی پھیلنی شروع ہو گئی تھی۔" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سرشام۔ ص۳۱)

"...... اور سایہ بڑھتے بڑھتے تاریکی میں تبدیل ہوتا جارہا تھا کہ دفعتاً کملا کی آنکھ کھلی۔" (نیاز فتحپوری۔ بیراگ کا بروگ۔ ص۴۷۴)

کام میں ہونے والے اضافے کی رفتار کو ظاہر کرنے کے لیے جملے میں مناسب الفاظ شامل کیے جاتے ہیں، جیسے:

"نصف گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی۔ کیلاش کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔" (پریم چند۔ منتر۔ ص۳۳)

"اس گھڑی مجھ پر بھی اس حسین منظر کا جادو دھیرے دھیرے اثر کرتا جارہا تھا۔" (عباس۔ دیا جلے ساری رات۔ ص۲۷)

"تیسرے دن شام کو چودھرائن بھگت رام کو بلانے گئیں۔ تو دیکھا کہ وہ ایک پریشانی اور وحشت کے عالم میں دونوں ہاتھوں کو سپر بنائے، کمرہ کے کونے کی طرف ایک ایک قدم پیچھے ہٹتا چلا جارہا تھا گویا کسی کے وار سے اپنے کو بچاتا ہو۔" (پریم چند۔ حسن و شباب۔ ص۴۱)

ایک کام کے تسلسل کی زیادتی دوسرے کام کے تابع یا اس سے متعلق ہوسکتی ہے، جیسے:

"لیکن جوں جوں قریب پہنچتا جاتا تھا یہ موہوم سی امید یاس میں تبدیل ہوتی جارہی تھی۔" (پریم چند۔ راہ نجات۔ ص۱۴)

۲۔ الگ کام ماضی کے کسی مقررہ وقت سے متعلق نہ ہوکر ارتقائی صورت میں جاری تھا، جیسے:

"عابد کا دل ماں کی طرف سے پھٹتا چلا ہی جارہا تھا جو کچھ تھوڑی بہت گنجائش باقی تھی وہ بھی ختم ہوئی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۸۳)

"پچھلے کچھ دنوں سے صحت ویسے ہی خواہ مخواہ گرتی جارہی تھی اوپر سے یہ بخار اور پھر ٹیلر کی لاپروا مصروفیت۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۵۴۳)

"یہ ایک انوکھا خاندان نہ تھا جہاں کھانے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی تھی اور کمانے والے تھک کر بوڑھے ہوتے جارہے تھے۔ سامان روز بروز ڈھیلا اور بے کار ہوتا جارہا تھا۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۴۱۳)

"گرمیوں کا موسم نکلتا جارہا تھا۔" (قرۃ العین حیدر۔ جلاوطن۔ ص۵۲)

ترقی پذیر صورت کے ماضی اور ترقی پذیر صورت کے ماضی استمراری سے اس الگ کام کا جاری ہونے کا اظہار کیا جاسکتا ہے جو ماضی کے کسی مقررہ وقت سے وابستہ اور ناوابستہ دونوں ہوتا ہے۔ اس جگہ ان کے استعمال میں ایک نازک فرق بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان دو صیغوں میں یوں فرق کرنا چاہیئے کہ جب ترقی پذیر صورت کے ماضی کا صیغہ استعمال ہو تو یہ صرف کام کے ہونے کی خبر دیتا ہے۔ ترقی پذیر صورت کے ماضی استمراری کے صیغے میں توجہ کا مرکز کام کا جاری رہنا ہے۔ سننے والے کی توجہ کام کے جاری رہنے پر اس طرح مبذول کرائی جاتی ہے کہ ہونے والا کام اس کے تصور میں ایسے آجائے گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ عام الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ ترقی پذیر صورت کے ماضی اور ماضی استمراری کے صیغوں میں جو فرق ہے وہ کام کی الگ الگ نوعیت پر منحصر ہے اور اسے ماضی استمراری کے صیغوں کی خصوصیت سمجھنے کے بعد معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام

ترقی پذیر صورت کے ماضی تمام کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "جانا" یا "چلا جانا" کے ماضی تمام کا مرکب ہے، جیسے وہ "کرتا گیا" یا "وہ کرتا چلا گیا"۔ بطور امدادی فعل کے "چلنا" بھی پایا جاتا ہے۔

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے ساتھ فعل "چلا جانا" ملانے سے کام کے ارتقا کی رفتار ایک مادی صورت اختیار کرلیتی ہے۔

ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام اس کام کا ارتقا ظاہر کرتا ہے جو کسی عرصے میں محدود ہوکر واقع ہوا ہو۔ کام کا تسلسل منقطع اور غیر منقطع دونوں طرح کا ہوسکتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ پورا عرصہ ایک وحدتِ زمانی معلوم ہوتا ہے، کام ماضی کے کسی بیان سے متعلق ہے۔ جیسے

"مگر جب سائرہ کی زبان بڑھتی چلی گئی اور تو تکار پر نوبت آگئی تو آگ بگولا ہوگئی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۹)

"دن آنکھیں مینچے چپ چاپ گذرتے چلے گئے۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۵۲۱)

"جوں جوں دنیا کی عمر زیادہ ہوتی گئی آدمی اپنے آرام کے لیے نئے پیشے اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے گئے۔"

(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۳۵)

"ترقی پسند گروہ میں ممبروں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۰۰)

"اتنا ضرور ہوا کہ خدا کی ہستی کا یقین ایسا..... ہوتا چلا کہ ...."

(راشد الخیری۔ طوفان حیات۔ ص۱۶۵)

ان صیغوں میں کام کے اثرات بولتے وقت موجود نہیں ہوتے۔ ان سے یہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی کہ کام حال یا ماضی کے کسی مقررہ وقت سے پہلے ہوا ہے۔ جب وقت کا ایسا تعین کیا جاتا ہے تو ترقی پذیر صورت کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے آتے ہیں۔

کام کا عرصہ کتنا بڑا تھا یا اس عرصے کے اندر کام کے ارتقا کی رفتار کیا تھی یہ سب کیفیتیں ظاہر کرنے کے لیے جملے میں مناسب الفاظ موجود ہوسکتے ہیں، جیسے:

"نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی کدورت روز روز بڑھتی ہی گئی۔"

(پریم چند۔ سوت۔ ص ۲۵۹)

"تین برس لگاتار ایکھ لگتی گئی۔" (پریم چند۔ سوجان بھگت۔ ص ۱۶۶)

سوویت ماہر ہندوستانیات یلوفکوف نے اپنے مضمون "ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں" (ص ۹۰) ترقی پذیر صورت کے ماضی تمام کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ "جب جملے میں کوئی لفظِ تمیز استعمال نہیں ہوتا ..... تو یہ صیغہ عام طور پر اس امر پر زور دیتا ہے کہ کام جاری رہتا ہے۔ علاوہ ازیں طویل صورت کے صیغے کے مقابلے میں وہ کام جس کے صیغے کے اجزائے ترکیبی میں امدادی فعل "جانا" شامل ہے کسی وقتی سانچے سے محدود نہیں ہوتا ہے۔ وہ (صیغہ) کام کے جاری رہنے کا عرصہ نہیں بتاتا ہے۔ یہاں اس بات پر توجہ دی جاتی ہے کہ کام ختم نہیں ہوا ہے کہ وہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں یہ جاننا دلچسپ ہوگا کہ ان معنوں میں اکثر Preterit یعنی ماضی تمام استعمال ہوتا ہے، جیسے "نلیمہ کہتی چلی گئی ....."۔

بتائے ہوئے صیغے کو ایسا سمجھنے کے یہ معنی ہیں کہ یلوفکوف نہیں جانتے ہیں کہ اُردو میں مختلف امدادی افعال کے ذریعہ بننے والے ایک ہی قسم کے صیغے ایک ہی کام کے وقوع کے مختلف طریقے ظاہر کرتے ہیں، جیسے "وہ بڑھتا رہا"، "وہ بڑھتا گیا"، "وہ بڑھا کیا"۔

کسی وقتی سانچے سے غیر محدود ماضی کے کام کے اظہار کے لیے صرف وہ صیغے مستعمل ہوتے ہیں جن کے اجزائے ترکیبی میں امدادی افعال کے ماضی معمولی اور ماضی استمراری کے صیغے ہیں۔ مثلاً "وہ بڑھتا جاتا تھا" "وہ بڑھتا رہتا تھا"، "وہ بڑھتا آرہا تھا" وغیرہ وغیرہ۔

ترقی پذیر صورت کے ماضی تمام کی خصوصیت غلط سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ یلوفکوف نے صیغے کا استعمال اس کے معنی دیکھ کر نہیں بلکہ اس کا روسی ترجمہ دیکھ کر بتایا ہے۔ انھوں نے اس جملے کا روسی میں یہ ترجمہ کیا ہے کہ "نلیمہ

بولنے کا کام جاری کر رہی تھی۔ اس لیے ان کو ترقی پذیر صورت کے ماضی تمام کا ایسے موقع پر استعمال ہونا عجیب معلوم ہوا۔ ہمارے خیال سے اس جملے کا روسی میں کیسا ہی ترجمہ کیوں نہ ہو۔ اسے اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ "نلیمہ نے بولنے کا کام کچھ وقت تک زیادتی کے ساتھ جاری رکھا۔"

ترقی پذیر صورت کا حال تمام

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "جانا" "چلنا" یا "چلا جانا" کے حال تمام کا مرکب ہے۔ اس میں یہ پایا جاتا ہے کہ شروع سے ابھی تک جو کام ہوا ہے۔ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے۔ جیسے

"مگر آزاد کو کتاب دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی لکھتے گئے ہیں۔ آخر وقت میں سب کو مسلسل کیا ہے۔"

(محمد حسین آزاد۔ دربارِ اکبری۔ ص۴۷۷)

"بھائی اگر حسن آرا بیگم ہمارے حالات اخبار میں پڑھتی گئی ہیں تو سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد چہارم۔ ص۲۱۹)

"چنانچہ گر رسان اسے برج بھاشا کا ایسا روپ مانا ہے جو پنجابی میں بتدریج ضم ہوتا چلا گیا ہے۔" (مسعود حسین۔ تاریخ زبان اُردو۔ ص۸۵)

"منہ دھویا۔ کہا۔ اف۔ اب ذرا ذرا تسکین ہوتی چلی ہے۔ خدا کے واسطے اب پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔" (سرشار سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص۵۴)

"حضور اب ذری آرام ہوتا چلا ہے؟"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول۔ ص۵۵)

ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "جانا" "چلنا" یا "چلا جانا" کے ماضی قبل ماضی کا مرکب ہے۔

اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ ماضی میں کسی وقت سے کسی خاص وقت تک کام کا ارتقار جاری رہا تھا، جیسے:

"..... مشاعرہ میں ساجدہ اور نرگس کے ساتھ میں بھی گئی تھی اور وہاں جو اشعار ہم لوگوں کو پسند آئے تھے وہ اپنی اپنی نوٹ بک میں لکھتے گئے تھے۔"
(شوکت تھانوی۔ انشاء اللہ۔ ص۲۰۳)

اس جملے کے یوں معنی سمجھنے چاہیئے کہ مشاعرے میں لڑکیاں اشعار لکھتی رہی تھیں۔ ہر نئے شعر کے ساتھ اشعار کی تعداد بڑھتی گئی تھی۔

"جس قدر پہلے وہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹاتے گئے تھے اس سے زیادہ خود ہٹ گئے۔" (شرر۔ منصور موہنا۔ ص۱۹۶)

"اسی طرح اس سے پیشتر بھی راج پوت کئی بار پسپا ہو کے کچھ دور تک ہٹتے چلے گئے تھے۔" (شرر۔ منصور موہنا۔ ص۹۷)

"جلسے کا رنگ بگڑتا گیا تھا۔ علی احمد نے بڑی مشکل سے اس کو قابو میں کیا۔" (شوکت صدیقی۔ خدا کی بستی۔ ص۲۳۲)

"یہ درد مند اسی راستے سے گیا ہے جس میں تم بھی قدم رکھ چکے ہو۔ تمہاری طرح شروع میں یہ بھی بڑی امیدوں کے ساتھ خوشیاں مناتا چلا تھا۔ یہی شخص جس کی غم و الم نے آج کل دعوت کی ہے تمہاری طرح برسوں عیش و عشرت کا مہمان رہ چکا ہے۔" (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ ص۴۶)

استقلالی صورت کے ماضی اور ماضی استمراری کے صیغے

استقلالی صورت کا ماضی اس طرح بنتا ہے کہ اصل فعل کے حالیہ تمام کے ساتھ "جانا" یا "چلا جانا"، "آنا"، یا "چلا آنا" کا ماضی معمولی بڑھایا جاتا ہے اس کا کام کسی خاص وقت سے متعلق اور غیر متعلق دونوں ہو سکتا ہے۔ جیسے

"لیکن پیاس کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے جسم میں کہیں نمی کا نام نہیں باقی رہا۔ پھر اس پر اس قاتل ہوا کے جھونکے جو ساعت

به ساعت آتش تشنگی کو اور زیادہ بھڑکائے جاتے تھے۔"

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۵)

"سائرہ جوں جوں موٹی ہوتی جاتی تھی شاکرہ کی ہڈیاں نکلی چلی آتی تھیں۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۷۱)

"لیکن اس کے پاؤں کانپ رہے تھے اور دل بیٹھا جاتا تھا۔"

(پریم چند۔ غبن۔ ص۱۱۶)

استقلالی صورت کا ماضی استمراری اصل فعل کے حالیہ تمام کے بعد "جانا" یا "چلا جانا" "آنا" یا "چلا آنا" کا ماضی استمراری بڑھانے سے بنتا ہے، اس کا کام بھی کسی خاص وقت سے متعلق اور غیر متعلق دونوں ہو سکتا ہے۔ جیسے

"ریاض برابر میرا منہ دیکھے جا رہا تھا۔" (شوکت تھانوی۔ تعزیت۔ ص۵۵)

"بجائے جھنجھناتے ہوئے قہقہے لگانے کے وہ خاموش تلخی سے مسکرائے جا رہی تھی۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۰۹)

"لیکن اختر ہمارے اس سوال کا جواب دینا بھی غیر ضروری سمجھتے تھے اور بڑھے چلے جا رہے تھے۔" (شوکت تھانوی۔ جس کے لیے سفر کیا۔ ص۳۶)

"آیا تو دو دن کے لیے تھا مگر دو ہفتے بعد بھی بہانے بنا کر رہے چلا جا رہا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۲۵)

"سارا گاؤں اسکول کی طرف امڈا چلا آ رہا تھا۔"

(صالحہ عابد حسین۔ راہ عمل۔ ص۱۱۶)

"اس طرح رات نہایت آہستہ آہستہ کھسک رہی تھی۔ بوڑھا باتیں کیے جا رہا تھا اور وہ سب کے سب بڑے غور سے سن رہے تھے۔"

(رتن سنگھ۔ ہزاروں سال لمبی رات۔ ص۱۲۶)

"آٹھ بچوں سے ویسے ہی روح قبض ہوئی جا رہی تھی۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک شوہر کی خاطر۔ ص۱۷۸)

یاد رہے کہ "آنا" اور "چلا آنا" امدادی فعل صرف کچھ لازم افعال کے ساتھ آتے ہیں۔

اپنے معنوں کے لحاظ سے استقلالی صورت کے ماضی اور ماضی استمراری کے صیغے استقلالی صورت کے حال اور حال استمراری کے صیغوں کی طرح ہیں۔ اس لیے استقلالی صورت کے حال اور حال استمراری کے بارے میں اس مقالے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ استقلالی صورت کے ماضی اور ماضی استمراری کے لیے بھی پوری طرح ٹھیک ہوگا۔

یعنی دونوں صیغوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ کام اختتام تک پہنچنے والا ہے۔ استقلالی صورت کے ماضی استمراری میں استقلالی صورت کے ماضی کے مقابلے میں کام کے تسلسل پر زور دینا مقصود ہے۔ استقلالی صورت کا ماضی کام کے ہونے کی صرف خبر دیتا ہے۔ جب کام کرنے والا جاندار چیز ہوتا ہے تو وہ خود زیر توجہ ہوجاتا ہے۔

متعدی اور لازم افعال کے صیغے تکمیل فعل کے استقلال کا اظہار کرسکتے ہیں:

"میں نے بہت کہا مگر وہ روئے جارہی تھیں۔"

(عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون۔ ص۲۸۹)

"غریب نواز کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ وہ یہ روپیہ حسب معمول کبھی واپس نہیں دے گی مگر وہ اس کے وعدے پر اعتبار کیے جارہا تھا۔"

(منٹو۔ ممی۔ ص۲۰۱)

"سیتل! سیتل! کیوں؟ آخر کیوں وہ اس کے دماغ پر چڑھا چلا آتا تھا؟" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۷۲)

زمانۂ ماضی کے معنوں کی بدولت کچھ صیغوں کا کام اختتام تک پہنچنے بھی نہیں پایا ہے۔ اس کی تکمیل رکی ہوئی معلوم ہوتی ہے، جیسے:

"اس پر حضرت کئی دن مجھ سے روٹھے رہے۔ گھر چھوڑ کر بھاگے جارہے تھے۔ بڑی مشکلوں سے رکے۔"

(پریم چند۔ شکوہ و شکایت۔ ص۱۰)

یہاں "بھاگے جارہے تھے" کے معنی "بھاگنے والے تھے" کے ہیں۔

استقلالی صورت کے ماضی اور ماضی استمراری کے صیغے بہت استعمال ہوتے ہیں اس لیے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ڈاکٹر عبدالحق کا اس ساخت کے بارے میں یہ خیال کیوں تھا کہ "خاص یہ صورت عموماً فعل حال ہی کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ ماضی میں استعمال دوسری طرح ہوتا ہے. جیسے وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا[۵۵]۔

استقلالی صورت کے ماضی تمام کا صیغہ

اصل فعل کے حالیہ تمام کے بعد "جانا" یا "چلا جانا" کا ماضی تمام بڑھا دینے سے بنتا ہے، جیسے:

"دبی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ اب بھی اسی نیند سوئے گئیں تو بیوی عمر بھر سر پر ہاتھ رکھ کر رونا۔" (راشد الخیری۔ شام زندگی۔ ص۹۴)

یہاں اس صیغے سے کام کے جاری رکھنے کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ انھیں معنوں کا اظہار ذیل کے صیغوں سے بھی ہوتا ہے۔

۱۔ اب بھی اسی نیند سوتی رہیں تو ...

۲۔ اب بھی اسی نیند سوتی رہیں گی تو ...

۳۔ اب بھی اسی نیند سوئیں گی تو ...

"میرے ہاں تو برابر گھونٹ پر گھونٹ چل رہا تھا۔ وہ بھلا اپنا ہاتھ روک کر کیوں اپنی ہتک کراتے۔ کسی نہ کسی طرح پیے ہی گئے۔"

(فرحت اللہ بیگ۔ مضامین فرحت حصہ دوم۔ ص۱۰۵)

"...... ایک دن قلعہ پر چڑھا چلا گیا اور مہدی کے سامنے جاکے کہا 'نکلو اور یہ قلعہ خالی کرو'۔" (شرر۔ حسن بن صباح۔ ص۱۸)

---

[۵۵] مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ ص۱۵۵۔

"پھر جب میں خاموش نظروں سے اُسے دیکھے گیا تو جیسے اچانک اسے کوئی بات سمجھ میں آگئی ہو۔ ایک دم سے وہاں سے سٹک گئی۔"

(انتظار حسین۔ بستی۔ ص۶۱)

"مگر بڑھیا کوسے گئی اور بچوں کو تو ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ بچاروں کو منہ چڑا کے بھاگتے ہی بنی۔" (عصمت چغتائی۔ ساس۔ ص۵)

"چلی اور چلے گئی۔ رات کی تمیز تھی نہ دن کا پتہ۔"

(راشد الخیری۔ ماہ عجم۔ ص۱۲۹)

"بابا خاں کو ہٹنا پڑا اور مرزا مارا مارا دُور تک بھگائے چلا گیا۔"

(محمد حسین آزاد۔ دربار اکبری۔ ص۸۵۲، ص۸۵۳)

استقلالی صورت کے ماضی تمام کے صیغے وہ کام ظاہر کرتے ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ کر ہی ختم ہوا۔ اس کا تعلق ماضی یا حال کے کسی خاص وقت سے نہیں رہتا ہے۔

استقلالی صورت کا حال تمام

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ تمام کے آخر "جانا" یا "چلا جانا" کا حال تمام زیادہ کرنے سے بنتا ہے۔ اس سے اکثر یہ پایا جاتا ہے کہ کام ہوتے ہوتے اختتام تک پہنچا اور اس کا نتیجہ بولنے کے وقت میں زیر توجہ ہے:

"وہ چھوٹی چھوٹی سینکڑوں چوٹیاں ہیں جو خمار کے نیچے سے نکل کے ایک شانے سے دوسرے شانے تک ساری پیٹھ پر بکھری چلی گئی ہیں۔"

(شرر۔ فردوس بریں۔ ص۷)

استقلالی صورت کا ماضی قبل ماضی

یہ صیغہ اصل فعل کے حالیہ تمام کے آخر "جانا" یا "چلا جانا" کا ماضی قبل ماضی زیادہ کرنے سے بنتا ہے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ کام ہوتے ہوتے اختتام تک پہنچا اور اس کا نتیجہ ماضی کے کسی خاص وقت زیر توجہ ہے۔ یہ

صیغہ بہت کم استعمال ہوتا ہے یہاں تک کہ ابھی اس کا ایک بھی نمونہ ہمارے پاس نہیں ہے مگر اس سے یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ وہ زبان میں موجود نہیں ہے۔ صیغوں کے پورے نقشے کا یہ تقاضہ ہے کہ مذکورہ صیغہ بھی ہونا چاہیے۔ استقلالی صورت کے حال تمام کی اوپر کی مثال یوں کہیں تو ٹھیک ہی تو ہوگا، وہ چھوٹی چھوٹی سینکڑوں چوٹیاں تھیں جو۔ ۔ ۔ ۔ ایک شانے سے دوسرے شانے تک ساری پیٹھ پر بکھری چلی گئی تھیں۔

طویل صورت کے ماضی کے صیغے

اس عنوان کے تحت چھ صیغے شامل کیے جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ طویل صورت کا ماضی معمولی (وہ کرتا رہتا تھا)
۲۔ طویل صورت کا ماضی استمراری (وہ کرتا (چلا) آرہا تھا
۳۔ طویل صورت کا ماضی (وہ کرتا (چلا) آتا تھا)
۴۔ طویل صورت کا ماضی تمام (وہ کرتا رہا)
۵۔ طویل صورت کا حال تمام (وہ کرتا رہا ہے، وہ کرتا (چلا) آیا ہے)
۶۔ طویل صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کرتا رہا تھا، وہ کرتا (چلا) آیا تھا)

طویل صورت کا ماضی معمولی

طویل صورت کے ماضی معمولی کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "رہنا" کے ماضی معمولی کا مرکب ہے۔ جیسے "وہ کرتا رہتا تھا"۔

صیغے کا استعمال

۱۔ کام کے متواتر جاری رہنے کو بتانے کے لیے۔

ہرچند اس میں امکانی وقفے ضرور ہوتے ہیں لیکن کام کے لگاتار ہونے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے، جیسے:

"پھر بھی جس قدر ان کی برائیاں مجھ پر ظاہر ہوتی رہتی تھیں ان کا شاید دسواں حصہ بھی تم پر منکشف نہ ہوتا ہوگا۔"

(نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۶۱)

"سوتیلی ماں اسے مارتی رہتی تھی۔" (پریم چند۔ دو بیل۔ ص۱۰)

"دنیا مجسم ٹانگیں بن کر اس کی کھڑکی کے نیچے چلتی رہتی اسے ان پر ترس آتا۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۶۷)

دی ہوئی مثالوں میں اس ہمیشہ ہونے والے کام کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جس کا تسلسل برابر رہتا تھا۔

تسلسل کی کیفیت کو واضح کرنے کے لیے جملے میں مناسب تمیزی الفاظ موجود ہو سکتے ہیں۔ جیسے:

"اسے کسی کی کوئی بات پسند نہ آتی تھی۔ ہمیشہ عیب نکالتی رہتی تھی۔"

(پریم چند۔ گئودان۔ ص۲۵۷)

"نوری بڑی تیز تھی اور بڑی آپا بھی اسے برابر مار مار کر پڑھاتی رہتی تھیں۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۸۵)

"وہ قصر بلورین، جس کے ہر گوشے سے رقص و سرور کی آوازیں آتی رہتی تھیں جس کے ایوان خانے میں کنیزوں کے ریشمی ملبوں کی سرسراہٹ ہمیشہ محسوس ہوتی رہتی تھی جس کے کمروں میں نقرئی گھونگھروں کی آواز کے ساتھ ہلکے ہلکے قہقہوں کا لحن ملا ہوا ہر وقت گونجتا رہتا تھا، آج وہی قصر بلورین ایک مقبرے کی طرح سنسان ہے۔"

(نیاز فتحپوری۔ شبنمستان کا قطرۂ گوہرین۔ ص۲۰۲)

۲۔ معمول یا تکرار کے ساتھ ہونے والے اس کام کے اظہار کے لیے جس کے گذرنے میں ہر بار تھوڑا بہت وقت لگ جاتا ہے، جیسے:

"کبھی وہ دن بھی تھے کہ ذرا دیر تک سوتا رہتا تو اجو پر پانی کا لوٹا اوندھا کر اس کی چارپائی الٹ دی جاتی تھی۔ آج دن چڑھے تک سوتا رہتا

پھر بھی لوگ یہی کہتے، اللہ رکھے جوانی کی نیند ہے سونے دو۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۲۵)

"ذرا دیر تک سوتا رہتا" سے یہ ظاہر ہے کہ گزشتہ زمانے میں سونے کا کام بعض اوقات "ذرا دیر تک کے عرصے کے اندر جاری رہتا تھا":

"بھائی کو مارا، بہن کو پیٹا، ماں کو ڈانٹا، باپ کو کوسا۔ دن بھر یہی سونگ کرتی رہتی تھی۔" (راشدالخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۴۳)

یہاں یہ مطلب ظاہر کیا جاتا ہے کہ معمول کے مطابق ہونے والے کام میں دن بھر کا وقت لگ جاتا تھا۔ یہی معنی مندرجۂ ذیل جملے سے بھی نکلتے ہیں:

"اب گھنٹوں لیٹی کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی۔"

(راشدالخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۵۹)

ایسے کام کے واقع ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے۔ اس کے اظہار کے لیے جملے میں مناسب الفاظ ہمیشہ موجود نہیں ہوتے، جیسے:

"وہ کبھی کبھی اس کو تنبیہہ کرتے رہتے تھے۔"

(نیاز فتحپوری۔ سودائے خام۔ ص۹۸)

"بیٹے کے مرتے ہی دنیا آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ صبح کی نماز سے فارغ ہوا اور قبرستان جا پہنچا۔ قبر پر بیٹھا کبھی پڑھتا رہتا۔ کبھی روتا رہتا۔"

(راشدالخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۶۰)

"اس کی صحت عموماً خراب رہتی تھی اور زیادہ تر کھانستا چھینکتا رہتا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۶۴)

"جگو کے سر میں اکثر درد ہوتا رہتا تھا۔" (پریم چند۔ غبن۔ ص۲۳۴)

ایسی حالت میں ماضی معمولی کا صیغہ بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس میں کام کے وقت کی طوالت پر زور نہیں ہوتا۔ اس کے ذریعہ کام کو ہوتے ہوئے ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اس سے صرف کام کے واقع ہونے کی خبر ملتی ہے۔ جیسے:

"وہ گھنٹوں بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ تاش کھیلتا، ہنسی مذاق کرتا، مگر شمن ان سب سے دور، کسی نہایت دل چسپ کام میں ڈوبی رہتی۔"
(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۲۶)

"ان مسائل پر تینوں آدمیوں میں گھنٹوں مناظرے ہوتے تھے۔"
(پریم چند۔ غبن۔ ص۸۸)

"راتوں پڑی روتی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۵۹)

طویل صورت کا ماضی استمراری

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے بعد "آنا" یا "چلا آنا" کا ماضی استمراری بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے "وہ کرتا (چلا) آرہا تھا۔"

طویل صورت کے ماضی استمراری کے صیغے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ کام مدت سے جاری تھا۔

ایسا کام اپنی طوالت کی وجہ سے عام طور پر گزشتہ زمانے کے کسی مقررہ وقت سے وابستہ نہیں ہوتا ہے، جیسے:

"اس عرصے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی مہربانی سے دہلی سے ایک فوجی لاری پانی پت بھیجی گئی اور راتوں رات ہمارے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو اپنے آبائی مکانات کو چھوڑ کر (جن میں ہمارے بزرگ چھ سات سو برس سے رہتے چلے آرہے تھے) دہلی آجانا پڑا۔"
(عباس۔ کہانی کی کہانی۔ ص۱۰)

"ایک زمانے سے ذکی کی شادی نہ صرف اس بنا پر ملتوی ہوتی آرہی تھی کہ...." (نیاز فتحپوری۔ ازدواج مکرر۔ ص۳۴۴)

"بنکروں کا دھندا خاندانی تھا۔ باپ دادا کا دھندا نباہتے چلے آرہے تھے۔"[1]

---

[1] یاد نہیں آتا کہ یہ اقتباس کس کتاب سے حاصل کیا گیا ہے۔

جب جملے میں کام کے وقت کا آغاز بتایا جاتا ہے تو ایسے الگ کام کا واقع ہونا ماضی استمراری کے صیغے سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے، جیسے:

"ان دونوں خاندانوں میں عرصے سے مخالفت چلی آرہی تھی۔"
(نیاز فتحپوری۔ شبنمستان کا قطرۂ گوہرین۔ ص۴۳۱)

ان دو صیغوں میں یوں فرق کرنا چاہیئے کہ طویل صورت کے ماضی استمراری کے صیغے سے کام کے وقت کی طوالت پر زور دیا جاتا ہے جب کہ ماضی استمراری کے خود صیغے میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے۔

طویل صورت کا ماضی

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے بعد "آنا" یا "چلا آنا" کا ماضی معمولی بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے:

"خوجی اور آزاد پاشا میں نوک جھونک ہوتی آتی تھی۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۷۴۴)

یہ صیغہ زمانہ گزشتہ میں اس کام کی خبر دیتا ہے جو بہت دن سے ہو رہا تھا۔ اس صورت میں کام کے وقوع سے تعلق نہیں بلکہ فعل متعدی اور لازم کے استعمال میں فاعل پر توجہ مرکوز ہے۔

طویل صورت کا ماضی تمام

طویل صورت کے ماضی تمام کا صیغہ اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "رہنا" کے ماضی تمام سے مل کر بنتا ہے۔ جیسے "وہ کرتا رہا"۔

یہ صیغہ ایسی حالت میں استعمال ہوتا ہے جب کام بلا تعین وقت کچھ عرصے تک جاری رہا ہو۔ وہ ماضی کے کسی بیان سے متعلق ہے، جیسے

"خیر، گھر چلا آیا مگر وہ باتیں میرے کانوں میں برابر گونجتی رہیں۔"
(پریم چند۔ آنسوؤں کی ہولی۔ ص۲۶۶)

"سائرہ کے منہ میں جو کچھ آیا کہتی رہی۔

(راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۱۱۱)

"ایک بات ہو تو کہوں میں تم کو بیٹھا دیکھتا رہا اور جلتا رہا۔"

(راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص۲۲)

"چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ خاموش بیٹھی سنتی رہی۔"

(راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص۲۹)

"قیس نے اس کے بعد اپنے پرجوش و خروش اشعار سُنانا شروع کیے جن کو دونوں لڑکیاں سنتی اور ان سے متاثر ہوتی رہیں۔"

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص۱۹۸)

اوپر دی ہوئی مثالوں سے یہ بات واضح ہے کہ طویل صورت کے ماضی تمام سے ظاہر کیے ہوئے کام کسی وقتی سانچے میں محدود معلوم ہوتے ہیں۔

یلونکوف نے اس صیغے کے استعمال کے متعلق یہ غلط رائے قائم کی ہے کہ جس جملے میں کام کے واقع ہونے کا عرصہ نہیں بتایا جاتا ہے اس میں "کرتا رہا" قسم کی ساخت میں صرف کام کے جاری رہنے کے معنی پائے جاتے ہیں[1]۔

طویل صورت کے ماضی تمام کی خصوصیت کا تعین اس کا ماضی استمراری کے صیغے سے مقابلہ کرنے پر زیادہ بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ ان دونوں صیغوں میں کام کے تسلسل کی خصوصیت مشترک ہے جب کہ پہلے صیغے میں کام کے وقت کی طوالت اور کام کی تکمیل کا احساس بھی شامل ہو جاتا ہے۔ "پڑھتا رہا" "پڑھتا تھا" کے مقابلے میں اپنے اندر تسلسل عمل زیادہ رکھتا ہے لیکن بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں کام کو کسی عرصے کے اندر ہوتا ہوا ظاہر کیا جاتا ہے جب کہ دوسری صورت میں کام کا کوئی عرصہ مقرر نہیں ہوتا ہے۔ کام کا تسلسل

---

[1] د۔ یلونکوف۔ ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں۔ مشرقی ملکوں کا علم لسانیات۔" (ماسکو۔ ۱۹۶۳ء) ص۹۳۔

دکھایا جاتا ہے اور بس۔ "میں پڑھ رہی تھی" کے صرف یہ معنی ہیں کہ کام ماضی میں کیا جا رہا تھا۔

ان دو مندرجہ ذیل جملوں کا مقابلہ کیجئے:

"یہ لوگ گھر پہنچے تو دھنیا دروازے پر کھڑی ان کی راہ دیکھ رہی تھی۔"
(پریم چند۔ گئودان۔ ص ۲۶)

"جب آنکھ نہ لگی تو میں نے بیڑی سلگائی اور آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔" (عباس۔ الف لیلیٰ ۱۹۶۵۔ ص ۱۱۶)

پہلے جملے میں دیکھنے کے کام کا تعین ماضی کے خاص وقت سے ہے اور کام کو اس مقررہ وقت سے الگ کرنا غیر ممکن ہے جب کہ دوسرے جملے میں یہ احساس ہے کہ اس کام کے واقع ہونے میں تھوڑا بہت عرصہ لگا۔

یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ کام کتنی دیر تک ہوتا رہا جملے میں مناسب الفاظ ہو سکتے ہیں، جیسے:

"دیر تک وہ غصّے بھری نظروں سے انھیں گھورتا رہا۔"
(عباس۔ چراغ تلے اندھیرا۔ ص ۶۳)

"تم نے تو کمال کیا کہ ایک سوال کے جواب میں گھنٹہ بھر تک ان کا مغز ہی چاٹتی رہیں۔" (راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص ۲۲)

"۲۳، اپریل سے ۲۵، اپریل ۱۹۱۵ء تک گیلی پولی کے مغربی پہلو پر فوجیں اترتی رہیں۔" (فرحت اللہ بیگ۔ جینے سے بہتر مرنا۔ ص ۱۰۳)

"دو ڈھائی گھنٹے تک سائرہ روتی پیٹتی، چیختی، چلّاتی، بکتی، جھینکتی رہی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص ۱۹)[1]

"جب وہ میری اماں سے پہلی بار ملیں تو دونوں ایک دم بغلگیر ہو گئیں

---

[1] جب جملے میں طویل صورت کے صیغے میں کئی افعال ہوتے ہیں تو امدادی فعل "رہنا" کا صیغہ ان سب کے لیے صرف ایک بار آ سکتا ہے۔

اور کچھ کہنے سننے سے پہلے دونوں کئی منٹ تک خاموشی سے اپنے وطن کو یاد کرتے ہوئے روتی رہیں۔"

(عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ ص۱۶۷)

ایک کام کا وقت دوسرے کام کی بنیاد پر مقرر کیا جا سکتا ہے، جیسے:

"جب تک وہ درختوں کی آڑ میں چھپ نہ گیا، وہ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔" (پریم چند۔ ستی۔ ص۱۴۱)

"جتنی دیر تک بیٹھا جلتا ہی رہا۔" (راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص۲۱)

منقطع کام کا احساس اکثر مدت کی طوالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کام کو کسی عرصے کے اندر محدود تھوڑے وقفے کے ساتھ ہوتا ہوا تصور کیا جاتا ہے، جیسے:

"ہم دس دن مدراس میں ٹھہرے اور ہر روز دونوں وقت کا کھانا اسی برہمن گھرانے میں کھاتے رہے۔"

(عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ ص۱۵۹)

"یہ افسانہ روزنامہ اودھ اخبار میں دو سال تک مُسلسل چھپتا رہا۔"

(رئیس احمد جعفری۔ حرف آغاز۔ ص۲۱)

"تم کو یاد نہیں کہ میں ہمیشہ جھینکتا رہا کہ خدا کے واسطے شمس پر توجہ کرو۔" (راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص۱۰۷)

"۔۔۔۔ جو کچھ ان تین صدیوں میں ہوا، اس کے مقابلے میں وہ تمام ترقیاں ہیچ تھیں جو پندرہویں صدی سے پہلے سالہا سال تک وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں۔" (مقالات حالی۔ حصہ اول۔ ص۱۷۲)

طویل صورت کا ماضی تمام کام کا ایک دوسرے کے بعد ہونا نہیں دکھاتا۔ اس صیغے سے ظاہر کیے ہوئے کام بیک وقت ہوتے ہیں، جیسے:

"اس دن سارے کیمپ میں سندر لال اور اس کے ہنس مکھ سوبھاؤ تھا اس کی دریا دلی کی چرچا ہوتی رہی، اور انھیں سُن سُن کر اوشا آپ

ہی آپ شرماتی رہی اور اس کا دل گاتا رہا 'وہ میرا ہے'۔"

(عباس۔ نئی برسات۔ ص۷)

"کچھ لمحوں کے لیے وہ چپ رہا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ پر اس کے منہ سے سگریٹ کے دھوئیں کے چھلے نکلتے رہے، اور ایک دوسرے سے مل کر ایک زنجیر سی بناتے رہے، اور وہ چپ چاپ بیٹھا ایسے گھورتا رہا، مانو وہ اس دھوئیں کی زنجیر میں بندھا ہوا ہو۔"

(عباس۔ اودھ کی شام۔ ص۳۶)

طویل صورت کے ماضی تمام کا صیغہ ایک ایسے غیر منقطع کام کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو جاری دکھایا گیا ہو، جیسے:

"لکو کا چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا مگر لڑکے ہنستے رہے۔ قہقہے لگاتے رہے۔ سیٹیاں بجاتے رہے۔" (عصمت چغتائی۔ تین اناڑی۔ ص۸۲)

"شمن نے خوب اس کے چٹکیاں لیں۔ کوئی غیر مانوس سی چیز دل میں کلبلائی مگر وہ جھلاتی ہی رہی۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۲۵۱)

"...... اگرچہ اب بھی کئی ایسے بھی تھے جو ان سے یہی کہتے رہے کہ آپ نہ گھبرائیں ہم آپ کی حفاظت اپنی جان سے کریں گے۔"

(عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ ص۱۶۵)

"مگر رمیش بابو حسب معمول پانچ بجے اٹھے، نہایا، سندھیا کی، گھومنے گئے اور آٹھ بجے لوٹے رما اس وقت تک سوتا ہی رہا۔"

(پریم چند۔ غبن۔ ص۴۰)

ان مثالوں میں طویل صورت کے ماضی تمام کے یہ معنی ہیں کہ کام جاری دکھایا گیا تھا۔

مرزا خلیل احمد بیگ کی "اردو گرامر" میں ان معنوں کی طرف اشارہ ہے: Continuatives (ص۲۰۱)

طویل صورت کا حال تمام

طویل صورت کا حال تمام اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل " رہنا " یا " آنا " یا " چلا آنا " کے حال تمام کو ملا کر بنایا جاتا ہے، جیسے " وہ کرتا رہا ہے " یا " وہ کرتا (چلا) آیا ہے۔ "

طویل صورت کے حال تمام کی خصوصیت یہ ہے کہ کام کو بولنے کے وقت سے ملا کر جملے میں " اب تک " کا مفہوم پیدا کیا جاتا ہے۔

" لبنیٰ ساری رات میری پرشوق آنکھوں کے سامنے رہی ہے۔ اس کے حسن کے کرشمے دیکھتا اور اس کی باتیں سنتا رہا ہوں۔ "

(شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ ص ۲۱)

" آخر میں نے بھائی جان سے کہا خدا کے لیے انگنائی میں نکل کر خبر تو لو کون وقت ہوا یہ آدمی برابر چلتا رہا ہے شاید سرکاری فوج کا کوئی آدمی ہو اور ہماری حفاظت کے لیے آیا ہو۔ "

(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص ۱۳۹)

" ایک آنا روز کے حساب سے مزدوری جو ہمیشہ ملتی رہی ہے، اسی مزدوری پر انھیں کام کرنا ہوگا، سیدھے کریں یا ٹیڑھے۔ "

(پریم چند۔ گؤدان۔ ص ۲۳)

" میں ساری رات دیا جلائے تیری باٹ دیکھتی رہی ہوں، تو کب آئے گا ساجن؟ " (عباس۔ دیا جلے ساری رات۔ ص ۳۲)

ان کئی مثالوں سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ کام کے واقع ہونے میں تھوڑا بہت وقت لگا اور اس کام کی نسبت بولنے کے وقت سے کی جاتی ہے۔ انگریزی کے Present Perfect Continuous Tense کے مقابلے میں مثلاً "We have been working" طویل صورت کے ماضی تمام سے ظاہر کیا ہوا کام کبھی حال میں واقع نہیں ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل جملوں سے بھی کام کے بولنے

وقت تک جاری رہنے کے معنی نکالنے چاہئیں، جیسے :

"یہ بتایئے آپ اسے روپیہ دیتی رہی ہیں۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۴۳)

"نہ جانے کتنے برسوں سے وہ بیوگی کا جیون اپنے نواسوں نواسیوں کی خدمت کر کے گذارتی رہی ہے۔"

(عباس۔ بھارت ماتا کے پانچ روپ۔ ص۱۵۴)

"خالی پیٹ میں دن بھر پانی انڈیلتی رہی ہے۔"

(نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۱۷۴)

"ہم تو سنتے آئے ہیں کہ دنیا گول ہے۔"

(فرحت اللہ بیگ مضامین فرحت حصہ دوم۔ ص۱۲۳)

"سنتے چلے آئے ہیں کہ دولت اندھی ہے۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۷۷)

"یہی خوف قیامت جس کو اول دن سے سنتے چلے آئے ہیں۔"

(راشد الخیری۔ آفتاب دمشق۔ ص۱۶۵)

تاہم ان مثالوں میں استعمال شدہ صیغوں کے معنی سمجھنے میں سیاق وسباق مدد نہیں دیتا ہے پھر بھی یہ یقین دلایا جا سکتا ہے کہ یہاں بھی طویل صورت کے حال تمام کے صیغوں کے وہی معنی ہیں جو اوپر بتائے گئے ہیں کیونکہ یہ صیغہ اپنے ہر استعمال میں یہی معنی رکھتا ہے۔ ہم یلوفکوف کے اس خیال سے متفق نہیں ہیں کہ "اس قسم کے مرکب افعال کے Perfect کا روسی میں ترجمہ اکثر حال کے صیغے کے ذریعہ کیا جاتا ہے[1]۔" انھوں نے "یہ آدمی برابر اپنا لگان ادا کرتا رہا ہے۔" کا روسی میں یہ ترجمہ کیا ہے کہ "یہ آدمی برابر اپنا لگان ادا کرتا ہے۔" جب کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس آدمی نے برابر اپنا لگان ادا کیا ہے۔

---

[1] د۔ یلونکوف۔ ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں۔ ص۹۵۔

اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل آنا یا چلا آنا کے مرکب کا حال تمام ایسے کام ظاہر کرتا ہے جو الگ ہوتے ہیں آنا اور چلا آنا میں یہ فرق ہے کہ چلا آنا سے فعل کا نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے :

"پانچ سال ہوئے جب سے وہ اپنے من کی کرتا آیا ہے۔"
(پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ ص۳۳۲)

"ہمارے اور آپ کے درمیان زمانہ قدیم سے رشتے ہوتے چلے آئے ہیں۔ آج کوئی نئی بات نہیں۔" (پریم چند۔ روٹھی رانی۔ ص۷)

"یہ کہتے تھے کہ جو بات جس کے خاندان میں باپ دادا کے وقت سے ہوتی آئی ہے وہ ہونے دو۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۴۲۸)

"..... اور پشتوں سے بٹیر بازی گھٹی میں ملتی چلی آئی ہے۔"
(شوکت تھانوی۔ بٹیر باز۔ ص۱۲۶)

"وہ مدتوں سے یہ سمجھتے چلے آئے ہیں کہ خون پانی ایک کرکے جو محنت وہ کرتے ہیں اس کا معاوضہ صرف آنا ہی ہے کہ . . . ."
(شوکت تھانوی۔ جلوس۔ ص۲۷)

"یہ انداز بیان کوئی انوکھا نہیں ہے۔ کئی سو (شاید کئی ہزار) برس سے ناول نویس اور افسانہ نگار یہ انداز اختیار کرتے آئے ہیں۔"
(عباس۔ کہانی کی کہانی۔ ص۲۴)

"بندۂ خدا جب تمہارے باپ دادا سب کے سب ڈوب کر مرتے چلے آئے ہیں تو تم کو سمندر سے ڈر نہیں لگتا۔"
(فرحت اللہ بیگ۔ جینے سے بہتر مرنا۔ ص۹۲)

"اڑسٹھ برس سے تو میں افیم کھاتا آیا ہوں۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ ص۱۵۶)

کبھی کبھی جملے میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہوتے جن سے کام کے وقت کی طوالت ظاہر ہوتی ہو۔ اس حالت میں طوالت کا اظہار فاعل کے احساس کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جیسے :

"اور ہم تو برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ جو بات نازو اور قمرن میں ہے وہ بات یہاں پہاڑ بھر پر کسی میں نہیں ہے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۱۲۴)

"یہ کسان جن کی دولت ہل ہے اور بیل، جو دھرتی کا سینہ چیر کر اناج نکالتے آئے ہیں اپنے پیٹوں کے لیے نہیں بلکہ غاروں میں جھونکنے کے لیے۔ یہ تو بس ہون کے قائل ہیں اور دیوتاؤں کو خوش رکھنے ہی میں لگتی ہے۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۹۱)

"ارے ہم اپنے ہی دشمنوں کی درازی عمر کی دعائیں مانگتے آئے ہیں تمہارے دشمنوں کو کیا کوسیں گے۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۹۹)

"اس نے کہا کہ صاحب نے پورا درجہ کرایہ کیا ہے بڑے امیر آدمی ہیں۔ اور ان دونوں مسوں کو راستے بھر میں کھلاتے پلاتے آئے ہیں۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۴۲۲)

امدادی فعل کے طور پر "رہنا" ہر حالت میں استعمال کیا جا سکتا ہے جب کہ فعل "آنا" ("چلا آنا") صرف اس وقت استعمال ہوگا جب کام ایک طویل عرصے پر پھیلا ہوا دکھایا گیا ہو، جب کام کا عمل منقطع ہو، جیسے

"وقت یا تو انھیں مٹا دے گا جیسا کہ ہمیشہ مٹاتا رہا ہے یا محفوظ رکھے گا جیسا کہ ہمیشہ محفوظ رکھتا آیا ہے۔"

(ابوالکلام آزاد۔ غبار خاطر۔ ص۱۲۷)

"ہاں عورتوں میں نوکری کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ حاضر ہیں اور نوکری کرتے ہی رہے ہیں یہی کام ہے۔"

(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۴۶۴)

یلوفکوف کا یہ خیال ہے کہ Perfect میں "رہنا" اور "آنا" کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے[1]

---

[1] د۔ یلونکوف۔ ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں۔ ص۹۵۔

جب کام کا زمانہ ایک طویل عرصے پر پھیلا ہوتا ہے تو کام کے منقطع ہونے کا امکان باقی رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کام متواتر نہ ہو بلکہ رک رک ہوا ہو۔ مگر طویل صورت کے حال تمام کی خصوصیت یہ ہے کہ کام کا پورا عرصہ ایک اکائی کے طور پر سامنے آتا ہے۔

طویل صورت کا حال تمام دوام (ہمیشگی) کے معنی پیدا کرتا ہے۔ یعنی کوئی کیفیت یا حالت جس طرح گزشتہ زمانے میں تسلیم کی جاتی رہی ہے، اسی طرح اب بھی ٹھیک ہے اور آئندہ بھی اس کو نہیں جھٹلایا جا سکے گا، جیسے:

"دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھاتی ہے۔"
(عباس۔ اودھ کی شام۔ ص۴۵)

"ہمارے دماغوں میں یہ سوال اٹھتا ہی نہیں کہ بچے کے لیے والدین کا نمونہ ابتداء سے کام دیتا آیا ہے یا بعد کو انسانی بناوٹ نے پیدا کیا ہے۔"
(ابوالکلام آزاد۔ غبار خاطر۔ ص۱۴۰)

"اس کا جی مچل اٹھا کہ وہ بھاگ کر نازاں کو اپنی باہوں میں لے لے ..... اور اس سے غیر فانی محبت میں وہ سب کچھ کہہ دے جو غیر فانی محبت ہمیشہ کہتی چلی آئی ہے۔" (کرشن چندر۔ یوکلپٹس کی ڈالی۔ ص۔)

"ہندوستان میں ایک مدت سے ہندوستانی ملے جلے رہتے آئے ہیں۔"
(نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ ص۱۰۸)

مندرجہ بالا مثالوں میں بولنے والا طویل صورت کا حال تمام استعمال کر کے یہ نہیں بھولتا کہ جو کام ماضی کے لیے ٹھیک ثابت ہوا ہے وہ حال کے لیے بھی ٹھیک ہے اور مستقبل کے لیے بھی ٹھیک ہو گا۔

طویل صورت کا ماضی قبل ماضی

طویل صورت کا ماضی قبل ماضی اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور "رہنا" یا "آنا" یا "چلا آنا" کے ماضی قبل ماضی سے بنتا ہے، جیسے "وہ کرتا رہا تھا" یا "وہ کرتا آیا تھا" یا "وہ کرتا چلا آیا تھا۔"

جب طویل صورت کے ماضی قبل ماضی کے صیغے میں "آنا" یا "چلا آنا" امدادی فعل کے طور پر آتا ہے تو "رہنا" کی بہ نسبت کام کے وقت کی طوالت کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ طویل صورت کے ماضی قبل ماضی کا صیغہ بناتے وقت فعل "رہنا" ہمیشہ استعمال کیا جاسکتا ہے جب کہ فعل "آنا" اور "چلا آنا" ان موقعوں پر کام نہیں دیتا ہے۔ جب کام کا عمل غیر منقطع ہو۔

طویل صورت کے ماضی قبل ماضی سے ظاہر کیا ہوا کام اکثر ماضی میں کسی مرکز زمانی سے ملا ہوتا ہے۔ جو جملے یا عبارت میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوتا ہے۔

کام کے وقت کی طوالت خود صیغے سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو مناسب تمیزی الفاظ کبھی کبھی جملے میں استعمال ہوتے ہیں ان سے صرف یہ بات زیادہ واضح ہوجاتی ہے کہ کام کتنی دیر تک کیا جاتا رہا تھا۔ چونکہ یہ صیغہ پورا عرصہ ایک اکائی کے طور پر پیش کرتا ہے اس لیے کام کے منقطع یا غیر منقطع ہونے کی زیادہ اہمیت نہیں ہوتی، جیسے:

"جس چوٹ سے بچنے کے لیے وہ موت کے دامن میں چھپتے رہے تھے، وہ چوٹ برقی تندی اور تیزی سے ان کے سر پر پڑ گئی۔"

(پریم چند۔ پردۂ مجاز۔ ص۳۹۲)

"آدھی رات تک ہزاروں آدمیوں کا غول بیابانی اس سڑک پر سے گزرتا رہا تھا جو برسوں سے اس کی "خواب گاہ" تھی۔"

(عباس۔ چراغ تلے اندھیرا ص۶۲)

"میں اب تک آپ کو اپنا دوست سمجھتا آیا تھا مگر اب آپ لڑنے پر تیار ہیں تو لڑائی ہی سہی۔" (پریم چند۔ گئودان۔ ص۲۸۲)

"اور حاضری کے وقت بجائے "کیا ہے" کے اب وہ "جی حاضر" بولنے لگی تھی۔ مگر بولنے کے بعد بڑی دیر تک اس کے کان تمتمایا کرتے۔ کیونکہ جب پہلے روز اس نے حاضری دی تھی تو لڑکیوں کا ہنستے ہنستے پتلا حال ہوگیا تھا۔ یہاں

تک کہ مس ممتاز کے رعب دار سنجیدہ چہرے پر بھی دیر تک مسکراہٹ منڈلاتی رہی تھی۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۴۴)

" ہر وہ چیز جسے ہم بچپن سے غلط سمجھتے آئے تھے، صحیح ثابت کر دی گئی ہے۔" (قرۃ العین حیدر۔ ایک مکالمہ۔ ص۱۹۵)

" خیر صاحب! بمبئی پہنچا۔ وہی بازار تھے۔ وہی گلیاں تھیں جن کے پتھروں پر پانچ برس میرے نقش قدم بکھرتے رہے تھے۔"

(منٹو۔ نیچے اوپر اور درمیان۔ ص۱۹۲)

" وہ ان کے رشتے دار ہی نہیں پیشوا بھی تھے۔ بچپن سے وہ انھیں آزماتے آئے تھے۔" (عصمت چغتائی۔ ایک قطرۂ خون ص۸۲)

اوپر دی ہوئی مثالوں میں طویل صورت کے ماضی قبل ماضی سے ظاہر کیے ہوئے کام ایک عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ عرصہ اس مقررہ وقت سے پہلے گذر گیا جس کا اشارہ جملے یا سیاق و سباق میں ملتا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

جملے میں مناسب الفاظ موجود ہونے کی صورت میں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے بھی طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں کے معنی دے سکتے ہیں۔ ماضی تمام اور طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور طویل صورت کے حال تمام، ماضی قبل ماضی اور طویل صورت کے ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں کام کی اندرونی کیفیت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے۔ طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں کام کے گزشتہ زمانے میں جاری رہنے پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں سے محض ایک کام کے گذشتہ زمانے میں واقع ہونے کی خبر ملتی ہے اور بس، جیسے:

"میں نے اس مسئلہ پر مدتوں غور کیا۔"

(راشد الخیری۔ سمرنا کا چاند۔ ص۴۰)

"اور پھر اس نے بیٹے کو وہ راز کی بات بتائی جو آج تک اس سے چھپائی تھی۔" (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ ص۴۵)

"دس برس کے سن سے میں نے ملاحی کا کام کیا ہے۔"
(سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ ص۵۹)

"جنگلوں میں تنہا راتیں میں نے گزاریں لیکن کسی درندے نے مجھے نہ پوچھا۔" (نیاز فتحپوری۔ صدائے شکست۔ ص۳۲۶)

⁂

کبھی کبھی "جانا" کی طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے اس کام کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جو ختم ہو گیا ہو جیسے:

"تمہاری تو عقل جاتی رہی ہے۔" (راشد الخیری۔ محروم وراثت۔ ص۱۰)

"جعفر کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں کی سکت جاتی رہی تھی۔"
(نیاز فتحپوری۔ ایثار۔ ص۳۹۴)

"کیا آج وہ پیار جاتا رہا؟" (پریم چند۔ روٹھی رانی۔ ص۳۳)

"درد معمولی تھا تھوڑی دیر میں جاتا رہا۔"
(راشد الخیری۔ جوہر عصمت۔ ص۱۰۱)

"ظفر میاں حیران تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے ان کی زبان سے تاثیر جاتی رہی ہے یا کسی کی نظر لگ گئی ہے۔" (شوکت تھانوی۔ ضرب تقسیم۔ ص۴۲)

"میں نے انھیں بتایا کہ میری یاد جاتی رہی ہے اور مجھے پتہ نہیں کہ میں کون ہوں۔" (عباس۔ میں کون ہوں۔ ص۱۳۴)

"معلوم ہوتا ہے اس کا آدمی جاتا رہا ہے۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۵۴۲)

"پرندے پنجروں سے نکل کر ادھر ادھر اڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر اڑنے کی عادت اور طاقت جاتی رہی تھی۔"
(عباس۔ چڑے چڑیا کی کہانی۔ ص۴۳)

"ہوری کی خودداری بالکل جاتی نہ رہی تھی۔ جن لوگوں کے روپے اس پر

باقی تھے ان کے پاس کون سامنے لے کر جائے۔"

(پریم چند۔ گئودان۔ ص ۱۶۷)

"جاتے رہنا" کے ان معنوں میں استعمال ہونے کا ذکر ڈاکٹر عبدالحق نے کیا ہے[1] اب "جاتے رہنا" کے تلف ہو جانے کی وجہ بتانا باقی رہ گئی ہے۔ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ پہلے اُردو میں طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے الگ ختم شدہ کام کے معنی دیتے تھے۔ اس زمانے میں ان صیغوں سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ تمام کام کیسے ہوا۔ بعد میں جب زبان میں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے پیدا ہوئے تو طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں سے وہ کام ظاہر ہونا بند ہوا جو تسلسل کے ساتھ ہوتے ہوتے پورا ہو گیا ہے۔ کام کے عرصے کا تمام ہونا اور خود کام کا تمام ہونا الگ الگ باتیں ہیں کام کے عرصے کے تمام ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کام بھی ضرور تمام ہو گیا۔

وقفہ پذیر صورت کے ماضی کے صیغے

اس کی چار حسب ذیل تقسیمیں ہیں:

۱۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی (وہ کیا کرتا تھا)
۲۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام (وہ کیا کیا)
۳۔ وقفہ پذیر صورت کا حال تمام (وہ کیا کیا ہے)
۴۔ وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی (وہ کیا کیا تھا)

وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی

وقفہ پذیر صورت کے ماضی معمولی کا صیغہ اصل فعل کے اسم اور "کرنا" کے ماضی معمولی کا مرکب ہے، جیسے "وہ پڑھا کرتا تھا"۔

صیغے کا استعمال

۱۔ اس بات کے اظہار کے لیے کہ کام کثرت کے ساتھ ہوتا تھا، جیسے:

---

[1] مولوی عبدالحق۔ قواعد اُردو۔ ص ۱۵۳)

"لکھنؤ کا میں نام گھر میں سُنا کرتی تھی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۳۰)

"لوٹ کھسوٹ کے ڈر سے کھیتی کم ہوتی تھی اور بہت زمین پڑی رہا کرتی تھی۔" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۱۸۶)

"قبر کے سرہانے ایک چھوٹا سا طاق ہے۔ طاق اب چراغ سے خالی ہے مگر محراب کی رنگت بول رہی ہے کہ یہاں کبھی ایک دیا جلا کرتا تھا۔"

(ابوالکلام آزاد۔ غبارِ خاطر۔ ص۵۲)

"ان کم بخت دریاؤں سے تو ہزار گنا اچھا وہ نالہ تھا جو کھیت کے بیچوں بیچ روپہلی سانپ کی طرح لہرایا کرتا تھا۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۶۷)

"میں اپنے سبق کی پرواہ نہ کرکے انھیں پڑھا دیا کرتا تھا کہ وہ فیل نہ ہوجائیں۔" (پریم چند۔ رام لیلا۔ ص۱۷۱)

یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ کام کتنی مرتبہ ہوتا ہے جملے میں "کبھی کبھی" "اکثر" "بار بار" جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے:

"اور اسی وجہ سے سدا اداس رہا کرتی تھی۔"

(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۲۰۵)

"اگر کبھی کبھی رات کو گانے کی آواز نہ آیا کرتی تو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ اس کمرے میں کوئی رہتا بھی ہے یا نہیں۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۳)

"یوں تو میں اکثر آپ کی آواز سنا کرتی تھی مگر کبھی بلانے کی جرأت نہ ہوئی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۴)

"یہ وہ کامنی ہیں جن کو سرن لالہ کے نام سے نفرت تھی۔ جو سرن کو ہمیشہ کوسا کرتی تھیں۔" (سرشار۔ کامنی۔ ص۳۱۴)

"کیا تم از روئے ایمان کہہ سکتی ہو کہ روپ چند تمہارے مکان پر اکثر نہیں جایا کرتا تھا؟" (پریم چند۔ نگاہ ناز۔ ص۱۰۰)

بعض اوقات تکرار کے ساتھ ہونے والے کام میں معمول کے معنی جھلکتے ہیں، جیسے:

"اسی سے تو آگے عورتیں سستی ہو جایا کرتی تھیں۔" (سرشار۔ کامنی۔ صـ۵۲۴)

"وہ بیوی کو خوش رکھنے کے لیے اس کی ہاں میں ہاں ملا دیا کرتے تھے۔"
(پریم چند۔ بازار حسن۔ صـ۳)

اس صورت میں جو کام تقریباً ہمیشہ عمل میں آتا ہے وہ معمول بن جاتا ہے۔ اسی احساس پر وقفہ پذیر صورت کے ماضی معمولی کا ۲ اور ۳ نمبر کا استعمال مبنی ہے۔

۲۔ فاعل کی عادت کے اظہار کے لیے، جیسے:

"اور جو وہ ہر تھپڑ پر ایک آنسو بھی بہاتی تو سات سمندر کا پانی ہوتا سو بھی خشک ہو جاتا۔ اس لیے وہ اب بس گلے سے رویا کرتی تھی۔"
(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ صـ۲۴)

"گھر پر چق کی آڑ میں کھڑی گھنٹوں سڑک پر آنے جانے والوں کو دیکھا کرتی۔" (پریم چند۔ حسن و شباب۔ صـ۲۷)

"گوہر مرزا حد کا شریر اور بدذات سب لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا۔"
(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صـ۴۱)

"حالانکہ اس کی بیوی منہ اندھیرے اٹھا کرتی تھی پر آج دروازوں کو کھلا ہوا دیکھ کر اس کا کلیجہ سن سے ہو گیا۔" (پریم چند۔ دفتری۔ صـ۲۵۰، صـ۲۵۱)

ان مثالوں میں فاعل کی خصوصیت کی جھلک پائی جاتی ہے۔

۳۔ بظاہر مسلسل یا پابندی کے ساتھ ہونے والے کام کے لیے۔ یہ استعمال اس لیے دلچسپ ہے کہ جملے کے تمیزی الفاظ اور فعل کے صیغے میں جو مفہوم پوشیدہ ہے وہ جدا جدا ہے۔ صیغہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام میں پابندی نہیں ہے یا وہ مسلسل جاری نہیں ہوتا۔ بیچ بیچ میں وقفہ آتا رہتا ہے۔ جملے میں "ہر لمحہ" "روزانہ" جیسے الفاظ کا استعمال یہ تقاضا کرتا ہے کہ کام مسلسل یا پابندی کے ساتھ ہوتا ہو۔ یہ کہنا کہ اس صورت میں "تقریباً" لفظ پنہاں ہوتا ہے غلط نہ ہوگا، جیسے:

"استانی جی ہر روز مجھ کو نصیحت کیا کرتیں کہ ...."
(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۵۷)

"وہ مہینے کے مہینے ہم کو پیشگی کرایہ دیا کرتے تھے۔"
(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۴۶)

"وہ روزانہ دو گھنٹے کے لیے یتیم خانے میں لڑکیوں کو پڑھانے آیا کرتی تھیں۔" (پریم چند۔ بازار حسن۔ ص۳۰)

"سمندر کی خوشگوار و لطیف ہوا جو ہر وقت موجوں کی چادر کو تہہ کر کے کھول دینے کا دل چسپ منظر پیش کیا کرتی تھی، زرقا کے لیے گویا چین پیشانی تھی۔" (نیاز فتحپوری۔ دنیا کا اولین بُت ساز۔ ص۱)

"اور بچاری ہر وقت کھدر اور اپنی پیٹھ پر نکلے ہوئے گرمی دانوں کو انگریزی کی گالیاں دیا کرتیں۔" (عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۳۰۴)

"خدا کی شان، دائی یا تو مہینے سوا مہینے سے روز یہیں سویا کرتی تھی یا اس دن نہ آئی۔" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ۔ ص۶)

"نصوح اگرچہ تنہائی میں اپنے گناہوں پر تاسف کر کے ہر روز دو چار مرتبہ رو لیا کرتا تھا ..." (نذیر احمد۔ توبۃ النصوح۔ ص۵۳)

جب وقفہ پذیر صورت کے ماضی معمولی سے ظاہر کیا ہوا کام بعض حالتوں کے تابع ہو تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ کام معمول کے موافق ہوتا ہے۔ مناسب حالت کے ساتھ اس کا ہر بار عمل میں آنا ضروری نہیں ہے، جیسے:

"اور جب کوئی یوں انھیں جل دے کر نکل جایا کرتا تو ان پر پھر مردنی کے دورے پڑنے لگتے۔" (عصمت چغتائی۔ نیند۔ ص۱۰۵)

"کبھی کیشو کے آنے میں ایک آدھ مہینہ لگ جاتا تھا تو وہ بے چین ہو جایا کرتی تھی۔" (پریم چند۔ سہاگ کا جنازہ۔ ص۲۷)

"اسی لیے اسے جب کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو وہ اپنے پڑوس کے ایک لالہ صاحب سے منگوایا کرتی تھی۔" (پریم چند۔ سوت۔ ص۲۶۵)

۴۔ کام کا کسی مخصوص عرصے میں بار بار واقع ہونا دکھانے کے لیے، جیسے:

"یہ جب کا ذکر ہے جب میں چھوٹی سی تھی اور دن بھر بھائیوں اور ان کے دوستوں کے ساتھ مار کٹائی میں گذار دیا کرتی تھی۔"

(عصمت چغتائی۔ لحاف۔ ص۸۳)

"جہاں رات بھر کولہو چلا کرتے، گڑ کی سگندھ اڑا کرتی تھی، بھٹیاں جلتی رہتیں اور لوگ بھٹیوں کے سامنے بیٹھے حقہ پیا کرتے تھے، وہاں سناٹا چھایا رہتا تھا۔" (پریم چند۔ راہ نجات۔ ص۱۵)

"راج کمار سارا دن وحشت کے عالم میں کوچہ و بازار میں گھوما کرتا۔"

(پریم چند۔ راجپوت کی بیٹی۔ ص۵۲)

"وہ بعض وقت گھنٹوں سوچا کرتی کہ اگر راج کمار واقعی وہی ہو جائے جیسا وہ چاہتی ہے تو کیا ہو؟" (نیاز فتحپوری۔ صدائے شکست۔ ط۳۰۹)

"اندھیری رات میں بے چاری جوان بیوہ کا کوئی ساتھ نہ دیتا۔ غریب اکیلی پڑی سسکیاں لیا کرتی تھی۔" (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ ص۹۷)

وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام

وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام اصل فعل کے اسم اور "کرنا" کے ماضی تمام کو ملا کر بنایا جاتا ہے، جیسے "وہ رویا کیا"۔

اس صیغے سے کام کا کسی عرصے میں محدود ہو کر وقفے کے ساتھ جاری ہونا پایا جاتا ہے۔ کام کا عرصہ ماضی یا حال کے کسی خاص وقت سے متعلق نہیں کیا جاتا؛ جیسے

"دیر تک حسین . ڈا بیٹھی کتاب کے ورق الٹا کیں۔"

(عصمت چغتائی۔ ٹیڑھی لکیر۔ ص۴۳۳)

"وہ ایک ہفتے تک برابر رویا کی۔"

(نیاز فتحپوری۔ شہید آزادی۔ ص۵۸)

"وہ گھنٹوں سرنگوں بیٹھا سوچا کیا اور اس کے بعد دیر تک مضطربانہ انداز سے ٹہلتا رہا۔" (نیاز فتحپوری۔ صدائے شکست۔ ص۳۱۵)

"میں اپنے ملک کی تمام عورتوں کو ہمیشہ ایسا ہی سمجھا کیا۔"
(شرر۔ مینا بازار۔ ص۱۹)

"ایک ملازم نے گرم چائے لاکر زخمی کو پلائی، جو نیم بیہوشی کی حالت میں بڑبڑایا کیا۔" (قرۃ العین حیدر۔ چائے کے باغ۔ ص۹۰)

"اس نے اپنی چیخیں سمیٹ لیں اور تکیے میں منہ چھپاکر خاموشی سے رویا کی۔" (رضیہ فصیح احمد۔ آبلہ پا۔ ص۴۶۲)

"رات بھر وہ کونے میں دبکی آنسو پونچھا کی۔"
(عصمت چغتائی۔ ضدی۔ ص۱۲)

اس حالت میں اگرچہ کام کا کسی محدود عرصے میں وقفہ کے ساتھ ہونا ظاہر ہوتا ہے، لیکن کام کثرت کے ساتھ بار بار دہرایا جاتا ہے اور تسلسل کا مفہوم جھلکنے لگتا ہے۔ اس طرح یہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے طویل صورت کے بہت قریب آجاتا ہے۔ "رویا کیا" کا مطلب "روتا رہا" کے قریب ہوجاتا ہے:۔

"محمودہ اور حسن آرا میں یہ باتیں بھی ہوا کیں اور کام بھی ہوتا رہا۔"
(نذیر احمد۔ بنات النعش۔ ص۹۷)

یہاں کام کچھ عرصے میں لگاتار ہوتا رہا لیکن باتوں میں وقفے تھے۔

"خدا جانے کیا کیا کہا کی اور ہم بھی چپ چاپ سنتے رہے۔"
(سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ ص۱۵۱)

وقفہ پذیر صورت کے حال تمام کا صیغہ

وقفہ پذیر صورت کا حال تمام اصل فعل کے اسم اور "کرنا" کے حال تمام کی ترکیب سے بنتا ہے، جیسے "وہ رویا کیا ہے"۔

اس صیغے کا مقصد یہ ہے کہ وقفے کے ساتھ ہونے والے کام کو بولنے کے وقت سے ملا کر جملے کو "اب تک" کا مفہوم دیا جائے، جیسے:

"جو لوگ گرمی کے مارے رات بھر کروٹیں بدل بدل کے تڑپا کیے ہیں ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار بھرا ہوا ہے۔" (مرزا رسوا۔ ذات شریف۔ ص۹)

"چمکنا مٹکنا موئی بازاری عورتیں جانیں۔ ہم ہمیشہ بیگموں اور شہزادیوں میں نوکری کیا کیے ہیں۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۲۳)

"کلو۔ اور ہمارا کام کیا ہے۔ ہم یہ برسوں راجپوتانہ کے ریگستان میں لوٹ مار کیا کیے ہیں۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۵۷)

"ہم عمر بھر ہاتھی پر چڑھا کیے ہیں۔" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ ص۸۸۹)

"اور اس کی زندگی بالکل شاعرانہ خیالات میں گذرا کی ہے۔"
(شرر۔ حسن انجلینا۔ ص۱۹۶)

وقفہ پذیر صورت کے ماضی قبل ماضی کا صیغہ

اصل فعل کے اسم کے بعد "کرنا" کا ماضی قبل ماضی بڑھانے سے بنتا ہے جیسے "وہ رویا کیا تھا"۔

وقفہ پذیر صورت کے ماضی قبل ماضی سے فعل کا زمانۂ گزشتہ میں وقفے کے ساتھ جاری رہنا اور اس کا ماضی میں کسی مقررہ وقت سے پہلے ختم ہو جانا پایا جاتا ہے:

"مگر اس کی عالیشانی اور عظمت سے اُس شان و شوکت کے مٹے مٹے آثار نمودار تھے جو سات سو برس تک ہندوستان میں اہل اسلام سے ظاہر ہوا کی تھی۔" (شرر۔ دلکش۔ ص۴۵)

"آثار نمودار تھے" سے ماضی کا خاص وقت بتلایا جاتا ہے۔ "ظاہر ہوا کی تھی" سے کام کی تکرار۔ جو کہ سات سو برس کے اندر ہوتی رہی تھی۔ واضح ہوتی ہے۔

ضرورت کا ماضی کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے مصدر اور "ہونا" کے ماضی کے مفرد صیغوں پر مشتمل ہے۔ مصدر بہ لحاظ جنس (اور مذکر میں بہ لحاظ تعداد بھی) مفعول کے ساتھ آسکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے۔ "ہونا" فعل کے مفرد صیغے جنس و تعداد میں مفعول کے مطابق آتے ہیں۔

اس سے کسی الگ کام کے ماضی میں عمل میں آنے کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے:

"آپ سے کچھ باتیں کرنا تھیں۔" (شوکت تھانوی۔ خانم خاں۔ ص۶)

"تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا تھا۔"

(مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۱۵)

"خیر میری تو جیسی گذرنا تھی گذر گئی۔" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ ص۲۶۹)

ضرورت کا ماضی معمولی کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے مصدر اور "ہونا" کے ماضی معمولی کے صیغوں پر مشتمل ہے۔ مصدر بہ لحاظ جنس (اور مذکر میں بہ لحاظ تعداد بھی) مفعول کے ساتھ آسکتا ہے۔ مگر اس کا بدلنا ضروری نہیں ہے۔ "ہونا" فعل کے مرکب صیغے جنس و تعداد میں مفعول کے مطابق آتے ہیں۔

اس سے ماضی میں بار بار آنے والے کام کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے، جیسے:

"چونکہ سیٹھ صاحب کو رات کے وقت اپنے کارخانے کی دیکھ بھال کرنا ہوتی تھی اس لیے وہ انوری کے پاس ہی رہتے تھے۔"

(منٹو۔ کالی شلوار۔ ص۴۹)

مختصر تشریح

ماضی ناتمام کے مذکورہ بالا صیغوں سے ظاہر کیے ہوتے کام چار حصوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ معمول کے ساتھ ہونے والے کام۔

ایسے کام ماضی معمولی اور طویل اور وقفہ پذیر صورت کے ماضی معمولی کے صیغوں سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔

۲۔ ماضی کے کسی مقررہ وقت میں ہونے والے کام۔

ماضی معمولی، ماضی استمراری، ترقی پذیر صورت کا ماضی، ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری، استقلالی صورت کا ماضی، استقلالی صورت کا ماضی استمراری یہ معنی دیتے ہیں۔ ماضی استمراری اور ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی استمراری کے صیغوں سے کام واقع ہوتا ہوا ظاہر کیا جاتا ہے۔ ماضی معمولی اور ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی کے صیغوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے کام کو ہوتے ہوئے نہیں دکھایا جاتا بلکہ کام کے ہونے کے بارے میں صرف بتایا جاتا ہے۔

۳۔ ایسے الگ کام جن کا تسلسل ماضی کے کسی مقررہ وقت سے وابستہ نہیں ہے۔

یہ مفہوم ماضی استمراری، ترقی پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی استمراری اور ترقی پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

ماضی فاعلی معمولی اور ماضی استمراری معمولی (وہ کرتا ہوتا تھا، وہ کر رہا ہوتا تھا) کے صیغوں سے کسی مخصوص حالت کے ماتحت جاری ہونے والے کام کی تکرار بتائی جاتی ہے۔

۴۔ ایسے کام جن کا تسلسل کسی عرصے میں محدود ہوتا ہے۔

ترقی پذیر، وقفہ پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی اس خصوصیت کا اظہار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا صیغوں میں کام کا خود عرصہ اختتام تک پہنچا بتایا جاتا ہے۔ کام کا ماضی میں بلا تعین وقت ہونا ترقی پذیر، وقفہ پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی تمام کے صیغوں کی وہ خصوصیت ہے جو ان کو ماضی تمام کے صیغے سے ملاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے نام بھی ماضی تمام کے نام سے وابستہ کر دیئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا صورتوں کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں کی طرح کام کو بولنے کے وقت یا ماضی کے کسی مقررہ وقت سے وابستہ کر دیتے ہیں۔ اگر جملے میں کام کا عرصہ ظاہر کرنے والے الفاظ ہوں تو ماضی تمام کے تین صیغے آسکتے ہیں۔ یہاں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں اور ترقی پذیر، وقفہ پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے انھیں صیغوں کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے وہ کام کی اندرونی کیفیت میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ماضی تمام حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں سے کام کا ہونا ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ترقی پذیر، وقفہ پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے استعمال سے توجہ کام کے تسلسل کی طرف ہوتی ہے۔ ان کے ذریعہ یہ دکھایا جاتا ہے کہ کام شروع سے لے کر آخر تک کس طرح ہوتا رہا ہے۔

"کرنا تھا" اور "کرنا ہوتا تھا" قسم کے صیغے ہونے والے کام اور حقیقت کے درمیان ضرورت کا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔

زمانہ ماضی تمام کے صیغے

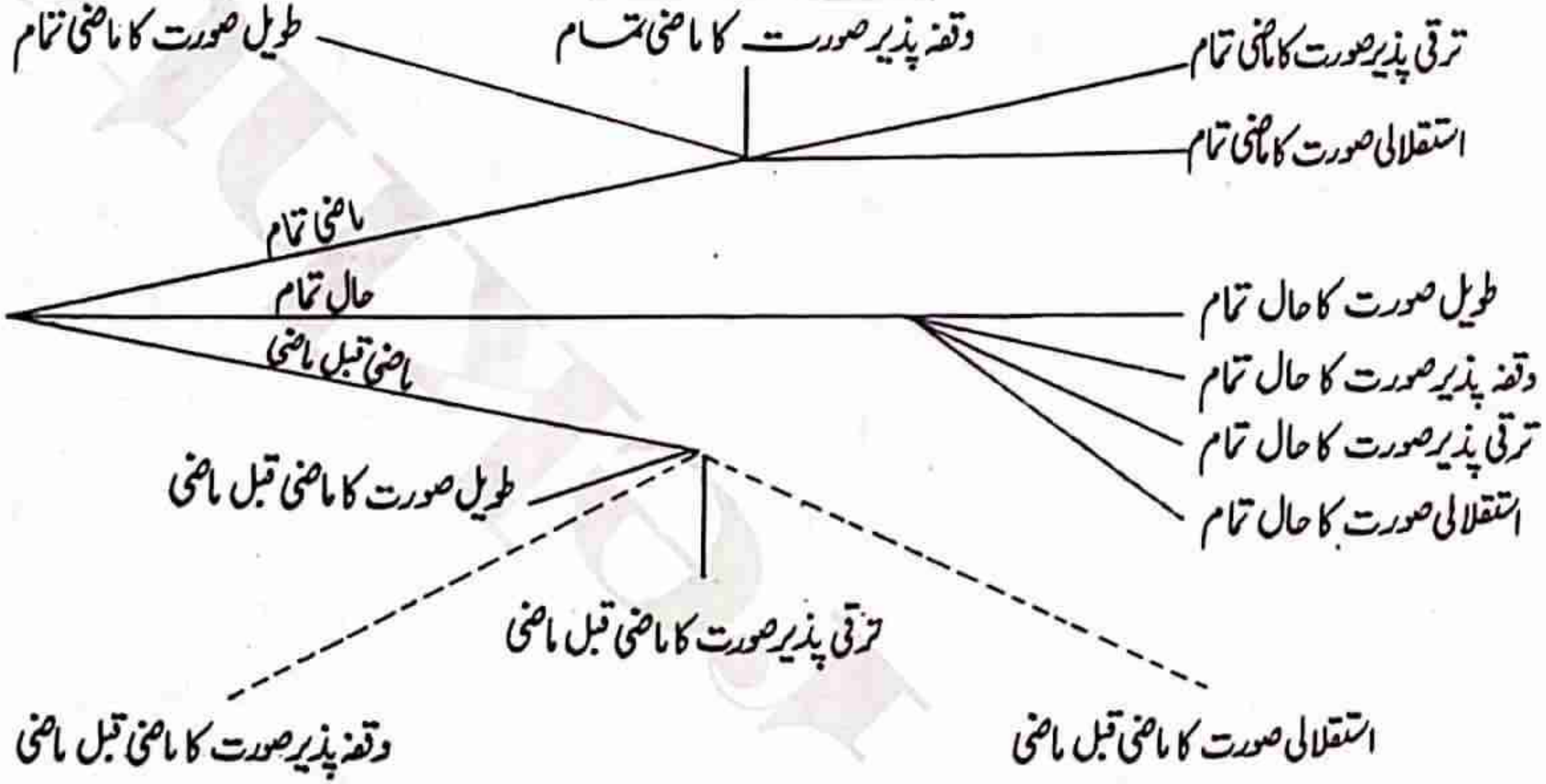
وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام
طویل صورت کا ماضی تمام
ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام
استقلالی صورت کا ماضی تمام
ماضی تمام
حال تمام
ماضی قبل ماضی
طویل صورت کا حال تمام
وقفہ پذیر صورت کا حال تمام
ترقی پذیر صورت کا حال تمام
استقلالی صورت کا حال تمام
طویل صورت کا ماضی قبل ماضی
ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی
وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی
استقلالی صورت کا ماضی قبل ماضی

نقطے دار لکیروں سے ظاہر کیے ہوئے صیغوں کا استعمال کم ہوتا ہے

زمانہ ماضی ناتمام کے صیغے

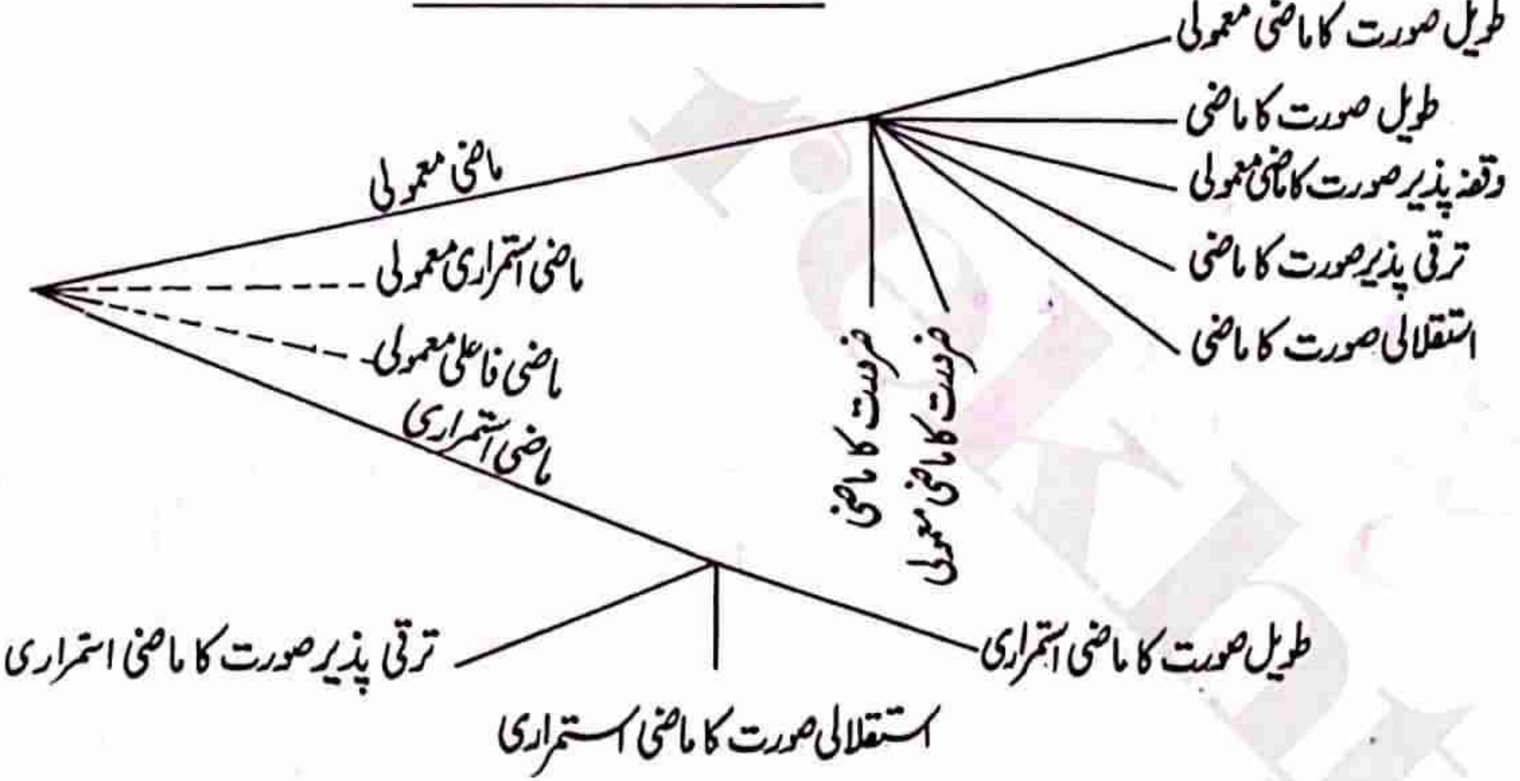
طویل صورت کا ماضی معمولی
طویل صورت کا ماضی
وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی
ترقی پذیر صورت کا ماضی
استقلالی صورت کا ماضی
ماضی معمولی
ماضی استمراری معمولی
ماضی فاعلی معمولی
ماضی استمراری
ضرورت کا ماضی
ضرورت کا ماضی معمولی
ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری
استقلالی صورت کا ماضی استمراری
طویل صورت کا ماضی استمراری

نقطے دار لکیروں سے ظاہر کیے ہوئے صیغوں کا استعمال کم ہوتا ہے

زمانۂ مستقبل

مستقبل کے صیغے کام کو آئندہ زمانے میں ہوتا دکھاتے ہیں۔

مستقبل کے معنی مندرجۂ ذیل صیغوں میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مستقبل مطلق (وہ کرے گا)
۲۔ مستقبل استمراری (وہ کر رہا ہوگا)
۳۔ مستقبل فاعلی (وہ کرتا ہوگا)
۴۔ مستقبل تمام (اس نے کیا ہوگا)
۵۔ ترقی پذیر صورت کا مستقبل (وہ کرتا (چلا) جائے گا)
۶۔ وقفہ پذیر صورت کا مستقبل (وہ کیا کرے گا)
۷۔ طویل صورت کا مستقبل (وہ کرتا رہے گا)
۸۔ استقلالی صورت کا مستقبل (وہ کیے (چلا) جائے گا)
۹۔ ضرورت کا مستقبل (اسے کرنا ہوگا)

ان صیغوں کے علاوہ دوسرے صیغے بھی مستقبل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی اگرچہ ساخت کے لحاظ سے وہ مستقبل کا صیغہ نہیں ہوتے لیکن محلِ استعمال سے کبھی کبھی وہ مستقبل کے معنی دیتے ہیں۔ اس خصوصیت کے ساتھ اکثر یہ تین صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ ماضی تمام (وہ آیا)، حالِ معمولی (وہ آتا ہے) اور حالِ استمراری (وہ آ رہا ہے)۔ ان صیغوں کے استعمال سے بولنے والا تخیل میں اپنے آپ کو گویا مستقبل میں لے جاتا ہے۔ ہونے والا کام اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یا وہ عمل میں آ چکا ہے یا بولنے کے وقت عمل میں آ رہا ہے۔

مستقبل مطلق

صیغے کی ساخت

جن افعال کے آخر میں حروف صحیح ہوں ان کا مستقبل مطلق اس طرح بنتا ہے کہ مادۂ فعل

کے آخر میں مندرجۂ ذیل شخصی علامتیں بڑھائی جاتی ہیں :

	واحد	جمع
	مذکر (مونث)	مذکر (مونث)
متکلم	ونگا (ونگی)	ینگے (ینگی)
مخاطب	یگا (یگی)	وگے (وگی)
غائب	یگا (یگی)	ینگے (ینگی)

اگر مادۂ فعل کے آخر میں حروف علت "آ"، "ی"، "و" ہوں تو ان کے اور شخصی علامت کے درمیان لکھنے میں "ء" کی علامت بڑھ جاتی ہے، جیسے "بوؤں گا، بوئے گا، بوئیں گے، جاؤں گا، جائیں گے"۔

افعال "لینا" اور "دینا" اس قاعدے کے تحت نہیں آتے۔ یہاں شخصی علامت مادۂ فعل کے آخر میں نہیں بلکہ آخر کی "ے" حذف کر کے پہلے حروف صحیح کے بعد بڑھائی جاتی ہے۔ جیسے "لوں گا (لوں گی)، لے گا (لے گی)، لیں گے (لیں گی)، لوگے (لوگی)"۔

فعل "ہونا" کا مستقبل مطلق بھی دوسرے طریقے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی مندرجۂ ذیل شکلیں ہوں گی۔

	واحد	جمع
	مذکر (مونث)	مذکر (مونث)
متکلم	ہوں گا (ہوں گی)	ہوں گے (ہوں گی)
مخاطب	ہوگا (ہوگی)	ہو گے (ہوگی)
غائب	ہوگا (ہوگی)	ہوں گے (ہوں گی)

مستقبل مطلق کا صیغہ آئندہ زمانے میں ہونے والے کام کی ایسی نوعیت کو بتاتا ہے کہ جس میں کوئی تخصیص نہ پائی جائے بلکہ صرف اتنا معلوم ہو کہ الگ کام آئندہ زمانے میں پورا ہوگا۔

مستقبل مطلق کا صیغہ نحوی طور پر مختلف معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے جس کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے:

۱ - آئندہ زمانے میں کسی علیحدہ ختم شدہ کام کو دکھانے کے لئے۔

”اگر کوئی ایسا واقعہ تیری زندگی کا ہے تو سنا۔ میں اسے سنوں گی“ (نیاز فتحپوری۔ شبنمستان کا قطرۂ گوہریں۔ صفحہ ۴۲۳)۔

”مبتلایان غم کل ہی کی خوشی کے انتظار میں ہیں۔ امید کل ہی بر آئے گی۔ امید کل ہی پوری ہوگی۔ حسرتیں کل ہی دل سے نکلیں گی۔ ارمانوں سے کل ہی پیچھا چھوٹے گا۔ کوئی حور وش کل ہی آئے گی۔ کوئی پیاری صورت کل ہی پہلو میں ہوگی۔ زخم جگر میں کل ہی انگور بندھے گا۔ دل بیتاب کل ہی ٹھہرے گا۔ وصال کی کل ہی ٹھہرے گی۔ غرض جو کچھ ہونا ہے کل ہوگا“ (شرر۔ سفرنامۂ ہستی۔ صفحہ ۴۲)

”اگر آپ نہ دیں گے تو وہ مجھ سے خفا ہوں گے“ (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۰۶)۔

”تم سے نہ کھنچے گا، تم جا کر کھاٹ پر بیٹھو“ (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۳۶)۔

”اس کا نتیجہ تم عنقریب دیکھ لوگی“ (راشد الخیری۔ نئی دلہن۔ صفحہ ۹۲)۔

”.... اگر ساس کی اطاعت میں غفلت نہ کی تو سسرال میں بیٹھی حکومت کروگی“ (راشد الخیری۔ صبح زندگی۔ صفحہ ۱۷۵)۔

”اور اس گھڑی کو دلی خوشی سے بلا رہا ہوں جب میں جہاز پر سوار ہوں گا اور ہماری فوج کے لوگ بڑی خوشی سے نعرے بلند کریں گے“ (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۲۴۹)۔

ان مثالوں میں آئندہ زمانے میں ہونے والا کام ایک امر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ الگ کام کی نوعیت مفرد اور مرکب دونوں ہو سکتی ہے۔

دو افعال کے مرکب اور سادہ افعال کے صیغوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ یہ کہ سادہ افعال کے صیغے نتیجہ کا حاصل ہونا نہیں بتاتے۔ کام کا اختتام اور کام کا نتیجہ الگ چیزیں ہیں۔ جب ہم صرف کسی کے آئندہ زمانے میں جانے کی خبر دینا چاہتے ہیں تو ”وہ جائے گا“ کہیں گے اور جب ہم ”وہ چلا جائے گا“ کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ”وہ نہیں ہوگا“۔

مستقبل مطلق کے صیغے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں کام کے واقع ہونے کا طریقہ چھپا رہتا ہے اور کام کا کسی خاص وقت سے تعلق نہیں رہتا۔

سیاق و سباق میں ایسے الفاظ بھی ہو سکتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام کے پورا ہونے میں کتنا وقت لگے گا۔

اس صورت میں بھی منقطع کام ایک اکائی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً۔

"کئی دن گردن دکھے گی مالک" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۱۶۰)۔

"اسی کے کارن تو وہ آج بیوگی کی مصیبتیں جھیل رہی ہے اور ساری عمر جھیلے گی" (پریم چند۔ انتقام۔ صفحہ ۱۴۷)۔

"پھر پڑھیں گے، رات بھر پڑھیں گے" (شوکت تھانوی۔ مشاعرہ۔ صفحہ ۴۷)

"دن رات سر ہوں گی تو آدمی کب تک نہ بولے گا" (راشد الخیری۔ منازل السائرہ صفحہ ۱۰۶)۔

اس عرصے کے اندر ہونے والے کام کی اندرونی کیفیت مستقبل مطلق کے صیغے سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اس کے لئے جملے میں یا تو مناسب الفاظ (دن بہ دن، برابر، اکثر) ہوتے ہیں یا ترقی پذیر، وقفہ پذیر یا طویل صورت کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

۲۔ ایسے کام کو ظاہر کرنے کے لئے جو آئندہ زمانے میں بار بار ہوتا رہے۔

اس صورت میں جملے میں ایسے مناسب الفاظ کی موجودگی ضروری ہوگی جو کام کا بار بار یا ہمیشہ ہونا ظاہر کریں یا عبارت کے سیاق و سباق سے یہ بات معلوم ہو کہ کام تکرار کے ساتھ عمل میں آئے گا، جیسے

"چاندنی اب بھی ہمیشہ جلوہ فروشیاں کرے گی" (ابوالکلام آزاد۔ غبار خاطر۔ صفحہ ۹۳)۔

"تم جو کہو ہم اب ہر نوچندی کو آئیں گے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۲۳۸)۔

"میرے لئے سب سے بڑی تسلی و آرام کی یہ بات ہوگی کہ روز شام کو تم سے ملوں گا" (شرر۔ قیس و لبنیٰ۔ صفحہ ۱۱۳)۔

"ہفتہ وار لکھوں گا" (پریم چند۔ سہاگ کا جنازہ۔ صفحہ ۲۷۱)۔

"تو آج سے تم ہماری نوکر ہوگئیں ۔ ۔ ۔ ہم پانچ روپے دیں گے اور کھانا اور کپڑا یہ تو تم کو محل سے ملے گا اور ہمارے نج کے خرچ سے پانچ روپیہ مہینہ الگ پاؤگی بولو منظور ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۶۴)۔

یلوفکوف کا یہ خیال ہے کہ مستقبل مطلق کا صیغہ صرف تمام کام کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ "روسی زبان کے مقابلے میں ہندوستانی زبان کا مفرد مستقبل تمام اور ناتمام دونوں کاموں کو ظاہر کر سکتا ہے۔" ھ۱

۳۔ ایسے کام کے اظہار کے لئے جو عمل میں آتے آتے کسی کی عادت کا جز بن جائے یا اس کے معمول کو ظاہر کرے۔ مثلاً

"مرزا۔ بعض حضرات کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ذکر کریں گے اپنے باپ کو ہمایوں بادشاہ کا وزیر بتائیں گے شاہجہاں سے شجرہ ملائیں گے۔" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد اول صفحہ ۶۸)۔

"وہ تو کہتی ہے کہ جو ایک دفعہ پہاڑ جائے گا پھر ہر سال جانے کی خواہش کرے گا۔ ایسی جگہ پہاڑ ہے" (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۷)۔

"... یہ تم میں ہمیشہ کی عادت ہے کہ کسی معمولی سی گویا نہایت حقیر سی بات کا ذکر کرو گے، تو اس کو بھی اس قدر الجھا کر بیان کرو گے کہ سمجھنے والا کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔" (شوکت تھانوی۔ بکواس۔ صفحہ ۵۰)۔

"ہونا" کے مستقبل مطلق کا صیغہ ماضی اور حال میں استعمال ہو کر قیاسی معنی رکھتا ہے۔ مثلاً

"میرے خیال سے تم مجھ سے دو چار سال خود ہی بڑی ہو گی۔" (شوکت تھانوی۔ اگر میں لڑکی ہوتا۔ صفحہ ۲۱)۔

"اس شعر کے لکھتے وقت حکیم صاحب کے پیش نظر یہ قصہ ضرور ہو گا" (مضامین فرحت۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۲۴۵)۔

"حکیم صاحب کے مکان میں باغیچہ تھا۔ کوئی مالی بھی ضرور ہو گا۔ اسی وجہ سے شاید تھوڑے بہت فن باغبانی سے بھی واقف ہو گئے تھے ورنہ یہ شعر ان کے قلم سے نکلنا ممکن نہ تھا" (فرحت اللہ بیگ۔ مضامین فرحت۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۲۵۱)۔

مستقبل استمراری

اصل فعل کے حالیہ استمراری کے آخر "ہونا" کا مستقبل مطلق بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے "وہ رو رہا ہو گا۔"

ھ۱ د۔ یلوفکوف۔ ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں۔ صفحہ ۹۵۔

مستقبل استمراری اس الگ کام کے معنی دیتا ہے جو زمانۂ آئندہ میں بہ تعین وقت جاری ہوگا۔ مثلاً

“اس کے بعد اکثر موقعوں پر تم ہاتھی پر عماری میں سوار ہوگی اور وہ خادموں کی طرح تمہارے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا” (شرر۔ مینا بازار۔ صفحات ۱۷۱-۱۷۲)۔

“باغ میں تشریف لے جائیے۔ نہر کا پانی درختوں میں آ آ کر جذب و فنا ہو رہا ہوگا” (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ صفحہ ۲۸۶)۔

“کسی بڑے تار گھر میں چلے جائیے۔ ہزاروں کھٹکے سنائی دیں گے۔ انسانی انگلیاں حرکت کر رہی ہوں گی اور کھٹکے کی گونج ان سے نکل رہی ہوگی” (حسن نظامی۔ پہلی منزل۔ صفحہ ۹۰)۔

“ان کا دل رو رہا ہوگا مگر وہ پردۂ سیمیں پر ہنستے نظر آئیں گے۔ ان کی اچھی خاصی آنکھیں ہوں گی مگر وہ کانے بنا کر پیش کیے جائیں گے” (شوکت تھانوی۔ فلم اسٹار۔ صفحہ ۷۶)۔

“سپہر آرا نے موقع پا کر عباسی سے کہا ’ایک دن ہم اور ہمایون فر اس باغ میں ٹہل رہے ہوں گے نکاح ہوا اور ہم ان کو باغ میں لے آئے دس پانچ روز یہاں ہی رہیں گے“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۶۲)۔

“کل یا پرسوں تمہارا سر خاک پر لوٹ رہا ہوگا۔ ہم لوٹ چکے۔ ٹوک کے قتل کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ چوری سے مار ڈالا” (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۰۲)۔

“اگر ہمایون فر کی شادی تمہارے یہاں ہوئی تو عین شب عروسی کو ان کا سر تن سے جدا ہوگا اور تن سر سے الگ پھڑک رہا ہوگا” (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۲۹)۔

“لے بھئی۔ ایک کام کر۔ لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ ورنہ میں تم دونوں کل قبروں میں پڑے سڑ رہے ہوں گے” (احمد ندیم قاسمی۔ جوانی کا جنازہ۔ صفحہ ۱۲۹)۔

ان مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل استمراری کے استعمال سے کام کے آئندہ زمانے کے خاص وقت میں جاری رہنے کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

اکثر اوقات اس سے حال یا ماضی میں ہونے والے کام کے متعلق قیاس کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً

"۔ ۔ ۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ اس وقت نہایت دل لگا کر اور پورے خلوص کے ساتھ میرے ان کم بخت دوستوں کو کوس رہی ہوں گی جو واقعی اس قابل ہیں" (شوکت تھانوی۔ بیگم کی جنت۔ صفحہ ۲)۔

مستقبل فاعلی

اصل فعل کے حالیہ ناتمام کے بعد "ہونا" کا مستقبل مطلق بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے "وہ کرتا ہوگا"۔

مستقبل فاعلی ایسے کام کے اظہار کے لئے آتا ہے جس کا تعلق زمانۂ آئندہ کے کسی وقت خاص سے ہو۔ اس میں کام کا جاری رہنا نہیں پایا جاتا ہے۔ کام کو ایک امر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور بس جس سے افعال لازم اور متعدی کے صیغوں میں زیر توجہ خود فاعل ہوتا ہے، جیسے

"کل انشاء اللہ ہم عکہ کی شہر پناہ میں ہوں گے اور کوئی کافر عیسائی اس میدان میں نہ نظر آتا ہوگا" (شرر۔ ملک عزیز ورجنا۔ صفحہ ۱۷)۔

"تمہاری قضا میرے ہی ہاتھ ہے۔ قضا سر پر کھیل رہی ہے۔ ایک ہاتھ میں زمین پر لوٹتے ہوگے۔ اپنی جان کے دشمن ہو" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۳۷)۔

"بڑے مستقل مزاج آدمی ہو۔ مگر تمہاری جوانی پر افسوس آتا ہے، دس پانچ دن میں سیبریا کے جنگلوں میں ہوا کھاتے ہوگے قبرستان میں ٹھٹھرو گے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۹۳)۔

"ہائے بیٹا تو تو دولہا بنا تھا سوچے تھے کہ شہنائی آگے آگے بجتی ہوگی دعوتیں ہونگی جلسے ہوں گے ۔ ۔ ۔ وہ سب تو خواب ہوگیا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۶۰)۔

"ایک روز ہم بھی اسی طرح سوتے ہوں گے۔ یہ وہ شربت ہے جو سب کو چکھنا ہوگا، یہ وہ راہ ہے جس کو سب طے کریں گے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۶۰)۔

"مولوی صاحب۔ سنو بیٹی، دنیا عجب مقام ہے۔ یہاں انسان کو دم بھر آسایش نہیں۔ اگر اس وقت ہنس رہے ہیں تو تھوڑی دیر میں روتے ہوں گے اور اس وقت روتے ہیں تو تھوڑی دیر میں ہنستے ہوں گے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۷۵۶)

"غنیم کی فوج پر چھاپہ ماریں گے دنادن۔ دنادن گولے چلتے ہوں گے اور بندۂ درگاہ

"یہ شخص اگرچہ بالکل منکسرانہ مزاج و وضع کا نظر آئے گا مگر اس کی آنکھوں سے ریاضت و نفس کشی اور جذبات روحانی زیادہ ہونے کی وجہ سے شعلے نکلتے ہوں گے" (شرر ۔ فردوس بریں ۔ صفحہ ۲۴۴) ۔

"یہ یقینی بات ہے کہ وہ حوریں ہر وقت کوشش کرتی ہوں گی کہ ان کے دل کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور یہ یاد دلا کے کہ انہیں دنیا میں پھر جانا ہے روز نئے اور ہزار ہا قسم کے مضبوط وعدہ لیتی ہوں گی کہ جس طرح بنے ہم سے جلدی ملنا ان کے فراق کے دھڑکے کو وہ بہت بڑھا کے اپنی بیتابی ظاہر کرتی ہوں گی" (شرر ۔ حسن بن صباح ۔ صفحہ ۲۵) ۔

مستقبل فاعلی کا صیغہ اکثر ان کاموں کے بھی معنی دیتا ہے جو حال یا ماضی میں ہو رہے ہوں اور جن کے واقع ہونے میں متکلم کو پورا یقین ہو، جیسے

"اگر واقعی وہ کم بخت اتنا ہی بوڑھا ہے تو اس موئے کے جسم سے کافور کی بو بھی آتی ہو گی اور اس کے جسم پر ہر لباس کفن معلوم ہوتا ہو گا" (شوکت تھانوی ۔ اگر میں لڑکی ہوتا ۔ صفحہ ۲۱) ۔

"بیگم نے منہ چڑھانے کے انداز سے کہا و شرم تو نہ آتی ہو گی ایسی باتیں کرتے ہوئے" (شوکت تھانوی ۔ بیگم کی جنت ۔ صفحہ ۲) ۔

"ظاہر ہے کہ ان حالات کے ماتحت ہم اپنی علالت کو کتنی بڑی نعمت سمجھتے ہوں گے اور اس علالت کو برقرار رکھنے کی کیسی کیسی دعائیں کرتے ہوں گے مگر افسوس کہ یہ دور عشرت عرصہ تک قائم نہ رہ سکا" (شوکت تھانوی ۔ میں مدقوق تھا ۔ صفحہ ۱۳۲) ۔

"سوچتے جاتے ہیں کہ ... حسن آرا کے دل میں طرح طرح کے خیالات جاتے ہونگے سپہر آرا کو غش پر غش آتے ہوں گے پیر مرد وجیہ واللہ اعلم کیا سمجھاتے ہوں گے ۔ رقیب روسیاہ کچھ اور ہی پٹی پڑھاتے ہوں گے ۔ حسن آرا آٹھ آٹھ آنسو روئی ہو گی ۔ سپہر آرا رات بھر نہ سوئی ہو گی" (سرشار ۔ فسانہ آزاد ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۴۵) ۔

مستقبل تمام

مستقبل تمام کا صیغہ اس طرح بنتا ہے کہ اصل فعل کے حالیہ تمام کے آخر "ہونا" کا مستقبل مطلق بڑھایا جاتا ہے ۔

مستقبل تمام وہ ہے جس سے محض کام کے کسی وقت خاص سے پہلے عمل میں آنے کی خبر ملے، جیسے

”... یہ مثلیں کلکٹر صاحب کے اجلاس میں جائیں گی، تب دفتر کے داخلے کے لیے مثلوں کی ترتیب شروع ہو گی۔ اس وقت اگر احکام ترتیبی پر کہیں دستخط رہ گئے ہوں گے ایسے کاغذ علیحدہ رکھے جائیں گے“ (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۱۸۴)۔

”خبردار جواب ایسا کیا ہوگا تو جانے گی“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۲۸۵)۔

”دنیا بہت جلد وہ وقت دیکھے گی کہ میرے ایک ہاتھ میں حسین کا سر اور دوسرا ہاتھ اس مہ جبیں کی گردن میں ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا کہ صحرائی درندے تیری لاش چیر پھاڑ کر ختم کر چکے ہوں گے“ (راشد الخیری۔ عروس کربلا۔ صفحہ ۱۲۳)۔

”خبردار جواب ایسا کہا ہوگا تو اتنے پونڈیں ماروں گا کہ بھرکس ہی نکل جائے گا“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۷۴۳)۔

”جب وہ قید تنہائی کی لمبی مدّت کے بعد باہر نکلیں گے ان کے بال سفید ہوں گے اور وہ بوڑھے ہو چکے ہوں گے“ (قرۃ العین حیدر۔ ہاؤسنگ سوسائٹی صفحہ ۳۰۹)۔

یاد رہے کہ حالت بتانے والے افعال (بیٹھنا، کھڑا ہونا وغیرہ) اور ناقص افعال (ٹوٹنا، پھنسنا وغیرہ) کا حالیہ تمام ”ہونا“ کے مستقبل مطلق کے ساتھ آئے تو اس صورت سے کام کی خبر نہیں بلکہ حالت کا اظہار ہوگا۔ مثلاً

”ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ یہاں آ کے پھنسے ہوں گے“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۸۴۷)۔

یہاں ”پھنسے“ حالیہ تمام اور ”ہوں گے“ کا مجموعہ مستقبل تمام کا صیغہ نہیں ہے۔ یہ مرکب حالت کی خبر دیتا ہے۔

مستقبل تمام کا صیغہ اکثر اس کام کے معنی دیتا ہے جو متکلم کے خیال میں یقیناً ہو گیا ہو۔

”وہ بولا دیر ٹھا کیوں نہیں تھا۔ پہلے تو کمرے میں بیٹھ کر پڑھا پھر جلدی سے اسے لے کر کوٹھے پر چڑھ گئی تھیں۔ وہاں ضرور پڑھا ہوگا“ (شوکت تھانوی۔ ان کی تصویر۔ صفحہ ۷۴)۔

”دموبر سے ہنتے سنتے پریشان ہو گئے ہوگے“ (شوکت تھانوی۔ داماد فرنگ۔ صفحہ ۹۹)۔

"مگر ابھی مشکل سے چند منٹ ہوئے ہوں گے کہ گھڑی نے نہایت بدتمیزی سے الارم بجانا شروع کر دیا" (شوکت تھانوی۔ سونا۔ صفحہ ۸۰)۔

اس استعمال سے جو کہ ماضی میں بکثرت ہوتا ہے یہ صیغہ مستقبل کا نہیں بلکہ احتمالی صورت کا بتایا جاتا ہے۔ اگر وہ مستقبل کے مذکورہ بالا معنی نہ دیتا تو ٹھیک تھا۔

ترقی پذیر صورت کا مستقبل

ترقی پذیر صورت کا مستقبل اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "جانا" یا "چلا جانا" کے مستقبل مطلق سے بنتا ہے، جیسے "وہ کرتا (چلا) جائے گا"۔

ترقی پذیر صورت کے مستقبل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کے وقوع میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہونے والے کام کا عرصہ کم وقت کا بھی ہو سکتا ہے اور بہت وقت پر بھی پھیل سکتا ہے، جیسے

"... رفتہ رفتہ سمندر کا وہ ٹکڑا جو ان دونوں براعظم کے درمیان میں حائل ہے چوڑا ہوتا جائے گا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۶)۔

"اور جیسے جیسے پورے چاند کی رات ڈھلتی جائے گی، ان دونوں کی لازوال محبت جوان ہوتی جائے گی" (عباس۔ کہتے ہیں جس کو عشق۔ صفحہ ۱۵)۔

"... جہاں تک نظریں جائیں گی وہاں تک چلتے چلے جائیں گے" (رضیہ سجاد ظہیر۔ سر شام۔ صفحہ ۸۷)۔

ان جملوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ترقی پذیر صورت کے مستقبل کے صیغے میں مستقبل میں ہونے والے کام میں اضافہ پایا جاتا ہے۔

کسی خاص حالت کے تابع ہو کر کام میں عمومیت کا احساس پیدا ہو سکتا ہے، جیسے

"کوئی کتنا ہی کیوں نہ کہے۔ وہ اپنی ہی رٹ لگاتے جائیں گے کسی کی سنیں گے نہیں" (پریم چند۔ منتر۔ صفحہ ۲۷)۔

"باتیں کرے گی تو لفظ ایک دوسرے پر چڑھتے جائیں گے" (منٹو۔ عصمت چغتائی۔ صفحہ ۱۶)۔

ان مثالوں میں یہ صیغہ فاعل کی خصوصیت کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔

وقفہ پذیر صورت کا مستقبل

وقفہ پذیر صورت کے مستقبل کا صیغہ اسم فعل اور "کرنا" فعل کے مستقبل مطلق کو ملا کر بنایا جاتا ہے، جیسے "وہ جایا کرے گا"، "وہ رویا کرے گا"۔

اس صیغے کا استعمال

۱۔ وقفہ پذیر صوت کا مستقبل یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام بار بار ہوگا، جیسے

"دو گھڑی بات چیت کر لیا کریں گے"، (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۷۶)۔

"محمودہ۔ بہت خوب میں آپ کو کوٹھے پر لے جا کر اس طرح چپکے سے پڑھا دیا کرونگی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو" (نذیر احمد۔ بنات النعش۔ صفحہ ۷۴)۔

کام کی کثرت دکھانے کے لئے جملے میں مناسب الفاظ موجود ہو سکتے ہیں، جیسے

"ہم کبھی یہاں آیا کریں گے مگر جو آپ کا ہرج نہ ہو" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۴۹۴)۔

"ہم لوگ اکثر کیا معنی روز آیا کریں گے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۴۴۸)۔

"... اور دونوں نے متفق ہو کر کہا تھا کہ ہر مہینے میں نوچندی جمعرات کا میلا دیکھا کریں گے" (سرشار۔ کامنی۔ صفحہ ۴۲۵)۔

"باقی روپیہ جب تک میں نہ دوں آپ میرے کلیم کو اپنے پاس رکھ لیجئے۔ میں دور سے ایک دفعہ روز صرف دیکھ جایا کروں گی" (راشد الخیری۔ توصیف کا خواب۔ صفحہ ۷۵)۔

۲۔ وقفہ پذیر صورت کے مستقبل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی الگ کام وقفے کے ساتھ ہوتا رہے گا، جیسے

"آخر کچھ کہو گی بھی یا بڑبڑایا کرو گی" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۴)۔

"قمرن۔ اچھا نہ چلیں۔ اس میں اصرار کیوں کرتی ہو یہ یہیں بیٹھے مکھیاں مارا کرینگے ..." (سرشار۔ سیر کہسار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۵)۔

"بڑبڑایا کرو گی"، اور "مارا کریں گے"، صیغے ایسے کام ظاہر کرتے ہیں جن کا حال سے تعلق ہے اور جو مستقبل قریب میں وقفے کے ساتھ جاری رکھے جائیں گے۔

اسی طرح کا یہ جملہ ہے:

"کب تک سویا کرو گے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۴)۔

طویل صورت کا مستقبل

طویل صورت کا مستقبل اصل فعل کے حالیہ ناتمام اور فعل "رہنا" کے مستقبل مطلق کا مرکب ہے، جیسے "وہ کرتا رہے گا"۔

طویل صورت کا مستقبل یہ دکھاتا ہے کہ کام آئندہ زمانے میں تسلسل کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ کام کا تسلسل کسی خاص مدت میں محدود کیا جاتا ہے، جیسے

"آتا کیوں نہیں گوبر، کیا کام ہی کرتا رہے گا؟" (پریم چند۔ گئودان۔ صفحہ ۲۴)۔

"... اور میں تو جب تک جیوں گا۔ تمہارے گن گاتا رہوں گا" (پریم چند۔ بیٹی کا دھن۔ صفحہ ۱۲۶)

"پر قاتل کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کرشنا کی موت سے اس کا کوئی بھلا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا بھیانک جرم بھوت بن کر اس کے من میں ہمیشہ منڈلاتا رہے گا" (عباس۔ دیا جلے ساری رات۔ صفحہ ۳۷)۔

"تم ایسے گاہک ہو جو عورت حاصل کرنے کے لئے ساری عمر سرمایہ جمع کرتے رہو گے مگر اسے ناکافی سمجھو گے"، (منٹو۔ عصمت چغتائی۔ صفحہ ۱۰)۔

"بھائی رونے کے لئے تو تمام عمر پڑی ہے۔ اور انشاءاللہ تم سینکڑوں برس تک زندہ رہ کر روتے رہو گے مگر یہ وقت رونے کا نہیں ہے" (شوکت تھانوی۔ تعزیت، صفحہ ۵۹)۔

دی ہوئی مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طویل صورت کے مستقبل کا خود صیغہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کام کچھ وقت تک ہوتا رہے گا۔ کام کا تسلسل منقطع اور غیر منقطع (بہ وقفہ اور بلا وقفہ) دونوں ہو سکتا ہے۔

استقلالی صورت کا مستقبل

اصل فعل کے حالیہ تمام کے بعد "جانا" یا "چلا جانا"، کا مستقبل مطلق بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے "وہ دیکھے (چلا) جائے گا"، "وہ نکلا (چلا) جائے گا"۔

استقلالی صورت کے مستقبل کا صیغہ یہ معنی دیتا ہے کہ کام آئندہ زمانے میں اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ختم نہ ہو گا۔

"... یہ یونہی جئے جائیں گے؟ ب: اور مرے جائیں گے"، (قرۃ العین حیدر، ایک

مکالمہ۔ صفحہ ۱۹۰)۔

"بیچارے سارے دن محنت کر کے آتے ہیں۔ گھر میں گھسے اور بچوں کی گڑبڑ۔ آخر آدمی کہاں تک سہے جائیں گے" (فرحت اللہ بیگ۔ مضامین فرحت۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۵۳)۔

"سپہر آرا۔ اپنی ہی سی کہے جائیں گی کسی کی سنیں گی نہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۲۶)۔

"وہی بیچ میں گول میز جس پر پھولوں سے محروم گلدان مجھے مکلیش کی طرح تکے جائیگا" (انور عظیم۔ درد کا ساحل کوئی نہیں۔ صفحہ ۵۲)

ضرورت کا مستقبل کا صیغہ

یہ صیغہ اصل فعل کے مصدر اور (ہونا) کے مستقبل مطلق کے صیغوں پر مشتمل ہے۔ مصدر بہ لحاظ جنس (اور مذکر ہیں بہ لحاظ تعداد بھی) مفعول کے ساتھ آسکتا ہے مگر اس کا بدلنا ضروری نہیں ہے "ہونا" فعل کے مفرد صیغے جنس و تعداد میں مفعول کے مطابق آتے ہیں۔

یہ صیغہ کسی الگ کام کے مستقبل میں عمل میں آنے کی ضرورت دکھاتا ہے۔

"اس لئے باقی کی ساری عمر بھی اسے اُترن استعمال کرنا ہو گی" (واجدہ تبسم۔ اترن۔ صفحہ ۲۳۹)۔

"پھر برک فاسٹ کے لئے کھانے کے کمرے میں جانا ہوگا" (شوکت تھانوی، نیلوفر۔ صفحہ ۱۹)۔

"اسے ہر حالت میں میرا فیصلہ قبول کرنا ہوگا" (منٹو۔ ممی۔ صفحہ ۱۸۰)۔

مختصر نتائج

مستقبل مطلق کا صیغہ وہ الگ کام ظاہر کرتا ہے جو آئندہ زمانے میں ختم ہوگا مگر اس سے نہ کام کی اندرونی کیفیت معلوم ہوتی ہے نہ کام کا کسی خاص وقت سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ عبارت کے خاص سیاق و سباق میں یا جملے میں استعمال ہونے والے مناسب الفاظ کی موجودگی میں اس صیغے سے کام کا بار بار ہونا اور دیر تک ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔

مستقبل فاعلی اور مستقبل استمراری کے صیغوں سے وہ کام ظاہر ہوتا ہے جو مستقبل

کے کسی خاص وقت میں جاری ہوگا۔ دونوں صیغوں میں فرق یہ ہے کہ مستقبل فاعلی سے صرف کام کے واقع ہونے کی خبر ملتی ہے جب کہ مستقبل استمراری میں کام کا خود تسلسل زیر توجہ رہتا ہے۔

مستقبل تمام کے یہ معنی ہیں کہ کام زمانۂ آئندہ کے خاص وقت تک عمل میں آچکا ہوگا۔

مستقبل استمراری، مستقبل فاعلی اور مستقبل تمام کے صیغوں سے کام کے حال یا ماضی میں واقع ہونے کی امید بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مستقبل میں ان صیغوں کو یہ معنی دینا ممکن نہیں ہیں۔ جب مستقبل میں ہونے والے کام کی امید ظاہر کرنی ہوتی ہے تو ”شاید“، ”ممکن ہے کہ“ وغیرہ الفاظ کی مدد لی جاتی ہے۔

ترقی پذیر، وقفہ پذیر، طویل اور استقلالی صورت کے صیغے کام کے وقوع کا کوئی نہ کوئی طریقہ بتاتے ہیں یعنی ان سے ترقی پذیری، وقفہ پذیری، طوالت اور استقلال ظاہر ہوتا ہے۔

”کرنا ہوگا“ صیغے سے وہ کام ظاہر ہوتا ہے جسے پورا کرنا ضروری بتایا جاتا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

خاکہ ۴

زمانۂ مستقبل

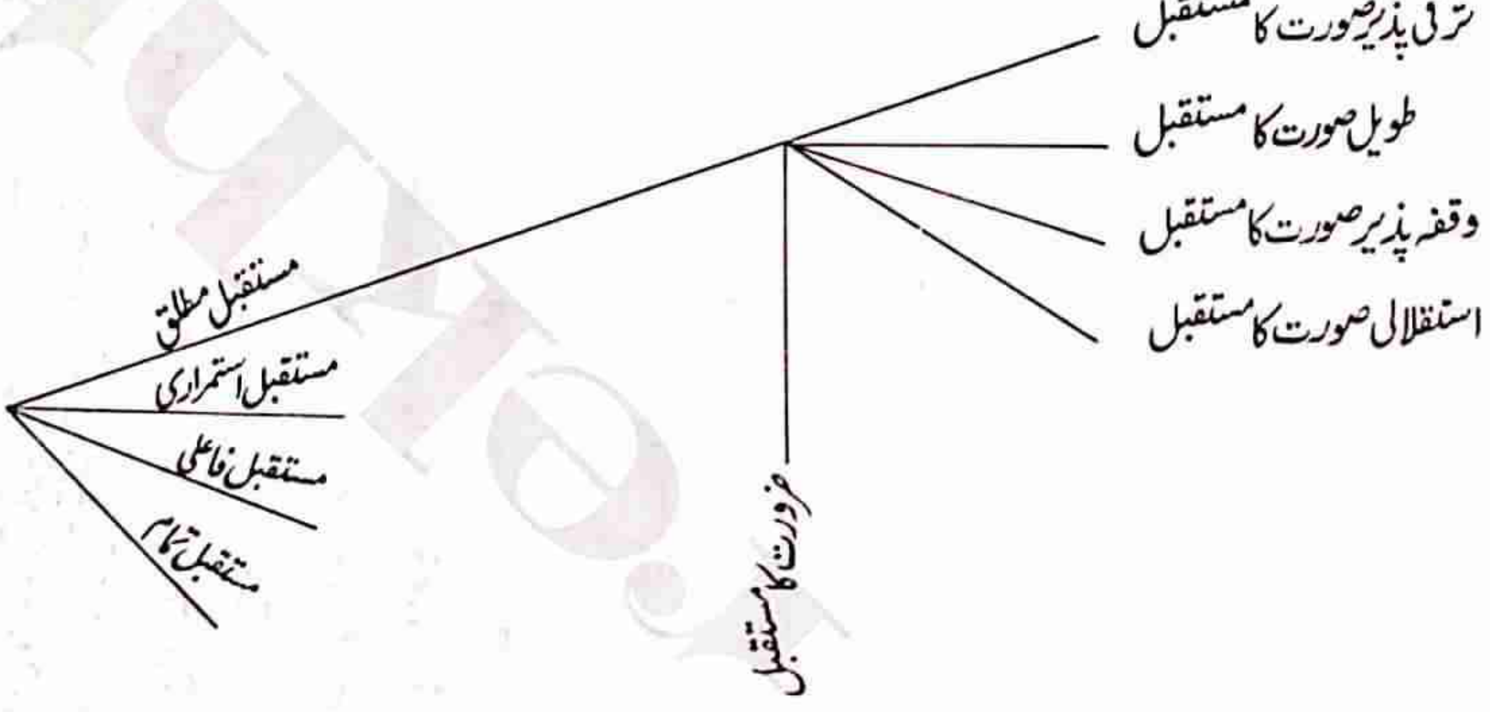
ترقی پذیر صورت کا مستقبل
طویل صورت کا مستقبل
وقفہ پذیر صورت کا مستقبل
استقلالی صورت کا مستقبل
ضرورت کا مستقبل
مستقبل مطلق
مستقبل استمراری
مستقبل فاعلی
مستقبل تمام

rekhta

پانچواں باب

حالت کا پتہ دینے والی ساختیں یا اصل فعل کے حالیہ تمام اور "ہونا" فعل کے صیغوں کے مرکب

اردو میں مفرد حالیہ فعل کے مادے کے آخر "تا" یا "آ" بڑھانے سے بنتا ہے، جیسے اُڑتا۔ اُڑا۔

کچھ قواعد نویس ان دو قسم کے حالیہ میں جو فرق پاتے ہیں وہ زمانے کا ہے۔ ان کے خیال میں "اُڑتا" زمانۂ حال اور "اُڑا" زمانۂ ماضی ظاہر کرتا ہے*۔ مگر "اُڑتا" سے زمانۂ حال اور ماضی دونوں کا اظہار ہوتا ہے یعنی کبھی وہی حالیہ زمانۂ حال کے معنی دیتا ہے اور کبھی زمانۂ ماضی کے۔ جیسے

"بھائی تم تو اڑتی چڑیا پکڑتے ہو" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد اول۔ صفحہ ۵۰۶)۔

"کھلے آسمان کے نیچے جگمگاتے تاروں کی چھاؤں میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے" (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۳۴۹)۔

ان جملوں میں زمانہ "اُڑتی" یا "جگمگاتے" حالیہ سے نہیں بلکہ جملے کے فعل کے صیغے سے معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور سوویت ماہر لسانیات لیبیر دفسکی "اُڑتا" اور "اڑا" کا فرق ناتمام اور تمام صورت کا بتاتے ہیں۔**

چونکہ ہمیں یہ خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم نے بھی "اڑتا" قسم کا حالیہ حالیہ ناتمام اور "اڑا" قسم کا حالیہ حالیہ تمام مانا ہے۔

---

* कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, पृ. ४७४ -

۲ - الیکسی بارانیکوف، بیتر بارانیکوف - ہندوستانی (ہندی اور اردو) قواعد صفحہ ۷۳-۷۹)

۳ - زالمن دمشیتس - اردو زبان - صفحہ ۵۹ - ۶۰ -

** - ڈاکٹر مولوی عبدالحق - قواعد اردو - صفحہ ۲۴۷ -

د - لیبیر دفسکی - آج کل کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف - صفحہ ۸ - ۹ -

مرکب حالیہ ناتمام اصل فعل کے مفرد حالیہ ناتمام اور "ہونا" کے "ہوا"، حالیہ تمام کا مجموعہ ہے، جیسا "اڑتا ہوا" اور مرکب حالیہ تمام اصل فعل کے حالیہ تمام اور "ہوا"، حالیہ کا مجموعہ ہوتا ہے، جیسے اڑا ہوا۔

اردو قواعد کی کتابوں میں حالیہ ناتمام اور حالیہ تمام کا نحوی استعمال بیان کیا گیا ہے مگر اس پر توجہ نہیں دی گئی ہے کہ ہر استعمال میں حالیہ مفرد اور مرکب دونوں آتا ہے۔ یہاں یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ یہ دو حالیہ ہیں یا یہ ایک مرکب حالیہ ہے جس کا دوسرا حصہ (یعنی "ہوا") مذکور کیا جا سکتا ہے۔ مولوی عبدالحق[1] اور سوویت ڈاکٹر داویدووا[2] کا خیال ہے کہ اردو میں صرف مرکب حالیہ ہے جس کا "ہوا" جز گرایا جا سکتا ہے۔

سوویت ماہر لسانیات الیکسی اور پیتر برانکوف ہندی اور اردو میں مفرد اور مرکب حالیہ کا موجود ہونا بتاتے ہیں[3] مگر یہ نہیں کہتے کہ مرکب اور مفرد حالیہ کے درمیان کیا فرق ہے۔

ہمارے خیال میں اردو میں مفرد اور مرکب دونوں حالیہ موجود ہیں اور ان میں فرق کرنا ضروری ہے۔

یہاں ہم حالیہ کے صرف اس استعمال پر توجہ دیں گے جو بطور حالت کا پتہ دینے کے "ہونا" فعل کے صیغوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس صورت میں صرف حالیہ تمام کام دیتا ہے، جیسے وہ پڑا ہوا ہے یا وہ پڑا ہے۔

ڈاکٹر ولادیمیر چیرنیشیف اپنے مقالے "ہندی میں مفرد جملے کا نحو"[4] مرکب حالیہ اور "ہونا" فعل کے صیغے کا مجموعہ محض لفظوں کی ملاوٹ بتاتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ملاوٹ جملے میں خبر کا کام دیتی ہے۔ میں ڈاکٹر چیرنیشیف کی اس رائے سے متفق ہوں۔

اگر وہ فعل جس سے حالیہ بنا ہے ناقص ہے اور اس کے معنی اندرونی حالت میں تبدیلی

۱۔ مولوی عبدالحق۔ قواعد اردو۔ صفحہ ۲۴۷۔

۲۔ داویدووا۔ اردو میں مرکب حالیہ کے اہم نحوی استعمال۔ صفحہ ۲۶۴۔

۳۔ الیکسی اور پیتر بارانکوف۔ ہندوستانی (ہندی اور اردو) قواعد۔ صفحہ ۷۹۔

۴۔ ولادیمیر چیرنیشیف۔ مندرجہ بالا کتاب۔ صفحہ ۳۹۔

لانے کے ہیں، جیسے کھلنا، سوکھنا، بگڑنا، سڑنا، پکنا وغیرہ تو حالیہ صفت ذاتی کا سا کام دیتا ہے:

"سارا تکیہ بھیگا ہوا تھا" (خدیجہ مستور۔ آنگن۔ صفحہ ۳۰۸)۔

یہاں "تھا" فعل کی توسیع "بھیگا ہوا" حالیہ سے ہوتی ہے۔ "بھیگا ہوا" اور "تھا" کا مرکب اس جملے میں خبر کا کام دیتا ہے اور خبر مبتدا کی طرح جملے کا ایک اصل عنصر ہے[1] "بھیگا ہوا" سے تکیہ کی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔

"اور جھیلوں میں نیلے پھول کھلے تھے" (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۱۹۳)۔

"کھلے تھے" خبر ہے جو کہ "کھلے" مفرد حالیہ تمام اور "ہونا" کے ماضی کے مفرد صیغے (تھے) کا مجموعہ ہے۔ اور اس سے پھول کی اندرونی حالت ظاہر ہے۔

جو لازم افعال کسی شخص یا شئے کی جگہ بتلاتے ہیں جیسے لٹکنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا وغیرہ ان کے حالیہ تمام سے فاعل کی حالت سامنے آتی ہے۔

"منہ پھلائے بیٹھے ہوئے ہیں" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۲۵۶)۔

"اس کے ساتھ نچلی سیڑھی پر جو لڑکی پالتی مارے بیٹھی تھی اُس کے گھونگریالے بال تھے" (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۹)۔

"آم کے جھرمٹ میں ایک اکیلا مور پر پھیلائے کھڑا تھا" (قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا۔ صفحہ ۹)۔

جو ناقص افعال متعدی افعال کی طرح کام کا اثر مفعول تک پہنچاتے ہیں، جیسے بننا، بچھنا، ڈھکنا وغیرہ ان کے حالیہ تمام کے معنی طور مجہول کے سے ہیں۔

"سامنے کچھ دور پر پل کے نیچے کشتیاں بندھی تھیں" (قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا۔ صفحہ ۲۸۰)۔

"بال کٹے ہوئے تھے" (منٹو۔ پری۔ صفحہ ۳۷)۔

---

[1] ۔ "خبر" نام اردو قواعد کی مندرجہ ذیل کتابوں سے لیا گیا ہے:

۱۔ ڈاکٹر عبدالحق۔ قواعد اردو۔ صفحہ ۲۷۱۔

۲۔ مرزا نثار علی بیگ۔ قواعد اردو۔ صفحہ ۸۹۔

جو لازم افعال حرکت یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے کے معنی دیتے ہیں، جیسے آنا، جانا، اٹھنا وغیرہ ان کے حالیہ تمام صرف اس وقت حالت کا پتہ دیتے ہیں ("ہونا" کے صیغوں کی توسیع کرتے ہیں یا خبر کا جز ہوتے ہیں) جب کہ مرکب آئیں۔

یاد رہے کہ باقی سب لازم افعال (ہنسنا، رونا، مسکرانا وغیرہ) ان معنوں میں نہیں پائے جاتے ہیں:

"میرا آدمی مجھ کو پیچھے معلوم ہوا کہ اُس وقت میری دوا کے لئے شفا خانہ گیا ہوا تھا" (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۹۵)۔

"شام جب میں بھیک مانگنے کے لئے گاؤں میں گیا تو ایک گرہست نے مجھے بتایا تھا کہ تم لوگوں کی ایک ٹولی ادھر آئی ہوئی ہے،" (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۱۷)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں "گیا ہوا تھا،" کی جگہ "چلا گیا تھا،" اور "آئی ہوئی ہے" کی جگہ "آگئی ہے،" استعمال ہو سکتا ہے اور اس سے معنوں میں زیادہ فرق نہ آئے گا۔

متعدی افعال کا حالیہ بطور خبر کے جز کے عموماً تب آتا ہے جب کام خود فاعل سے صادر ہوتا ہے:

"چشمہ تو دیکھو کیسا موٹا لگائے ہوئے ہے" (شوکت تھانوی۔ اگر میں لڑکی ہوتا۔ صفحہ ۲۲)۔

"اب شیرنی اس کے کان پکڑے ہے اور ہاتھی ...،" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۸۹۳)۔

"دارو بہت پیئے ہوئے تھا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۵)۔

"پیئے ہوئے ہے" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۶)۔

طور مجہول کے معنی رکھنے والا حالیہ تمام جنس و تعداد میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے۔ (ڈھکا ہوا)۔

جو حالیہ تمام اندرونی یا بیرونی حالت اور حاصل کیا ہوا نتیجہ (حرکت دکھانے والے اور طور مجہول کے معنی رکھنے والے افعال سے) ظاہر کرتا ہے وہ جنس و تعداد میں فاعل کے مطابق ہوتا ہے۔ (کھلا ہوا، کھڑا ہوا، آیا ہوا، بنا ہوا)۔

ان متعدی افعال کا حالیہ تمام جن کا فاعل معلوم ہو بلا لحاظ جنس و تعداد یائے مجہول

کے ساتھ آئے گا۔ بعض اوقات متعدی فعل کا یہ حالیہ تمام بہ لحاظ جنس و تعداد مفعول کے مطابق ہوتا ہے۔ اس صورت میں حالیہ صرف مرکب پایا جاتا ہے اور فاعل کے ساتھ حرف ”نے“ آتا ہے، جیسے

”انور نے جب اس کو دیکھا تو اس نے سبز دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا“ (منٹو۔ پری۔ صفحہ ۳۱)۔

”اس نے سفید پاجامہ پہنا ہوا تھا“ (منٹو۔ پری۔ صفحہ ۴۰)۔

”وہ ابھی یہ سوچ رہی تھی کہ حیات خاں اس خوبصورت عورت کے ساتھ جس نے بیش قیمت زیور پہنے ہوئے تھے مکان میں داخل ہوگیا“ (منٹو۔ سرکنڈوں کے پیچھے۔ صفحہ ۱۹)۔

”پرکاش نے اکاؤنٹنٹ کا امتحان پاس کیا ہوا تھا“ (پریم چند۔ زیور کا ڈبہ۔ صفحہ ۳۷)۔

”ہونا“ فعل کے صیغے: (i) زمانہ ماضی و مستقبل میں جنس و تعداد کے لحاظ سے مبتدا کے مطابق آتے ہیں (ii) زمانہ حال میں مبتدا کی صرف تعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔

اگر متعدی فعل کا حالیہ طور مجہول کے معنوں میں دکھانا مقصود ہے تو بھی فعل کا فاعل بتائے بغیر یہ نہیں ہو سکتا اور فاعل ”کا“، ”کی“، ”کے“ حروف ربط کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور فعل کا تعلق فاعل کے بجائے مفعول سے جڑ جاتا ہے۔

”میں غدر کی ماری ہوں“ (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۲۷۹)۔

”معلوم نہیں کون دکھی اور قسمت کا ستایا تھا“ (شرر۔ منصور موہنا۔ صفحہ ۱۶۵)

”اور وہ چند آدمی بھی اکثر بلکہ سب سرکار کے بنائے تیار کئے ہوئے ہیں جنہوں نے ...“ (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۲۴۷)

”... یہ سب میرا کیا ہوا ہے“ (شرر۔ فردوس بریں۔ صفحہ ۱۵۲)۔

طور مجہول کے معنی میں ”لکھنا“، ”رکھنا“، ”جھاڑ دینا“ اور کچھ دوسرے متعدی افعال کے ساتھ فاعل کا آنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ عام قاعدہ اس کے خلاف ہے۔

اس صورت میں متعدی فعل کا حالیہ اور ”ہونا“ کا صیغہ جنس و تعداد میں مبتدا (یعنی اس چیز جس پر فعل واقع ہو) کے مطابق ہوگا:

„یہ دیوان نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے“ (مضامین فرحت۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۲۰۸)۔

„اس میں بیش قیمت نوادر سجے ہیں اور نایاب کتابیں رکھی ہیں“ (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۳۵۴)۔

„نفیس طبع لوگوں کے گھروں کی یہ شان ہوتی ہے کہ جھاڑو دی ہوئی ہے“ (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۳۱)۔

„ہونا“ فعل کے صیغے کے ساتھ آنے والے مفرد اور مرکب حالیہ تمام میں جو فرق ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ مفرد حالیہ تمام صفت ذاتی کی طرح شئے یا شخص کی کیفیت ظاہر کرتا ہے جبکہ مرکب حالیہ تمام اس کی حالت کی خبر دیتا ہے، جیسے

„اس دن جب سب لوگ نئے گھر میں اترے تھے تو سامان کے بڑے بڑے بنڈل صحن میں ہر طرف رکھے ہوئے تھے جنہیں ابا محکمے کی طرف سے ملے ہوئے چپراسی کی مدد سے کھلوا رہے تھے“ (خدیجہ مستور۔ آنگن۔ صفحہ ۸۰۷)۔

„پھر میکے میں ان کے لئے کون سے جوڑے باگے رکھے تھے جنہیں لے کر خوش خوش رخصت ہوئیں“ (خدیجہ مستور۔ آنگن۔ صفحہ ۱۹۳)

پہلی مثال میں مرکب حالیہ تمام کے ذریعہ بنڈل کی حالت بتائی گئی ہے۔ دوسری مثال میں جوڑے باگے کوئی کام انجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ ان کی صرف خبر دی جاتی ہے۔

„عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے“ (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم صفحہ ۱۴۴)۔

„... بالوں کی سفید جٹائیں اس کے کندھوں پر بکھری تھیں“ (قرۃ العین حیدر۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۶۱)۔

پہلے جملے میں „بکھرے ہوئے“ مرکب حالیہ تمام اور „تھے“ صیغے کا مجموعہ فاعل کی وہ حالت بتاتا ہے جو ماضی کے کسی خاص وقت میں اس پر واقع تھی۔

دوسرے جملے میں „بکھری“ مفرد حالیہ تمام اور „تھیں“ صیغے کا مرکب فاعل کی وہ کیفیت ظاہر کرتا ہے جو ماضی کے کسی مقررہ وقت میں اس کی ایسی خصوصیت تھی جو اسے دوسرے اشخاص سے الگ رکھتی تھی۔

„سب بال کھولے اور سر برہنہ ہیں۔ بیچ میں ایک عورت شمع ہاتھ میں لئے ہے۔

اس کی روشنی میں ایک حسین سرو قد نازنین چند اوراق میں سے پڑھ پڑھ کے نوحہ خوانی کر رہی ہے اور کئی عورتیں اس کے ساتھ گلے بازی کر رہی ہیں" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحات ۲۲۴ - ۲۲۵)۔

"کھولے ہیں" اور "لئے ہے" ساختیں فاعل کی وہ حالت نہیں بتاتی ہیں جس میں کسی خاص وقت میں وہ تھا بلکہ فاعل کی وہ عارضی کیفیت ظاہر کرتی ہیں جس کے حاصل کرنے میں اس کا اپنا ہاتھ تھا۔

"'دیکھتے کیا ہو؟'۔ کہا۔ 'دیکھتا یہ ہوں کہ اِس پر کچھ لکھا ہوا ہے'۔ پوچھا۔ 'آخر کیا لکھا ہے؟'" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۲۱۴)۔

"لکھا ہوا ہے" اور "لکھا ہے" خبروں میں یہ فرق ہے کہ پہلی صورت میں "لکھا ہوا" یعنی خود تحریر دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں "لکھے" کی خبر دی جاتی ہے۔ اس "ہے" کے معنی سامنے رکھے جاتے ہیں۔

"بعض آدمی سمجھ گئے کہ اس میں ایسی بات لکھی ہے جس سے شہزادہ بد دماغ ہو گیا" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۰۲)۔

مفرد حالیہ تمام یہاں خط کی خصوصیت ظاہر کرتا ہے۔

"جمیل بھیا اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے" (خدیجہ مستور۔ آنگن۔ صفحہ ۱۰۹)۔

اس جملے سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ ماضی کے مقررہ وقت میں جمیل بھیا کیسے تھے یا یہ کہ جمیل کی اس خاص وقت میں کیا حالت تھی۔ ہمارے خیال میں دوسرا قیاس زیادہ ٹھیک ہے۔

مفرد حالیہ تمام کے مقابلے میں مرکب حالیہ تمام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ فاعل کی ایسی حالت ظاہر کر سکتا ہے جو ماضی، حال یا مستقبل کے لئے مستقل یا بدستور سی معلوم ہوتی ہے:

"روزگار سے لگا ہوا ہے" (شوکت تھانوی۔ اگر میں لڑکی ہوتا۔ صفحہ ۲۲)۔

یہاں تمام کئے ہوئے کام کا اثر اس کے اختتام سے گذر کر حال تک پہنچا بتایا گیا ہے۔ اس ساخت کے معنی اصل فعل کے حال معمولی کے صیغے سے ظاہر ہو سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ فعل سادہ استعمال ہو، مثلاً وہ روزگار کرتا ہے۔

"ہم شاہی کا زمانہ دیکھے ہوئے ہیں حضور" (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۵۳۰)۔

اس جملے کو اگر یوں کہا جائے کہ ہم شاہی زمانہ کا خوب تجربہ رکھتے ہیں تو معنی میں زیادہ فرق نہ آئے گا۔ دونوں صورتوں میں فاعل کے تجربے پر زور پڑتا ہے۔

"یہ نمک حرام افسران سازش کرنے والوں سے ملا ہوا تھا" (مضامین فرحت۔ حصۂ دوم۔ صفحہ ۱۵۹)۔

یہاں "ملا ہوا تھا" کے معنی "وابستہ تھا" سے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔

"ہونا" کے مرکب صیغہ (ہوتا ہے، ہوتا تھا) کے ساتھ آنے والے مفرد اور مرکب حالیہ تمام میں یہ فرق ہے کہ مفرد حالیہ تمام فاعل کی وہ مستقل کیفیت بتاتا ہے جو اسے اس کی تمام ذات سے الگ رکھتی ہے اور مرکب حالیہ تمام فاعل کی وہ حالت بتاتا ہے جو اس کی اپنی ذات سے الگ زیر توجہ لائی جاتی ہے۔

"انگریز بعد نکاح دولھا کو جوتیوں سے جو نرم نرم اسی کام کے واسطے بنی ہوئی ہوتی ہیں مارتے ہیں۔ . ." (سرشار۔ فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۵۶۷)۔

"بنی ہوئی ہوتی ہیں" "بن جاتی ہیں" کے معنوں کی برابری کرتا ہے۔

دونوں صورتوں میں خود جوتیاں زیر توجہ ہیں۔ اصل فعل کے مفرد حالیہ تمام اور "ہونا" فعل کے مرکب صیغے کا مجموعہ اصل سادہ فعل کے صیغے کے سے معنی دیتا ہے۔ "بنی ہوتی ہیں" اور "بنتی ہیں" کے معنی تقریباً ایک سے ہیں۔ یہاں وہ چیز بتائی جاتی ہے جس سے جوتیاں بنتی ہیں۔ جبکہ پہلی صورت میں وجہ سے زیادہ مراد ہوتی ہے۔

"ایک آدمی بگڑا ہوا ہوتا ہے تو کوئی اس کی اصلاح کا بیڑا نہیں اٹھا سکتا ہے" (نذیر احمد۔ ابن الوقت۔ صفحہ ۱۷)۔

"بگڑا ہوا ہوتا ہے" کے معنی بگڑی ہوئی نوعیت کے ہیں۔

"جناب! یہ عطر کی لپٹیں اب تک موجود ہیں اور کیوں نہ ہوتیں۔ وہ کم بختیں تو عطر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہی ہیں" (شوکت تھانوی۔ بال کی کھال۔ صفحہ ۱۶۶)۔

"عطر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں" سے عطر کی بو کی خبر دی جاتی ہے۔

"اس کے بعد سلیم شاہی کا جوتا نکلا جو غالباً جہانگیر کے زمانے میں ایجاد ہوا۔ اس کی نوک آگے نکلی اور اٹھی ہوئی ہوتی اور نوک کا تھوڑا سا باریک سرا اوپر موڑ دیا جاتا" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۲۹۱)۔

یہاں سلیم شاہی کے جوتے کی نوک دکھانا مقصود ہے ۔

یاد رہے کہ جب دو مرکب حالیہ تمام ساتھ ساتھ آئیں تو مرکب حالیہ تمام کی "ہوا" علامت ایک بار دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔

منذرجہ ذیل مثالوں میں حالیہ تمام مفرد آیا ہے:

"لڑکے کا نام اونیل تھا لڑکی کا ریکھا جو سونے کے بنگالی وضع کے ٹوپ پہنتی تھی جن میں جھالر لگی ہوتی ہے" (قرۃ العین حیدر ۔ آگ کا دریا۔ صفحہ ۳۱۹) ۔

"لگی ہوتی ہے" سے بنگالی وضع کے ٹوپ کی خصوصیت دکھائی گئی ہے یعنی جن میں جھالر ہوتی ہے ۔

"مولوی صاحب ، آپ کا طرزِ تحریر مذاق کا پہلو لئے ہوتا ہے" (مضامین فرحت. حصۂ اول ۔ صفحہ ۵۷) ۔

مذاق کا پہلو تحریر کی خصوصیت ظاہر کرتا ہے ۔

"اور سودے کے پیسے لینے کے لئے اماں بیگم کے کمرے میں آتا تو صرف ایک لوئی اوڑھے ہوتا تھا" (قرۃ العین حیدر ۔ آگ کا دریا ۔ صفحہ ۳۲۰) ۔

یہاں لوئی پر نہیں بلکہ لوئی اوڑھنے والے آدمی پر توجہ رہتی ہے جو اس صورت میں اماں کے سامنے حاضر ہوتا تھا ۔

"یہ سب سامان سارے جلوس اور باجے والوں کے پیچھے اور دولہن کی فینس کے آگے اس ترتیب سے جاتا ہے کہ تامبے کا ایک ایک برتن ایک ایک چنگیر میں رکھا ہوتا ہے اور ایک مزدور کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ چینی اور شیشے کے ظروف کشتیوں میں لگے ہوتے ہیں ۔ ان کے بعد صندوق وغیرہ ہوتے ہیں جن میں دولہن کے جوڑے ہوتے ہیں ۔ اُن کے بعد پلنگ ہوتا ہے جس میں ریشمی لو شک ، لحاف ، تکئے ، چادر ۔ سب سامان تیار موجود ہوتا ہے اور بچھونا ریشمی ڈوریوں سے پایوں میں بندھا ہوتا ہے" (شرر ۔ گذشتہ لکھنؤ ، صفحہ ۲۶۱) ۔

اس مثال میں مفرد حالیہ کے استعمال سے خود شے نہیں بلکہ رسم و رواج زیر توجہ آتے ہیں ۔

"شادی کی یہ پہلی ہفت خوان طے کر کے دولہا باہر مردانے میں آتا ہے جہاں بزم نشاط مرتب ہوتی ہے اعزہ و احباب پُر تکلف کپڑے پہنے قرینے سے صاف ستھری دری چاندنی اور

rekhta

قالینوں کے فرش پر بیٹھے ہوتے ہیں" (شرر۔ گذشتہ لکھنؤ۔ صفحہ ۳۵۶)

"بیٹھے ہوتے ہیں" سے دولہا کے بزم نشاط میں استقبال کی رسم بیان کی جاتی ہے۔ احباب کی تصویر سرسری طور پر کھینچی جاتی ہے۔ ان کے بیٹھنے پر توجہ مبذول کرنا تحریر کا مقصد نہیں ہے۔

زمانۂ مستقبل میں بھی "ہونا" فعل کے مفرد صیغے کے ساتھ حالیہ تمام مفرد اور مرکب دونوں آتا ہے۔ مفرد حالیہ تمام کے استعمال سے کسی شخص یا شے کی آیندہ کیفیت اور مرکب حالیہ تمام کے استعمال سے کسی شخص یا شئے کی آیندہ حالت زیر توجہ رہتی ہے:

"میری بیمار بچی صغرا جس کا کوئی وارث نہیں ہے جو باپ اور ماں کی صورت کو ترس رہی ہوگی۔ آپ کے سپرد ہے۔ اس کی آنکھیں دروازے کو لگی ہوں گی اور سمجھتی ہوگی کہ ساری اولاد میں ایک صغرا ہی اس لائق نہ تھی کہ حسین ساتھ لیتا" (راشد الخیری۔ سعیدہ کا لال۔ صفحہ ۱۵۰)

"ایک شخص آئے گا جو صوف کے کپڑے پہنے ہوگا۔ اس کے بال لمبے ہوں گے اور ایک سیاہ کملی میں اپنا سارا جسم چھپائے ہوگا" (شرر۔ فردوس بریں۔ صفحہ ۲۴)۔

"عنقریب عبید کا سر تمہارے قدموں پر تڑپتا ہوگا اور تمہاری بچی تمہارے سینے سے لپٹی ہوگی" (راشد الخیری۔ عروس کربلا۔ صفحہ ۱۱۴)۔

"روپیہ کسی سے اُدھار نہیں مل سکتا! بال بچوں کے بھاگ میں لکھا ہوگا تو بھگوان اور کسی حیلے سے دے دیں گے" (پریم چند۔ زادِ راہ۔ صفحہ ۱۸۴)۔

مندرجہ بالا مثالوں میں حالیہ تمام کے مفرد آنے سے فاعل کو سرسری طور پر دکھایا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف نیچے دیے ہوئے جملے فاعل کی حالت سامنے لاتے ہیں۔

"وہ خود اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہوگا اور کسی کونے میں دبکا بیٹھا ہوگا" (شرر۔ زوال بغداد۔ صفحہ ۱۲۳)۔

"لیکن چند روز بعد جب ہم ہر طرح اس پر حاوی ہو جائیں گے۔ اس کے جہاز ہمارے قبضے میں ہوں گے اور سواحل ہسپانیہ پر ہمارا لشکر پھیلا ہوا ہوگا اس وقت اس کی اتنی مجال نہ ہوگی کہ ہماری طرف سے کسی چیز کی درخواست کی جائے اور وہ انکار کرے" (شرر۔ فتح اندلس۔ صفحہ ۸۱)۔

"چھپائے ہوئے ہوگا" کے معنی "وہ نہیں ہوگا" کے ہیں۔ اور "پھیلا ہوا ہوگا" سے "ہسپانیہ ہمارا ہوگا" کے معنی نکلتے ہیں۔ ان دونوں ساختوں میں فاعل نہیں بلکہ حالت زیر توجہ ہے۔

"ہونا" فعل کے صیغوں کے ساتھ حالیہ تمام کے مفرد اور مرکب آنے سے یہ فرق ظاہر ہوتا ہے کہ مفرد حالیہ تمام خود فاعل زیر توجہ رکھتا ہے اور مرکب حالیہ تمام حالت پر زور دیتا ہے۔ پہلی صورت میں حالت صرف اس لئے دلچسپ ہے کہ وہ کسی خاص شخص یا شے پر واقع ہے جب کہ دوسری میں یہ بات اہم نہیں ہوتی کہ حالت کا اثر ثابت کرنے والا کون شخص یا شے ہے۔ بلکہ حالت اپنے آپ قابل توجہ بتائی جاتی ہے۔

خلاصہ

زبان کے مواد کا جائزہ لینے سے ذیل کے نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں:

۱۔ اردو میں خبری صورت کے معروف طور میں تمام اور نا تمام کام کے معنی اور وقوع کام کے طریقے کے معنی زمانے کے صیغوں کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں۔

آج کل کی لسانیات میں "صورت" اصطلاح مختلف صرفی صنفوں کو بتانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یعنی تمام اور نا تمام کام کے اختلافات ظاہر کرنے کے لئے اور کام کے واقع ہونے کا طریقہ دکھانے کے لئے۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں صرفی صنفیں اردو میں پائی جاتی ہیں۔ پہلی صنف کی نمائندگی ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے کرتے ہیں۔ دوسری صنف کا وجود ترقی پذیر، استقلالی، طویل اور وقفہ پذیر صورت کے صیغوں سے معلوم ہوتا ہے۔

اردو میں "صورت" اصطلاح ہم نے تمام اور نا تمام کام، کام کے وقوع کے مختلف طریقوں اور کام کے نتیجے کی طرف توجہ مبذول کرنے کے معنوں میں استعمال کی ہے۔

اردو افعال کے صیغے مندرجہ ذیل علامتوں کے مطابق تقسیم ہوتے ہیں۔

الف۔ تمام اور نا تمام کام دکھانے والے صیغے۔

ب۔ کام کا طریقہ دکھانے والے صیغے اور کام کا طریقہ نہ دکھانے والے صیغے۔

نتیجے کے معنی الگ صیغوں سے نہیں بلکہ انہیں صیغوں میں مرکب کیے ہوئے

افعال کے استعمال سے ظاہر ہوتے ہیں۔

۲۔ اردو میں الگ کام اور تکرار کے ساتھ ہونے والے کام کے اظہار کے لئے الگ صیغے ہیں۔

تکرار کے ساتھ ہونے والے کام کے معنی حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تکرار کے ساتھ ہونے والے کام کے وقوع کے طریقے ظاہر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل صیغے ہیں۔ ترقی پذیر صورت کا حال (وہ بڑھتا (چلا) جاتا ہے)، طویل صورت کا حال معمولی (وہ بڑھتا رہتا ہے)، طویل صورت کا ماضی معمولی (وہ بڑھتا رہتا تھا)، وقفہ پذیر صورت کا حال معمولی (وہ بڑھا کرتا ہے)، وقفہ پذیر صورت کا ماضی معمولی (وہ بڑھا کرتا تھا)، وقفہ پذیر صورت کا مستقبل (وہ بڑھا کرے گا)۔

۳۔ الگ کام ظاہر کرنے والے صیغے اکثر کام کا بولنے کے وقت میں ہونا اور کام کا بولنے کے وقت میں نہ ہونا دونوں کیفیتیں بتاتے ہیں۔

۴۔ الگ کام کا اظہار کرنے والے صیغے کام کے ہونے کی خبر دینے والے اور کام کا تسلسل دکھانے والے صیغوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلی صورت میں زیر توجہ فاعل ہوتا ہے۔ دوسری میں خود کام۔

مقررہ وقت میں ہونے والے کام کا اظہار حال، ماضی اور مستقبل استمراری کے صیغوں اور حال معمولی، ماضی معمولی اور مستقبل فاعلی کے صیغوں سے ہوتا ہے۔

"استمراری" اصطلاح سے وہ کام سامنے آتا ہے جس کا تسلسل حال، ماضی یا مستقبل میں ہو رہا ہے۔ دوسرے صیغوں کا مقصد الگ کام کے واقع ہونے کی خبر دینی ہے اور بس۔

جب کام بولنے کے وقت میں ہو رہا ہوتا ہے تو اس کے اظہار کے لئے ہمیشہ حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغے استعمال نہیں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغے عبارت کے انجان سیاق و سباق میں الگ کام کے معنی نہیں دیتے ہیں۔ جن حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام کے ہونے کے وقت میں کوئی دوسرا کام ہوا یا ہو رہا تھا ان میں کام صرف استمراری زمانے کے صیغوں سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ باقی صورتوں میں حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغے حال اور ماضی استمراری کے صیغوں سے اس طرح

مختلف ہیں کہ اگر بولنے والا خود کام کو دکھانا چاہے گا تو استمراری زمانے کے صیغے سے کام لے گا ورنہ معمولی زمانے کا صیغہ استعمال کر کے وہ کام کو ایک امر کے طور پر پیش کرے گا۔

ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال اور ماضی استمراری کے صیغے اور ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال اور ماضی کے صیغے الگ غیر منقطع کام کے واقع ہونے کا طریقہ بتاتے ہیں۔

جو الگ کام بولنے کے وقت سے وابستہ نہیں ہوتا ہے وہ صرف حال اور ماضی استمراری کے صیغے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ترقی پذیر، استقلالی اور طویل صورت کے حال، ماضی اور مستقبل کے استمراری اور غیر استمراری صیغے ایسے الگ منقطع کام کے وقوع کے معنی دے سکتے ہیں۔

۵۔ افعال کے صیغوں میں صورت کی صنف اور زمانے کی صنف کی ملاوٹ میکنکل طور پر نہیں ہوتی ہے صورت کے معنوں کی خصوصیت اکثر زمانے کے معنوں پر مبنی ہوتی ہے۔ ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال اور ماضی کے صیغے وقوع کام کا طریقہ بتانے کی وجہ سے اس الگ کام کے بھی معنی دے سکتے ہیں جو بولنے کے وقت میں نہیں ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ صیغے حال اور ماضی معمولی کے صیغوں سے مختلف ہیں۔

طویل صورت کے حال اور ماضی استمراری کے صیغے (وہ کرتا (چلا) آرہا ہے، وہ کرتا (چلا) آرہا تھا) اس کام کے اظہار کے لئے استعمال نہیں ہوتے ہیں جو بولنے کے وقت میں ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ بھی ان صیغوں کی صورت کے معنوں میں ہے۔

طویل صورت کے ماضی تمام کے صیغے سے کام کے جاری رکھنے کے جو معنی نکلتے ہیں ان سے ماضی تمام اور طویل صورت کے ماضی تمام کے صیغوں میں فرق کیا جاتا ہے۔

۶۔ اردو میں ۱۲ صیغے ایسے ہیں جن سے کام کے عرصے کا تمام ہونا ظاہر ہوتا ہے یہ ہیں۔ طویل، وقفہ پذیر، ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی۔ یہ سب صیغے کام کو کسی عرصے میں محدود بتاتے ہیں اور ان سے مختلف طریقہ/کام اس مخصوص عرصے میں دکھانا مقصود ہوتا ہے۔

جب جملے میں ایسے الفاظ موجود ہوتے ہیں جن سے کام کا عرصہ معلوم ہو جاتا ہے یا جن سے کام کے وقوع کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے تو ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغے طویل، ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں

کے معنوں کا اظہار کر سکتے ہیں۔ لیکن ان حالات میں جو معنی طویل، ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے صیغوں سے ظاہر ہوتے ہیں وہ زیادہ واضح ہوتے ہیں۔

ہمارے خیال میں اردو میں مرکب افعال کی صرف دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ اسم اور فعل کے وہ بعض مرکب جن کے دونوں اجزا مل کر کسی دوسرے مفعول کے محتاج ہوں (شروع کرنا، شروع ہونا ترجمہ کرنا وغیرہ)۔ جیسے میں نے اس لفظ کو استعمال کیا۔

۲۔ صفت اور فعل کے وہ مرکب جن کی صفت صرف فعل کے ساتھ مل کر آتی ہو، جیسے حل ہونا، پسپا کرنا، منظم کرنا، منظور کرنا۔

کر دینا، کر سکنا، کر پانا، کر چکنا، منگائے دینا، چلا آنا، چلا جانا، پھٹا پڑنا کی شکلیں دو اجزا کے وہ مرکب ہیں جن میں صیغے اور مرکب فعل دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ آدھے مرکب افعال اور آدھے مرکب صیغے ہیں جن کو ساخت کے نام سے یاد کرنا ٹھیک ہوگا۔ کر دینا، منگائے دینا قسم کی ساختیں نتیجہ کے صرفی معنی پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ کر چکنا، پھٹا پڑنا، چلا آنا، چلا جانا سے کام کے منزل مقصود تک پہنچنے کے صرفی معنی نکلتے ہیں۔ کر سکنا اور کر پانا کی شکلیں قابلیت فعل کے صرفی معنوں کا اظہار کرتے ہیں۔

کاٹے نہ کٹنا، کرتے نہ بن پڑنا، ہوا چاہنا کی شکلیں دو اجزا کی غیر امتزاجی مرکب یعنی مستقل ترکیبیں ہیں۔ کرنے لگنا، کرنے پانا، کرنے دینا اور کرنا پڑنا، کرنا چاہیئے کی شکلیں بھی دو الفاظ کے غیرِ امتزاجی مرکب ہیں یعنی مستقل ترکیبیں۔

اصل فعل کے حالیہ تمام اور "ہونا" کے کسی صیغے کا مرکب بھی غیر امتزاجی ہے (مستقل ترکیب)۔ جملے میں وہ خبر کا کام دیتا ہے۔ حالیہ تمام کے مفرد یا مرکب آجانے سے یہ فرق کیا جاتا ہے کہ مفرد حالیہ تمام فاعل کی کیفیت بتاتا ہے اور مرکب حالیہ تمام فاعل کی حالت زیر توجہ لاتا ہے۔

ہمارا چھٹا باب اس خلاصے کے بعد اس لیے آتا ہے کہ وہ خود اس مقالے کے نتائج کا نچوڑ ہے۔

چھٹا باب

اردو زبان کی تشکیل کی خصوصیات

ہمارا خیال ہے کہ کسی بھی زبان کی خصوصیات کی پیدائش اس کے افعال کے صیغوں اور ساختوں سے ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مولوی عبدالحق کے اس قول سے متفق ہونا مشکل نہیں ہے کہ "فعل زبان کی جان ہے"۔

ہمارے لسانیاتی دلائل بعض خصوصیات کے لحاظ سے موجودہ لسانی دلائل سے بالکل مختلف ہیں۔ ہم نے صیعوں اور "مرکب افعال" کا وہ استعمال نہیں اپنایا ہے جو قواعد میں داخل ہے کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ زبان کے متعلق نہیں بنایا جا سکا ہے۔ ہندی اور اردو کا فعل کم دقیق اور پیچیدہ نہیں ہے لیکن قواعد نویسوں نے اسے سادہ بنایا ہے۔

اردو (اور ہندی) میں دو افعال کے تین امتزاج ہیں جو ایک فعل کے مادے کے بعد دوسرا فعل کے آجانے سے بنتے ہیں:۔

(۱) اصل فعل کے مادے کے بعد ڈالنا، دینا، لینا، جانا وغیرہ کے بڑھانے سے۔ سکنا، پانا اور چکنا اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں (اس نے کر دیا)۔

(۲) اصل فعل کے مادے کے ساتھ سکنا یا پانا کے آجانے سے (وہ کر سکا، وہ کر پایا)۔

(۳) اصل فعل کے مادے کے ساتھ چکنا کے آجانے سے (وہ کر چکا)۔

ہمارے خیال میں یہ سب ترکیبیں جن کو قواعد کی سب کتابوں میں مرکب افعال کے نام سے پکارا گیا ہے خالص مرکب افعال نہیں کہی جا سکتی ہیں۔ ان میں مرکب صیغوں کی سے خصوصیات بھی جھلک آتی ہیں۔ وہ نہ تو خالص مرکب فعل ہوتی ہیں اور نہ خالص صیغے۔ اس سلسلے میں ہم نے ان لسانیاتی بدعتوں کو قبول کیا جن کے تحت مرکب افعال پر مرکب

rekhta

صیغوں کا ٹھپہ بھی صاف نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرکب فعل کی طرح مرکب صیغہ بھی دو افعال پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ مرکب فعل اور مرکب صیغے میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مرکب فعل دو افعال کے لفظی معنوں کا مرکب ہوتا ہے مثلاً ”استعمال کرنا“، کا مطلب ”استعمال“ اور ”کرنا“ کے معنوں کا میل ہے۔ اس کے برعکس صیغے میں پہلے فعل کے لفظی معنوں سے پورے صیغے کے معنی نکلتے ہیں۔ دوسرا فعل اپنے لفظی معنی کھو کر پہلے فعل کو صرفی معنی دیتا ہے۔ مثلاً ”وہ بنتا جاتا ہے“۔ اس ترکیب میں جانا کے وہ لفظی معنی نہیں ہیں جن میں وہ اردو اور ہندی میں الگ استعمال ہو کر آتا ہے۔ اصل فعل کے حالیہ ناتمام سے مل کر ”جانا“، یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام میں ارتقا ہو رہا ہے۔

اصل فعل کے مادے کے ساتھ ڈالنا، لینا وغیرہ کے آجانے سے سب قاعدے اور وہ معنی جو ان سے پیدا ہوتے ہیں قواعد کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اگر امدادی افعال کو صرف اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے کہ اصل فعل کے معنوں میں ان سے کیا اضافہ ہوتا ہے تو اصل فعل اور امدادی فعل کی ترکیب مرکب فعل سمجھنا ٹھیک ہی ہوتی مگر ہمارے نزدیک امدادی افعال اصل فعل کے معنوں میں چھوٹے اختلافات لانے کے ساتھ ساتھ کام کے نتیجہ پر توجہ دلاتے ہیں جو تمام زمانوں، تمام اور ناتمام صورتوں اور اطوار میں ان کے استعمال سے پایا جاتا ہے۔ جیسے

”منشی صاحب کا مذاق شعر فہمی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ خود بھی کبھی کبھی کہہ لیتے تھے اور اچھا کہتے تھے“ (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا، صفحہ ۳)۔

”کہہ لیتے تھے“ اور ”کہتے تھے“ میں فرق یہ ہے کہ ”کہہ لیتے تھے“ میں فاعل کے کہے ہوئے اشعار کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور ”کہتے تھے“ میں بخلاف اس کے فاعل کی ذہانت نکلتی ہے۔

غور سے دیکھنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ساختیں آدھے صیغے ہیں۔ نتیجہ ظاہر کرنے والے صیغوں میں ان کو پوری طرح شامل کرنا اس لئے مشکل ہے کہ امدادی فعل کے اپنے لفظی معنی اصل فعل کے معنوں پر تھوڑا بہت اضافہ ہو جاتے ہیں۔

سکنا اور پانا کی مدد سے جو امتزاج بنتے ہیں وہ قابلیت فعل ظاہر کرتے ہیں۔ سکنا اور پانا میں جو فرق ہے وہ بھی اب تک صاف صاف نہیں بتایا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اصل فعل کے

مادے کے ساتھ سکنا کے آجانے سے یہ معنی پیدا ہو جاتے ہیں کہ فعل کا کرنا فاعل کے اختیار میں ہے۔ اصل فعل کے مادے کے آخر پانا کا صیغہ زیادہ کرنے سے مشتاق فعل کے معنی نکلتے ہیں۔ سکنا الگ کبھی استعمال نہیں ہوتا ہے اور پانا حاصل کرنے اور دیکھنے کے معنوں میں تنہا بھی آتا ہے۔

سکنا کے جو اختیاری معنی ہیں وہ اس کے اپنے ہیں اور مشتاق فعل کے معنی پانا کے نہیں بلکہ پوری ساخت کے ہیں۔ جب پانا اصل فعل کے مادے کی بجائے اصل فعل کے مصدر کے ساتھ آتا ہے تو کچھ دوسرے معنوں کا نمونہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں فعل کے واقع ہونے کا امکان کسی اور کے اختیار میں پایا جاتا ہے (وہ بنانے پاتا ہے)۔

ہمارا خیال ہے کہ چکنا کی مدد سے جو شکلیں بنتی ہیں وہ کام کے اختتام کو زیر توجہ رکھتی ہیں۔ لیکن کچھ ماہرینِ لسانیات کے نزدیک یہ "اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے" (مولوی عبدالحق۔ اردو قواعد، صفحہ ۱۵۴)۔

"اختتامِ فعل" کے ساتھ "کامل طور پر" کا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے؟۔ اختتام فعل کو ادھورے طور پر نہیں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک صرف تکمیلِ فعل کے اظہار کا تعلق ہے تو وہ ہماری رائے میں ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں سے بخوبی کیا جاتا ہے (اس نے بنایا، اس نے بنایا ہے، اس نے بنایا تھا)۔

دے دینا، رو پڑنا جیسی شکلوں سے جو صیغے بنتے ہیں (اس نے بنا دیا، اس نے بنا دیا ہے، اس نے بنا دیا تھا) ان میں بھی کام کے تمام ہو جانے سے تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں خود فعل کی تکمیل کی بجائے اس کا نتیجہ زیر توجہ رہتا ہے۔

"بنایا" اور "بنا چکا" میں جو فرق ہے وہ بھی کام کی تکمیل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہمارا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہوگا کہ "چکنا" کی مدد سے ظاہر ہوئے کام کی تکمیل کسی دوسرے کام یا کسی خاص وقت سے منسوب بتائی جاتی ہے جیسے

"جب میں گا چکتی تھی تو ستار کی وہ کوئی گت چھیڑ دیتی تھی" (مرزا رسوا۔ امراؤ جان ادا۔ صفحہ ۲۵۴)۔

"میرا عقد بھی آپ سے ہو چکا۔ غصہ کو تھوکیے اور صاف صاف بات چیت کیجیے" (عظیم بیگ چغتائی،

کھرپا بہادر، صفحہ ۳۹) ۔

ان صیغوں میں اصل فعل کے مادے کے ساتھ چکنا کے زیادہ کرنے سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوئے کام کے ختم ہونے کے بعد ہی دوسرا عمل میں آسکتا ہے ۔

مذکورہ بالا تینوں نمونوں میں (اصل فعل کا مادہ + دینا وغیرہ، اصل فعل کا مادہ +پانا یا سکنا، اصل فعل کا مادہ + چکنا) جو معنی پائے جاتے ہیں وہ نہ صرف ان دونوں اجزا کے لفظی معنوں کا میل ہے بلکہ صرفی بھی ہیں یعنی

(۱) نتیجہ پر توجہ مبذول کرنے کے معنی ۔
(۲) قابلیت فعل ظاہر کرنے کے معنی ۔
(۳) فعل کا خود اختتام زیر توجہ رکھنے کے معنی ۔

کرچکا، کرسکا جیسے نمونے اصل فعل کے لفظی معنوں اور سکنا اور چکنا کے صرفی معنوں کا مرکب ہیں۔

مرکب فعل بھی دو اجزا کے معنوں کا امتزاج ہوتا ہے مگر اس میں امدادی فعل وہ صرفی معنی نہیں دیتا جو سکنا اور چکنا دیتے ہیں ۔

دینا، لینا وغیرہ کے ساتھ جو نمونے بنتے ہیں ان میں نتیجہ پر توجہ مبذول کرنے کے معنی دونوں اجزا کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ذکر امدادی فعل پانا سے بھی متعلق ہے ۔

مندرجہ بالا نمونوں کو آدھا مرکب صیغہ اور آدھا مرکب فعل ٹھہرایا جاسکتا ہے ۔ ان سب کو ساخت کا نام دینا ٹھیک معلوم ہوتا ہے یعنی

(۱) نتیجہ ظاہر کرنے والی ساختیں ۔
(۲) قابلیت فعل ظاہر کرنے والی ساختیں ۔
(۳) تکمیل فعل کی اہمیت ظاہر کرنے والی ساختیں ۔

ان سب میں یہ پایا جاتا ہے کہ متکلم نہ صرف ہونے والے کام کی خبر دیتا ہے بلکہ اپنی رائے کا بھی اظہار کرتا ہے (قابلیت فعل ظاہر کرنے والی دو الگ الگ ساختیں) یا کام کی اس منزل پر توجہ مبذول کرتا ہے جو اس کے خیال میں اہم ہوتی ہے (نتیجہ اور تکمیل فعل ظاہر کرنے والی ساختیں) ۔

موجودہ لسانیات میں یہ معنی modal کہے جاتے ہیں۔ اصل فعل کے مصدر کے ساتھ دوسرے خاص افعال یا الفاظ کے آجانے سے بھی modal معنی پیدا کئے جاتے ہیں یعنی بولنے

والے کا ہونے والے کام کے بارے میں کیا خیال ہے۔

(۱) اصل فعل کے مصدر اور دینا، پانا یا لگنا کا میل ۔

ایسی صورتوں میں مصدر کے آخر کا الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے جیسے اس نے کرنے دیا، وہ کرنے پایا، وہ کرنے لگا ۔

(۲) اصل فعل کے مصدر اور پڑنا، ہونا یا چاہئے، ضرور، ضروری، مناسب جیسے الفاظ کا میل ۔

ایسی صورتوں میں مصدر کا آخری الف یائے مجہول سے نہیں بدل جاتا ہے جیسے مجھے جانا پڑتا ہے، مجھے جانا ہے، مجھے جانا چاہئے، مجھے جانا ضروری ہے وغیرہ ۔

ضرورت ظاہر کرنے والی ذیل کی ترکیبیں ہم نے صیغہ مانی ہیں ۔

(۱) مجھے جانا ہے ۔
(۲) مجھے جانا تھا ۔
(۳) مجھے جانا ہوگا ۔
(۴) مجھے جانا ہوتا ہے ۔
(۵) مجھے جانا ہوتا تھا ۔

ان سب میں خود امدادی فعل ضرورت نہیں بتاتا۔ ضرورت کے یہ معنی اس امتزاجی مرکب کے معنی ہوتے ہیں۔

ہمارے خیال میں اردو اور ہندی افعال کے صیغوں کا سب سے پہلا قاعدہ یہ ہے کہ وہ فاعل کی حالت ظاہر کرنے کے معنوں میں کبھی نہیں آتے ہیں۔ کسی شخص یا چیز کی حالت بتانے کے لئے (مفرد اور مرکب) حالیہ تمام اور ہونا کے (مفرد اور مرکب) صیغے کا میل استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے وہ بیٹھا ہے، وہ بیٹھا ہوا ہے، وہ بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ ان سب ترکیبوں میں فعل کا کام صرف "ہے" اور "ہوتا ہے" دیتے ہیں ۔

قواعد کی کتابوں میں اس کمی کا احساس ہوتا ہے کہ سب صیغوں کو الگ الگ نام نہیں دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر عبدالحق کہیں کہیں مختلف صیغوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محض صورت اول، صورت دوم، صورت سوم وغیرہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں (اردو قواعد، صفحہ ۲۶۳) ۔

ہمارے نقطہ نظر کے مطابق اردو اور ہندی میں خبری صورت کے معروف طور میں صیغے کی

حیثیت سے حسب ذیل ۵۲ شکلوں کو فروغ حاصل ہوا ۔

(۱)	وہ بناتا ہے	حال معمولی	(حال فاعلی)
(۲)	وہ بناتا تھا	ماضی معمولی	(ماضی فاعلی)
(۳)	وہ بناتا ہوگا	مستقبل فاعلی	
(۴)	وہ بناتا ہوتا ہے	حال فاعلی معمولی	
(۵)	وہ بناتا ہوتا تھا	ماضی فاعلی معمولی	
(۶)	وہ بنا رہا ہے	حالی استمراری	
(۷)	وہ بنا رہا تھا	ماضی استمراری	
(۸)	وہ بنا رہا ہوگا	مستقبل استمراری	
(۹)	وہ بنا رہا ہوتا ہے	حال استمراری معمولی	
(۱۰)	وہ بنا رہا ہوتا تھا	ماضی استمراری معمولی	
(۱۱)	اس نے بنایا	ماضی تمام	
(۱۲)	اس نے بنایا ہے	حال تمام	
(۱۳)	اس نے بنایا تھا	ماضی قبل ماضی	
(۱۴)	اس نے بنایا ہوگا	مستقبل تمام (مستقبل قبل مستقبل)	
(۱۵)	وہ بنائے گا	مستقبل مطلق (مستقبل تمام)	
(۱۶)	وہ بناتا رہتا ہے	طویل صورت کا حال معمولی	
(۱۷)	وہ بناتا رہتا تھا	طویل صورت کا ماضی معمولی	
(۱۸)	وہ بناتا رہے گا	طویل صورت کا مستقبل	
(۱۹)	الف ۔ وہ بناتا رہا ب ۔ وہ بناتا (چلا) آیا	طویل صورت کا ماضی تمام	
(۲۰)	الف ۔ وہ بناتا رہا ہے ب ۔ وہ بناتا (چلا) آیا ہے	طویل صورت کا حال تمام	
(۲۱)	الف ۔ وہ بناتا رہا تھا ب ۔ وہ بناتا (چلا) آیا تھا	طویل صورت کا ماضی قبل ماضی	

(۲۲)	وہ بناتا (چلا) آتا ہے	طویل صورت کا حال
(۲۳)	وہ بناتا (چلا) آتا تھا	طویل صورت کا ماضی
(۲۴)	وہ بناتا (چلا) آرہا ہے	طویل صورت کا حال استمراری
(۲۵)	وہ بناتا (چلا) آرہا تھا	طویل صورت کا ماضی استمراری
(۲۶)	وہ بنایا کرتا ہے	وقفہ پذیر صورت کا حال
(۲۷)	وہ بنایا کرتا تھا	وقفہ پذیر صورت کا ماضی
(۲۸)	وہ بنایا کرے گا	وقفہ پذیر صورت کا مستقبل
(۲۹)	وہ بنایا کیا	وقفہ پذیر صورت کا ماضی تمام
(۳۰)	وہ بنایا کیا ہے	وقفہ پذیر صورت کا حال تمام
(۳۱)	وہ بنایا کیا تھا	وقفہ پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی
(۳۲)	وہ بناتا (چلا) جاتا ہے	ترقی پذیر صورت کا حال
(۳۳)	وہ بناتا (چلا) جاتا تھا	ترقی پذیر صورت کا ماضی
(۳۴)	وہ بناتا (چلا) جائے گا	ترقی پذیر صورت کا مستقبل
(۳۵)	وہ بناتا (چلا) جارہا ہے	ترقی پذیر صورت کا حال استمراری
(۳۶)	وہ بناتا (چلا) جارہا تھا	ترقی پذیر صورت کا ماضی استمراری
(۳۷)	وہ بناتا (چلا) گیا	ترقی پذیر صورت کا ماضی تمام
(۳۸)	وہ بناتا (چلا) گیا ہے	ترقی پذیر صورت کا حال تمام
(۳۹)	وہ بناتا (چلا) گیا تھا	ترقی پذیر صورت کا ماضی قبل ماضی
(۴۰)	وہ بنائے (چلا) جاتا ہے	استقلالی صورت کا حال
(۴۱)	وہ بنائے (چلا) جاتا تھا	استقلالی صورت کا ماضی
(۴۲)	وہ بنائے (چلا) جائے گا	استقلالی صورت کا مستقبل
(۴۳)	وہ بنائے (چلا) جارہا ہے	استقلالی صورت کا حال استمراری
(۴۴)	وہ بنائے (چلا) جارہا تھا	استقلالی صورت کا ماضی استمراری
(۴۵)	وہ بنائے (چلا) گیا	استقلالی صورت کا ماضی تمام
(۴۶)	وہ بنائے (چلا) گیا ہے	استقلالی صورت کا حال تمام

Rekhta

(۴۷) وہ بنائے (چلا) گیا تھا	استقلالی صورت کا ماضی قبل ماضی
(۴۸) اسے بنانا ہے	ضرورت کا حال
(۴۹) اسے بنانا ہوتا ہے	ضرورت کا حال معمول
(۵۰) اسے بنانا تھا	ضرورت کا ماضی
(۵۱) اسے بنانا ہوتا تھا	ضرورت کا ماضی معمول
(۵۲) اسے بنانا ہوگا	ضرورت کا مستقبل

لسانیات میں زمانہ ان صیغوں کا نام ہے جو یہ دکھاتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ماضی کے صیغے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت سے پہلے ہوا ہے۔ زمانۂ مستقبل کے صیغے یہ دکھاتے ہیں کہ کام بولنے کے وقت کے بعد عمل میں آئے گا۔ حال کے صیغوں کے معنی نکالنا سب سے مشکل ہوتے ہیں۔ ان سے ہمیشہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کام بولنے کے وقت میں ہو رہا ہے۔ مثلاً میں کتابیں لکھتا ہوں لیکن ڈنمارک کے ایک مشہور ماہر لسانیات اوتو ایس پرسین کے خیال میں ایسے کاموں کا بھی بولنے کے وقت سے تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کو اس بات میں دیکھنا چاہیے کہ کام بولنے کے وقت کے لئے بھی ٹھیک ہے

(A Modern English Grammar on Historical Principles)

مذکورہ بالا ۵۲ صیغے محض زمانہ نہیں ظاہر کرتے ہیں۔ صیغوں کی اتنی بڑی تعداد کا سبب یہ ہے کہ ان میں زمانہ کے علاوہ کچھ دوسرے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ عناصر حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کام کا تمام ہونا اور کام کا ناتمام ہونا۔

(۲) کام کے طریقہ کا ظاہر ہونا اور کام کے طریقہ کا نہ ظاہر ہونا۔

(۳) کام کا بار بار ہونا اور کام کا ایک بار ہونا۔

(۴) کام کا کسی خاص وقت سے تعلق ہونا اور کام کا کسی خاص وقت سے تعلق نہ ہونا۔

(۵) تمام کام کا ماضی یا مستقبل میں کسی مقررہ وقت یا کسی دوسرے کام سے قبل ہونا اور تمام کام کا ماضی اور مستقبل میں کسی مقررہ وقت سے پہلے نہ ہونا۔

(۶) فاعل پر توجہ دینا اور فاعل پر توجہ نہ دینا۔

کام کا تمام ہونا

اردو اور ہندی میں اختتام کام کے اظہار کے لیے ۵ صیغے ہیں: ماضی تمام (اس نے بنایا)، حال تمام (اس نے بنایا ہے)، ماضی قبل ماضی (اس نے بنایا تھا) مستقبل مطلق یا مستقبل تمام (وہ بنائے گا)، مستقبل تمام یا مستقبل قبل مستقبل (اس نے بنایا ہوگا) — طویل، وقفہ پذیر، ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل صرف کام کے عرصے کا تمام ہونا بتلاتے ہیں۔ لسانیات میں کام کا تمام ہونا صورت کہلاتا ہے۔ یاد رہے کہ کام کے عرصے کا تمام ہونا اور خود کام کا تمام ہونا الگ الگ باتیں ہیں۔ ماضی تمام، حال تمام اور ماضی قبل ماضی میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ماضی تمام کا صیغہ (اس نے بنایا) یہ دکھاتا ہے کہ کام اس وقت ہوا جس کے تعلق کا تعین حال یا ماضی میں کسی مقررہ لمحہ سے نہ کیا جائے۔ جب ماضی میں گزرے ہوئے کاموں کا ایک سلسلہ ہو تو ماضی تمام استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صورت اکثر بیانیہ قصوں میں پیدا ہوتی ہے۔

حال تمام کے صیغے کے ذریعہ (اس نے بنایا ہے) گذرا ہوا کام بولنے کے وقت سے ملایا جاتا ہے۔

(۱) کام بولنے کے وقت سے ذرا پہلے یا بہت پہلے ہوا لیکن وہ بولنے کے وقت میں ذیل کے دو نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے: فاعل کے امر کے نقطۂ نظر سے یا خود فعل کے نقطۂ نظر سے۔ یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ہے۔

"ابھی ابھی رودرپال نے لڑکی کے نام ایک خط بھیجا ہے ..." (پریم چند: گئو دان، صفحہ ۵۲۰)

"بھیجا ہے" صیغہ کیا ظاہر کرتا ہے یہ کہ خط ہے یا یہ کہ رودر پال نے کیا کیا ہے۔ دوسرے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس جملے سے خود فاعل کی خبر ملتی ہے جس نے وہ کیا جو بولنے کے وقت میں زیر توجہ ہے۔ ہمارا یہ خیال عبارت کے دوسرے جملے سے درست ثابت ہوتا ہے "آج کل کے لڑکوں میں اور تو کوئی خوبی نظر نہیں آتی بس آزادی کی سنگ سوار ہے۔"

"ہمارے میاں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے" (سرشار: سیر کہسار۔ جلد دوم، صفحہ ۴۹۹)

اس صورت میں "چھوڑ دیا ہے" سے بولنے والی یہ کہنا چاہتی ہے کہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کام کے نتیجہ کے معنی حال تمام کے خود صیغے سے نہیں نکلتے ہیں اس کا

اظہار اصل فعل کے مادے اور کسی امدادی فعل کے امتزاج پر منحصر ہوتا ہے۔

(۲) کام کو حال سے ملا کر جملے میں "اب تک" کا مفہوم پوشیدہ کیا جاتا ہے۔ جیسے

"ہم نے دس برس کے سن سے شکار کھیلا ہے اور سب کے پہلے شیر کو مارا ہے . . . خدا نے ہمیشہ مدد کی ہے اور کبھی آج تک نشانہ خالی نہیں گیا ہے" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم۔ صفحہ ۹۱۵)

اردو قواعد کی کچھ کتابوں میں یہ صیغہ حال کے صیغوں میں شامل کیا جاتا ہے (مولوی عبدالحق: قواعد اردو۔ صفحہ ۲۶۲)

किशोरी दास वाजपेयी, राष्ट्रभाषा का प्रथम व्याकरण, पृ॰ ९०,

कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, पृ॰ २६५)

اکثر حال تمام کو ماضی قریب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان جملوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ ان صورتوں میں ماضی قریب کے معنی خود صیغے سے نہیں بلکہ جملے کے اور الفاظ سے نکلتے ہیں، جیسے ابھی تھوڑی دیر ہوئی وغیرہ

"شیام۔ راجا بھیا کون ہیں؟

شاردا۔ وہی تو ہیں جو ابھی ادھر سے گئے ہیں" (پریم چند: الزام۔ صفحہ ۲۱۱)

جب کام کا اثر یا نتیجہ بولنے کے وقت میں باقی نہیں رہتا ہے تو کام کو گذرے کتنا ہی کم وقت کیوں نہ ہو ماضی قبل ماضی کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے

"... آج نہ جاؤ گے تو کون سا ہرج ہو جائے گا! ابھی تو پرسوں گئے تھے" (پریم چند: گئو دان۔ صفحہ ۵)

ماضی قبل ماضی (میں نے بنایا تھا) زیادہ تر یہ ظاہر کرتا ہے کہ کام ماضی میں کسی مقررہ وقت سے پہلے ہو چکا تھا۔ جیسے

"لہٰذا ان حضرت کو بھی مع اپنی محبوبۂ دل نواز کے پھر وہیں آنا پڑا جہاں سے بھاگے تھے" (شوکت تھانوی: جوکر۔ صفحہ ۶۱)

بعض صورتوں میں ماضی قبل ماضی کے صیغے سے ظاہر کیے ہوئے کام کی نسبت ماضی کے کسی مقررہ وقت سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعین حال سے (یا اس لمحے سے جسے حال سمجھا گیا ہو) ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ کئی کیفیتیں ظاہر کی جا سکتی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ کام کو ختم ہوئے بہت

عرصہ گذر چکا ہے۔ اس استعمال کی وجہ سے ماضی قبل ماضی کو ماضی بعید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

(H.C. Saihgal, Saihgal's Hindustani Grammar, p. 30)

جیسے

"انہوں نے کہا لڑکپن میں جو پڑھا تھا وہ یاد ہے۔ ایک نقل سنئے۔" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم، صفحہ ۷۴)

زمانۂ مستقبل میں تکمیل فعل کے معنی "کروں گا" قسم کے صیغوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے

"اب چاہے جو ہو ترکی ضرور پہونچوں گا۔ جنگ میں ضرور شامل ہوں گا... اس کے حکم کی تعمیل پر جان دوں گا" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم، صفحہ ۱۰۰۸)

یہ صیغہ الگ کام کے معنی دیتا ہے۔ کام کے واقع ہونے کا وقت کم اور زیادہ دونوں ہو سکتا ہے۔ یہ بات صیغے سے نہیں بلکہ خود افعال کے لفظی معنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ "شامل ہونا" اور "جان دینا" پر غور کیجئے تو بات واضح ہوتی ہے۔

مستقبل قبل مستقبل (مستقبل تمام وہ صیغہ ہے جس سے محض کام کے کسی وقت خاص سے پہلے عمل میں آنے کی خبر ملتی ہے۔

"خبردار جواب ایسا کیا ہوگا تو اتنے پونڈیں ماروں گا کہ بھرکس ہی نکل جائے گا" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد چہارم، صفحہ ۲۴۷)

یاد رہے کہ حالت بتانے والے افعال (بیٹھنا، کھڑا ہونا وغیرہ) اور ناقص افعال (ٹوٹنا، پھنسنا وغیرہ) کا حالیہ تمام "ہونا" کے صیغے کے ساتھ آئے تو اس صورت سے کام کی خبر نہیں بلکہ.. حالت کا اظہار ہوگا مثلاً

"بجور شہر بھر میں دھوم مچی ہے کہ... " (سرشار: سیر کہسار۔ جلد دوم، صفحہ ۴۷۵)

"مچی ہے" میں فعل صرف "ہے" ہوتا ہے اور "مچی" صفت کا کام دیتا ہے۔

"ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہاں آکے پھنسے ہوں گے" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم، صفحہ ۷۴۸)

یہاں "پھنسے ہوں گے" مستقبل قبل مستقبل کا صیغہ نہیں ہے۔ یہ "مچی ہے" کی طرح "پھنسے" اور "ہوں گے" کی غیر امتزاجی ترکیب ہے۔ اس سلسلے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اردو اور ہندی میں کام اور حالت ظاہر کرنے کے معنوں میں فرق ہوتا ہے۔ مستقبل تمام (مستقبل قبل مستقبل) کا صیغہ اکثر اس کام کے معنی دیتا ہے جو متکلم کے خیال میں یقیناً ہو گیا ہو: جیسے

"وہ بولا۔ پڑھا کیوں نہیں تھا۔ پہلے تو کمرے میں بیٹھ کر پڑھا پھر جلدی سے اسے لے کر کوٹھے پر چڑھ گی تھیں۔ وہاں ضرور پڑھا ہوگا" (شوکت تھانوی: ان کی تصویر، صفحہ ۴۰)۔

اس استعمال سے جو کہ ماضی میں بکثرت ہوتا ہے یہ صیغہ زمانۂ مستقبل کا نہیں بلکہ احتمالی صورت کا بتایا جاتا ہے۔ اگر وہ مستقبل کے مذکورہ بالا معنی نہ دیتا تو ٹھیک تھا۔

پچھلے صفحات میں ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی، مستقبل مطلق (مستقبل تمام) اور مستقبل تمام (مستقبل قبل مستقبل) کے صیغوں میں کام کے ختم ہونے کا وقت کام کے نتیجہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یعنی نتیجہ کا موجود ہونا خود صیغے سے نہیں بلکہ فعل کے اجزائے ترکیبی (اصل فعل کا مادہ + دنیا وغیرہ) سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل تمام (مستقبل قبل مستقبل) کے صیغوں میں حالت ظاہر کرنے والے افعال (بیٹھنا، لیٹنا وغیرہ) اور افعال ناقص علاوہ "ملنا" اور "ہونا" کے الگ نہیں آتے۔

ماضی تمام، حال تمام اور مستقبل مطلق (مستقبل تمام) کے صیغے بار بار یا دیر تک ہونے والے کام کے معنی صرف اس وقت دے سکتے ہیں جب جملے میں اس کے لیے مخصوص الفاظ ہوں یا عبارت کے سیاق و سباق سے کام کی تکرار یا اس کا دیر تک ہوتے رہنا صاف صاف ظاہر ہو۔

پڑھا اور پڑھتا رہا، پڑھا کیا، پڑھتا گیا، پڑھے گیا وغیرہ کا تقابلی جائزہ سے تمام کام کی یہ دو الگ کیفیتیں رونما ہو جاتی ہیں کہ برخلاف ماضی تمام حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل مطلق (مستقبل تمام) کے طویل، وقفہ پذیر، ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی تمام، حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل کے صیغوں میں اس کام کے جاری رہنے پر توجہ دینا مقصود ہوتا ہے۔ جس کا عرصہ تمام ہو گیا۔

صورت وہ اصطلاح ہے جو لسانیات میں تمام اور نا تمام کام اور کام کے تسلسل کے طریقوں میں ان اختلافات کے اظہار کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو افعال کے صیغوں کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں اردو قواعد میں "صورت" لفظ فعل کے اس صیغے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کام اور حقیقت کے درمیان تعلق ظاہر کرتا ہے۔ صورت خبری، احتمالی، شرطی، اور امری ہوتی ہے۔ ہم نے اس لفظ کو ان معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔

کام کے تسلسل کا طریقہ ناتمام کام کے معنوں پر چھا جاتا ہے۔ کام کے تسلسل کا طریقہ وہ صیغے بھی ظاہر کر سکتے ہیں جن کا عرصہ تمام کیا ہوا بتایا جاتا ہے۔

کام کے طریقہ کا ظاہر ہونا

اردو اور ہندی میں افعال امدادی کا ایک گروہ ہے جو فعل کی حیثیت سے تنہا اپنے مخصوص معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی دوسرے افعال کے حالیہ سے مل کر یہ اپنے لفظی معنی پورے طور پر کھو دیتے ہیں اور کام کے تسلسل کا طریقہ دکھانا شروع کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مصدروں پر نظر ڈالنے سے امدادی افعال کی یہ خصوصیت سامنے آتی ہے:

(۱) بناتے رہنا (طویل صورت)

(۲) بنایا کرنا (وقفہ پذیر صورت)

(۳) بناتے (چلا) جانا (ترقی پذیر صورت)

(۴) بنائے (چلا) جانا (استقلالی صورت)

یہاں اس بات پر توجہ دینا مناسب ہوگا کہ یہ معنی صرف امدادی افعال سے نہیں نکلتے ہیں بلکہ پوری ترکیب کے ہوتے ہیں۔ طویل صورت کے صیغے کام کا برابر ہوتے رہنا دکھاتے ہیں۔ وقفہ پذیر صورت کے صیغے کام کا بار بار عمل میں آنا یا وقفہ کے ساتھ جاری ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ ترقی پذیر صورت کے صیغوں کی خصوصیت کام کے تسلسل میں ارتقا ظاہر کرنے میں ہے۔ استقلالی صورت کے صیغوں سے کام تکمیل کی طرف بڑھتا بتایا جاتا ہے۔ جاندار چیزوں کو ظاہر کرنے والے فاعل میں کام کا استقلال کے ساتھ کرنا بھی پایا جاتا ہے۔

اردو اور ہندی قواعد کی سوویت کتابوں میں افعال کی ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور طویل صورت مانی گئی ہے۔ مگر اب تک اس بات کا تفصیل سے جائزہ نہیں لیا گیا ہے کہ ہر ایسی صورت کے کتنے صیغے ہیں اور ان میں کیا فرق ہے۔ ان کے کیا نام رکھے جا سکتے ہیں۔ استقلالی صورت کے صیغوں کے بارے میں ہمارے قواعد نویس خاموش رہے ہیں۔ اردو اور ہندی قواعد کی ہندوستانی کتابوں میں یہ سب ساختیں مرکب افعال مانی گئی ہیں۔ قواعد میں وہ بناتا (چلا) آتا ہے، بناتا (چلا) آتا تھا، بناتا (چلا) آرہا ہے، بناتا (چلا) آرہا تھا، بناتا (چلا) آیا، بناتا (چلا) آیا ہے۔ بناتا (چلا) آیا تھا جیسے صیغے بلا توجہ رہ گئے ہیں۔ قواعد نویسوں میں سے صرف

سکول بیرگ نے اپنی کتاب
"Concise Grammar of the Hindi Language"
میں ایسے صیغوں کی مثالیں پیش کی ہیں اور ان کا نام Customary افعال رکھا ہے (p. 243, 245, 247)۔ جہاں تک مندرجہ بالا صیغوں کے استعمال کا تعلق ہے نمونے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کام کے تسلسل کے طریقہ کے لحاظ سے طویل صورت کے صیغوں سے مختلف نہیں ہیں۔ وہ ایک الگ کام کا بہت عرصے سے ہوتا بتاتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کو طویل صورت کے تحت رکھا ہے۔ بناتا رہا اور بناتا (چلا) آیا، بناتا رہا ہے اور بناتا (چلا) آیا ہے، بناتا رہا تھا اور بناتا (چلا) آیا تھا میں ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ بناتا (چلا) آیا وغیرہ میں صرف الگ مرکب کام کا ہونا پایا جاتا ہے۔ جیسے

"اسی کو راستہ بھر میں سوچتا آیا۔" (شرر: دلکش، صفحہ ۳۱۵)

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ "چلا آنا" اور "چلا جانا" حالیہ تمام "چلا" اور "آنا" اور "جانا" کے صیغے کا پرانا صرفی میل (ساخت) ہے جیساکہ پھٹا پڑنا، آیا جانا، جایا جانا، چلا چلنا وغیرہ۔

چلا آنا، چلا جانا اور آنا، جانا میں فرق یہ ہے کہ چلا آنا اور چلا جانا کے استعمال سے کام کا اختتام اور نتیجہ کی آمیزش سامنے آتی ہے۔ جب یہ مرکب بطور امدادی افعال کے آتے ہیں تو انہیں معنوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اختتام اور نتیجہ کی یہ آمیزش استقلالی صورت میں جگہ بنا چکی ہے جیسے

"میں زمین پر گری پڑی جاتی تھی۔" (مرزا رسوا: امراؤ جان ادا، صفحہ ۱۳۸)۔

"دوڑو دوڑو! ڈاکو مجھے لوٹے لیے جا رہے ہیں۔" (پریم چند: انصاف کی پولیس، صفحہ ۱۶۳)

"سائرہ جوں جوں موٹی ہوتی جاتی تھی شاکرہ کی ہڈیاں نکلی چلی آتی تھیں۔" (راشد الخیری: منازل السائرہ، صفحہ ۱۷)

طویل اور کبھی کبھی ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے صیغوں میں "آنا" اور "چلا آنا" کا بطور امدادی فعل کے یکساں رہنا عجیب معلوم ہو سکتا ہے مگر ترقی پذیر اور استقلالی صورت میں "آنا" اور "چلا آنا" بہت کم آتے ہیں اور وہ بھی صرف ان افعالِ لازم کے ساتھ جن میں ارتقا اور استقلال کے ساتھ فعل کا مفعول کی طرف بڑھنا پایا جاتا ہے جیسے

" دونوں طاقتیں متحد ہو کر مسلمانوں کو برباد کر دیں گی جو بلا کی طرح بڑھتے چلے آرہے ہیں،،
(راشد الخیری: ماہ عجم، صفحہ ۳۰)

"کہاں گھسے چلے آرہے ہو" (شوکت تھانوی: جلوس، صفحہ ۱۵)

طویل صورت کے صیغوں میں چلا آنا اور آنا ہر فعل کے حالیہ ناتمام کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

کام کا بار بار ہونا اور کام کا ایک بار ہونا

کام کا بار بار عمل میں آنا وہ صیغے ظاہر کرتے ہیں جن کے حسب ذیل نمبر ہیں: ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۶، ۱۷، ۲۶۔ ۳۱، ۴۹، ۵۱۔ باقی سب صیغے الگ کام کا اظہار کرتے ہیں۔ الگ کام دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو کسی خاص وقت سے وابستہ ہو اور دوسرا وہ جو کسی وقتِ خاص سے منسوب نہ کیا جاتا ہو۔ پہلی صورت میں کام مفرد (غیر منقطع) اور دوسری میں مرکب (منقطع، تعیم کیا ہوا) ہوتا ہے۔

مقررہ وقت میں ہونے والے کاموں کا اظہار حسب ذیل نمبر کے صیغوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ۳، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۴۸، ۵۰، ۵۲۔ ایک اور دو نمبر کے صیغے الگ اور تکرار کے ساتھ ہونے والے دونوں کام ظاہر کرتے ہیں۔ کام کی نوعیت کی پہچان صرف عبارت کے سیاق وسباق سے کی جاتی ہے۔ ۶، ۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰ الف، ۲۱ الف، ۳۲۔ ۴۷ نمبر کے صیغے مفرد (غیر منقطع) اور مرکب (منقطع، تعیم کیا ہوا) کاموں کو ظاہر کرتے ہیں۔ کام کی اس نوعیت کی پہچان عبارت پر منحصر ہوتی ہے۔ جن صیغوں کے نمبر ۲۰ ب، ۲۱ ب، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ ہیں وہ الگ مرکب کام بتاتے ہیں

الگ کام کا اظہار کرنے والے صیغے کام کے ہونے کی خبر دینے والے اور کام کا تسلسل دکھانے والے صیغوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلی صورت میں زیر توجہ فاعل ہوتا ہے دوسری میں خود کام۔

فاعلی اور استمراری اصطلاحوں میں یہ اختلاف ہے کہ فاعلی سے صرف کام کے واقع ہونے کی خبر ملتی ہے۔ جب کہ استمراری سے کام کے خود تسلسل پر روشنی پڑتی ہے۔

کام کے واقع ہونے کی خبر سے متعلق جتنے معنی ہیں وہ یا تو سادہ افعال ناقص کے صیغوں سے پائے جاتے ہیں یا سادہ افعال متعدی اور لازم کے صیغوں سے۔ افعال ناقص سے کام کے

واقع ہونے کی خبر ملتی ہے اور افعال متعدی اور لازم سے فاعل زیر توجہ ہوتا ہے۔

جن صیغوں کے نام میں معمولی لفظ شامل ہے ان کا استعمال پر کھیے تو معلوم ہوگا کہ وہ معمول کے ساتھ عمل میں آنے والے کام کے لیے آتے ہیں.

کام کا کسی وقتِ خاص سے تعلق ہونا

ناتمام کام کا کسی خاص وقت سے تعلق ہوتا حسب ذیل صیغے بتاتے ہیں. (۱) حال فاعلی معمولی (وہ بناتا ہوتا ہے) ماضی فاعلی معمولی (وہ بناتا ہوتا تھا)۔ (۲) حال استمراری معمولی (وہ بنا رہا ہوتا ہے)، ماضی استمراری معمولی (وہ بنا رہا ہوتا تھا)۔ (۳) مستقبل فاعلی (وہ بناتا ہوگا) (۴) مستقبل استمراری (وہ بنا رہا ہوگا)

جن صیغوں کے نام میں "معمولی" لفظ پایا جاتا ہے وہ تکرار کے ساتھ ہونے والے کام کا رشتہ کسی خاص وقت سے متعین کرتے ہیں. جن صیغوں کے نام میں معمولی لفظ نہیں ہے ان میں الگ تھلگ کام کا رستہ کسی خاص وقت سے متعین کیا جاتا ہے۔

فاعلی اور استمراری صیغوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فاعلی میں فاعل کو زیر توجہ رکھا جاتا ہے اور استمراری میں کام کا تسلسل۔

ان صیغوں کے استعمال کا اندازہ لگانے کے لیے ہم نے کافی مواد دیا ہے۔

مستقبل فاعلی اور مستقبل استمراری کے صیغے اکثر ان کاموں کے بھی معنی دیتے ہیں جو حال یا ماضی میں ہو رہے ہیں اور جن کے واقع ہونے میں متکلم کو پورا یقین ہو جیسے

"اگر واقعی وہ کم بخت اتنا ہی بوڑھا ہے تو اس موئے کے جسم سے کافور کی بو بھی آتی ہوگی"
(شوکت تھانوی: اگر میں لڑکی ہوتا، صفحہ ۱۲۱)

حال معمولی اور ماضی معمولی کے صیغے (وہ بناتا ہے، وہ بناتا تھا) الگ تھلگ کام کے تعلق کا تعین کسی خاص وقت سے نہیں کرتے ہیں. حال استمراری اور ماضی استمراری (وہ بنا رہا ہے، وہ بنا رہا تھا) کے صیغوں میں کام کا رشتہ کسی خاص وقت سے متعین کیا جا سکتا ہے۔

مستقبل فاعلی کا صیغہ (وہ بناتا ہوگا) اپنی ساخت کے اعتبار سے "بناتا ہے" اور "بناتا تھا" جیسے صیغوں کی بہ نسبت کام کا بار بار ہونا نہیں ظاہر کرتا ہے۔

اردو اور ہندی میں تمام صورت کے کچھ صیغے ایسے ہیں جن میں کام کو بولنے کے وقت سے

متعین کیا جاتا ہے جیسے اس نے بنایا ہے، وہ بناتا رہا ہے، وہ بناتا (چلا) آیا ہے، وہ بناتا (چلا) گیا ہے، وہ بنائے چلا گیا ہے، وہ بنایا کیا ہے۔ لسانیات میں ایسا استعمال متعین مانا گیا ہے۔

تمام کام کا کسی خاص وقت سے قبل ہونا

یہ معنی ماضی میں ماضی قبل ماضی اور طویل، ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے ماضی قبل ماضی کے صیغوں۔ سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً اس نے بنایا تھا، وہ بناتا رہا تھا، وہ بناتا (چلا) آیا تھا، وہ بناتا (چلا) گیا تھا، وہ بنایا کیا تھا، وہ بنائے (چلا) گیا تھا۔

مستقبل میں ان معنوں میں مستقبل تمام (مستقبل قبل مستقبل) استعمال ہوتا ہے جیسے اس نے بنایا ہوگا۔

خود صیغوں کے معنی اور وہ معنی جو ان میں طرح طرح کی ساختوں یا سادہ فعل کے استعمال سے اضافہ کیے جاتے ہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہئیں یعنی

(۱) اختتام فعل کے معنوں کی اہمیت جو سادہ فعل کے مادے کے بعد 'چکنا' کے بڑھانے سے پائی جاتی ہے جیسے وہ بنا چکا، وہ بنا چکا ہے، وہ بنا چکا تھا، وہ بنا چکا ہوگا، وہ بنا چکتا ہے، وہ بنا چکتا تھا، وہ بنا چکے گا۔

(۲) کام کے نتیجہ کی اہمیت جو سادہ فعل کے بعد سکنا، پاتا اور چکنا کو چھوڑ کر بعض دوسرے فعل کے آجانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اس نے بنا دیا، اس نے بنا دیا ہے، اس نے بنا دیا تھا، وہ بنا دے گا، وہ بنا دیا کرتا ہے، وہ بنا دیا کرتا تھا، وہ بنا دیتا ہے، وہ بنا دیتا تھا۔

(۳) خود فاعل کی اہمیت

اصل فعل کے ساتھ بعض دوسرے افعال کے نہ آنے سے اس میں خود فاعل کی شہادت، بہادری یا جبر کی جھلک پائی جاتی ہے یعنی فعل کی نوعیت اس کے فاعل کی شخصیت سے رشتہ جوڑے ہوئے ہوتی ہے۔ جیسے اس نے بنایا، اس نے بنایا ہے، اس نے بنایا تھا، اس نے بنایا ہوگا، وہ بناتا ہے، وہ بناتا تھا، وہ بنائے گا، وہ بنایا کرتا ہے، وہ بنایا کرتا تھا، وہ بنایا کرے گا۔ یہ معنی لازم اور متعدی دونوں سادہ افعال کے ساتھ آتے ہیں۔ اس جگہ ناقص فعل کے استعمال میں ایک نازک فرق بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حال تمام، ماضی قبل ماضی اور مستقبل تمام کے صیغوں میں ناقص فعل "ہونا" اور "ملنا" کے علاوہ سادہ نہیں

آتا کیوں کہ اس سے کام کا کرنا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ ہونا یا سہنا پایا جاتا ہے۔ جب یہ کہیں کہ وہ ٹوٹا ہے، ٹوٹا تھا یا ٹوٹا ہوگا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جب کسی نے اس چیز کو دیکھا تو وہ ٹوٹی ہوئی حالت میں تھی۔ وقفہ پذیر صورت کے صیغے ناقص افعال سے نہیں بنتے۔ مگر "ہونا" اور "ملنا" افعال اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

باقی سب صیغوں میں فعلِ ناقص سے کام کے واقع ہونے کی خبر ملتی ہے جیسے وہ ٹوٹا، وہ ٹوٹتا ہے، وہ ٹوٹتا تھا، وہ ٹوٹتا جاتا ہے وغیرہ۔

جن صیغوں کا عرصہ تمام کیا ہوا بتایا جاتا ہے ان کا تقابلی مطالعہ اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیتا ہے کہ ان سب میں ماضی تمام کی شکلیں زیادہ رائج ہیں۔ ہماری تحقیق سے طویل، وقفہ پذیر، ترقی پذیر اور استقلالی صورت کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کی جو مثالیں سامنے آگئی ہیں ان کے کچھ نمونے اس رائے کی تائید میں دیے گئے ہیں کہ ایسے صیغے بھی مل جاتے ہیں۔

طویل، ترقی پذیر، وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے صیغوں میں کچھ عرصے تک ہونے والا کام کسی خاص وقت سے ملا کر اختتام تک پہنچا بتایا جاتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ کام کے تسلسل کا طریقہ الگ الگ ہے۔

سوویت پروفیسر پیپروفسکی نے ترقی پذیر صورت کے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کے متعلق محض قیاس آرائی سے کام لیا ہے اور ان کو غیر ممکن اور گنتائی شکلیں کہہ کر چھوڑ دیا ہے (ہندی بھاشا میں کریا، صفحہ ۱۹۷)۔ وقفہ پذیر اور استقلالی صورت کے صیغوں میں بھی انہوں نے حال تمام اور ماضی قبل ماضی کی مثالیں نہیں دی ہیں (صفحات ۲۰۲، ۲۰۸ - ۲۱۰)۔ اردو اور ہندی کے دوسرے قواعد نویسوں نے ان کا سرسری طور پر بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ اور ان کو نمونہ نہیں مانا ہے۔ صیغے کے کم استعمال کا اس کے ہونے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اگر کم استعمال ہونے والے صیغوں کو بالکل نظر انداز کیا جائے تو اس سے زبان کے نظام کی خصوصیت متعین نہیں کی جا سکے گی۔

فاعل پر توجہ دینا

جب فاعل کو زیر توجہ رکھنا مقصود ہو تو اس کے اظہار کے متعلق ذیل کے موقعوں کا خیال رکھنا ضرور ہے:-

(۱) حالت دکھانے والی ساختوں میں اس کے لیے ہونا کے صیغوں کے ساتھ مرکب حالیہ تمام کی بجائے مفرد حالیہ تمام آتاہے مثلاً

"عورت کے بال بکھرے ہوئے تھے" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم، صفحہ ۲۴۴)

"... بالوں کی سفید جٹائیں اس کے کندھوں پر بکھری تھیں" (قرۃ العین حیدر: آگ کا دریا، صفحہ ۶۱)

پہلے جملے میں مرکب حالیہ تمام "بکھرے ہوئے" اور "تھے" صیغے کا مجموعہ فاعل (یعنی بالوں) کی وہ حالت بتاتا ہے جو ماضی کے کسی خاص وقت میں اس پر واقع تھی۔ دوسرے جملے میں "بکھری" (مفرد حالیہ تمام) اور "تھیں" (صیغے) کا مرکب فاعل کی وہ خصوصیت ظاہر کرتاہے جو اسے دوسرے اشخاص سے الگ بتاتی تھی۔

(۲) جب کام معمول کے ساتھ ہوتا ہے یا الگ تمام ہوتاہے تو اس کے لیے صیغوں میں مرکب ساخت کی بجائے سادہ فعل آتا ہے جیسے

"لوگو، میں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا جو میری دنیا میں آگ لگادی" (عصمت چغتائی: ایک قطرۂ خون، صفحہ ۳۶۶)

"بگاڑا تھا" کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے کچھ بگڑنے میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔ "آگ لگادی" سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ میرا نقصان ہواہے۔

(۳) جب کام الگ ناتمام ہوتاہے تو اس کے لیے صیغوں میں استمراری حالیہ کی بجائے حالیہ ناتمام آتاہے۔ جیسے

"دیکھیے وہ آدمی ایک شیر کا کان پکڑ کر کس طور پر اس کو اٹھاتا بٹھاتا ہے۔" (سرشار: فسانۂ آزاد۔ جلد سوم، صفحہ ۳)

"وہ کیا گارہی ہے" (عباس: دیا جلے ساری رات، صفحہ ۳۶)

پہلی صورت میں زیر توجہ فاعل اور دوسری میں خود کام۔ یہی فرق ذیل کے ان دو جملوں میں بھی پایا جاتا ہے:۔

"زور میں آکے گہراؤ کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا کہ جب ہاتھ پاؤں چلنے سے رہ جائیں گے تو خواہ مخواہ ڈوبوں گا۔" (شرر: قیس ولبنیٰ، صفحہ ۶۴)

"پورن پورے جلال سے بڑھتا آرہا تھا" (عصمت چغتائی: ضدی، صفحہ ۳۶)

یہاں ایک بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ اردو اور ہندی میں کوئی ساخت، صیغہ ایسا نہیں ہے جس پر متکلم کی رائے یا توجہ غالب نہ آتی ہو۔

اردو افعال کے صیغوں اور ساختوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اردو افعال کے صیغوں اور ساختوں کے امتیاز میں ۶ مستند بنیادی عناصر کارفرما ہیں جن کو ہم نے جہاں تک ہو سکا اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ یہ بنیادی عناصر قدیم ہندوستانی تمدن کے یادگار ہیں اور وہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے لیے ایک ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں عبدالحق صاحب کی اس بات سے متفق ہونا چاہیے کہ دونوں زبانوں کی صرف و نحو میں ہندی اور اردو کے امتیاز کا کوئی موقع نہیں ہے (اردو قواعد، صفحہ ۳۰)

ہمیں اپنے نقطۂ نظر کے لیے اشارہ ماہر لسانیات کی تحقیقات میں نہیں بلکہ اردو زبان کے ان جدید مستند نمونوں میں مل گیا ہے جو نذیر احمد، الطاف حسین حالی، رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا رسوا، فرحت اللہ بیگ، ابوالکلام آزاد، نیاز فتح پوری، راشد الخیری، حسن نظامی، پریم چند، شوکت تھانوی، راشد الخیری، سعادت حسن منٹو، خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر وغیرہ کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ اس تحقیقی کام کے سلسلے میں اردو زبان سے جو نتائج ہم نے اخذ کیے ہیں انہیں مضبوط لسانی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ ہندوستانی اور سوویت محققین لسانیات کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ہم نے اردو (اور ہندی) زبان کی تشکیل کا نیا حل پیش کیا ہے۔ لیکن صرف اہل زبان کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے کام میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ اختلاف شکر و احسان کے ساتھ سننے کے لیے تیار ہیں۔

کتابیات

(جن سے مصنف نے اپنی کتاب کے لیے استفادہ کیا ہے)

اردو کی ادبی کتابیں

ابوالکلام آزاد "غبار خاطر"۔ آزاد ہند پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

ابراہیم جلیس "ہنسے اور پھنسے"۔ راجیو پرکاشن، دہلی ۱۹۷۸ء

اقبال متین "کینڈل کالونی" ("اردو افسانے")۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

الطاف حسین حالی "مقالات حالی" (حصہ اوّل)۔ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ۔

انتظار حسین "بستی"۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔ ۱۹۸۰ء

بلونت سنگھ "ہندوستان ہمارا" (روشنی)۔ سنگم پبلشنگ ہاؤس، الہ آباد۔ ۱۹۴۷ء

پریم چند "گئو دان"۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی۔ ۱۹۵۷ء

"غبن"۔ لاجپت رائے اینڈ سنز اردو بازار، دہلی۔ ۱۹۶۱ء

"پردۂ مجاز"۔ لاجپت رائے اینڈ سنز، دہلی۔ بار سوم۔

"بازار حسن"۔

"بیوہ"۔ یونین پریس، دہلی۔ ۱۹۵۵ء (اور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۷۷ء)

"روٹھی رانی"۔ لاجپت رائے اینڈ سنز، دہلی۔ تیسری بار۔

"پریم چالیسی" (حصہ اول) (سہاگ کا جنازہ، انتقام، دینداری، قزاقی، حسن و شباب، رام لیلا، ترسول، آنسوؤں کی ہولی)۔ ادارہ فروغ اردو، دہلی۔

"پریم بتیسی" (حصہ اول) (قربانی، بیٹی کا دھن، راجپوت کی بیٹی، دھوکا، سوت، نگاہ ناز، پنچایت)۔ دارالاشاعت، لاہور۔ ۱۹۴۳ء

"میرے بہترین افسانے" (راہ نجات، منتر، رانی سارندھا، دو بیل، ستی، سوجان بھگت) کتاب منزل، لاہور۔ ۱۹۳۳ء

"مان سرور (ابھلاشا)"۔ سرسوتی پریس، بنارس۔ ۱۹۵۵ء

"نمک کا داروغہ" (کہانی)۔ ممتاز افسانہ نگاروں کے نمائندہ مختصر افسانے۔ ایجوکیشنل

بک ہاؤس۔ علی گڑھ۔

"واردات" (بدنصیب ماں، مالکن، نئی بیوی)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ دسمبر ۱۹۷۹ء

"پریم چند کے نمائندہ افسانے" (نجات، شکوہ وشکایت، دو بیل، دو بہنیں)۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ ۱۹۸۱ء

"پریم پچیسی" (بے غرض محسن)۔ شیخ غلام محمد بک سیلر، سرینگر۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء

"زادراہ" (وفا کی دیوی، زیور کا ڈبہ، خانہ داماد، قہر خدا کا، لعنت، زادراہ، فریب)۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ اگست ۱۹۷۳ء

"سوز وطن" (دنیا کا سب سے انمول رتن)۔ تہذیب نو پبلیکیشنز، الہ آباد۔ ۱۹۸۰ء

حسن نظامی "پہلی منزل"۔

خدیجہ مستور "آنگن"۔ کتابی دنیا، لکھنؤ

خواجہ احمد عباس "دیا جلے ساری رات" (چراغ تلے اندھیرا، بچوں کا خط مہاتما گاندھی کے نام، پچی پچی، تین تصویریں، ڈیڈ لیٹر، الف لیلہ ۱۹۵۶ء، بھارت ماتا کے پانچ روپ)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلّی۔ ۱۹۵۹ء

"میں کون ہوں" (میرے بچے، چڑے چڑیا کی کہانی)۔

"اودھ کی شام" (نئی برسات، آسمانی تلوار)۔ سول وکرتا نیلابھ پرکاشن گرہ، الہ آباد۔ ۱۹۵۲ء

"کہتے ہیں جس کو عشق"۔ پروین بک ڈپو، الہ آباد۔ ۱۹۵۳ء

"لال اور پیلا" (اردو افسانے)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

راشد الخیری "سمرنا کا چاند"۔ عبدالرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ، لاہور۔ ۱۹۲۲ء

"طوفان اشک" (توصیف کا خواب، محروم وراثت، رواج کی بھینٹ، نئی دلہن)۔ عصمت بک ایجنسی، دہلی۔ ۱۹۳۲ء

"طوفان حیات"۔

"صبح زندگی"۔ محبوب المطابع برقی پریس، دلّی۔ ۱۹۳۶ء

"جوہر عصمت"۔ عصمت بک ایجنسی، دلی۔ ۱۹۴۲ء

"منازل السائرہ"۔ عصمت بک ڈپو، دلی۔ ۱۹۴۴ء

"شب زندگی" (حصہ دوم)۔ عصمت بک ایجنسی، دلی۔ ۱۹۳۵ء

"محبوبۂ خداوند"۔ عصمت بک ڈپو، لکھنؤ۔

"عروس کربلا"۔ عصمت بک ڈپو، لکھنؤ۔

"آفتاب دمشق"۔ عصمت بک ڈپو، لکھنؤ۔

"ماہ عجم"۔ عصمت بک ڈپو، لکھنؤ۔

"شام زندگی"۔ منیجر کتب خانہ رضوی بلیماران، دہلی۔

رام لعل "قبر" (اردو افسانے)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

رانگیا راگھو "آخری آواز"۔ راج پال اینڈ سنز، دلی۔ ۱۹۶۲ء

رتن سنگھ "ہزاروں سال لمبی رات" (اردو افسانے) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

رئیس احمد جعفری "جال"۔ شعاع ادب، لاہور، ۱۹۵۷ء

رتن ناتھ سرشار "سیر کہسار" (جلد اول۔ جلد دوم)۔ مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۹۳۴ء

"فسانۂ آزاد" (جلد اول)۔ کتاب منزل، لاہور

"فسانۂ آزاد" (جلد دوم)۔ مطبع منشی تیج کمار، لکھنؤ۔ ۱۹۵۲ء

"فسانۂ آزاد" (جلد سوم)۔ مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ۔ ماہ نومبر ۱۹۱۶ء

"فسانۂ آزاد" (جلد چہارم)

"کامنی"۔ نسیم بک ڈپو، لکھنؤ۔

"خدائی فوجدار" (ترجمہ)۔ مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۹۳۴ء

رضیہ سجاد ظہیر "سر شام"۔ نسیم بک ڈپو، لکھنؤ۔

رضیہ فصیح احمد "آبلہ پا"۔ گلڈ اشاعت گھر، کراچی۔ جون۔ ۱۹۶۴ء

سعادت حسن منٹو "اوپر نیچے اور درمیان"۔ تاج پریس، کلکتہ ۱۹۵۴ء

"خالی بوتلیں خالی ڈبے" (سہائے، رام کھلاون، شانتی، خالد میاں، مجید کا ماضی، حامد کا بچہ)۔ مکتبہ اردوستاں، دہلی، ۱۹۵۰ء

"عصمت چغتائی"۔ کتب پبلشرز لمیٹڈ، بمبئی ۱۹۴۸ء

"منٹو کے افسانے"۔ مشورہ بک ڈپو، پوسٹ بکس، دہلی۔ ۱۶۳۹ء

"منٹو کے نمائندہ افسانے (کالی شلوار، ہتک، موذیل، ممی، جانکی)۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۸۱ء

سہیل عظیم آبادی "بھابی جان" (اردو افسانے)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ علی گڑھ ۱۹۷۴ء

صالحہ عابد حسین "راہ عمل"۔

عبدالحلیم شرر "قیس و لبنیٰ"۔ کمال پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔

"صد پارۂ دل"۔

"گذشتہ لکھنؤ"۔ نسیم بک ڈپو، لکھنؤ۔

"حسن بن صباح"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ۔

"فردوس بریں"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ۔

"منصور موہنا"۔ نسیم بک ڈپو، لکھنؤ۔

"ملک عزیز ورجنا"۔ صادق اکیڈمی۔

"مینا بازار"۔ مکتبۂ اورنگ، لکھنؤ۔

"زوال بغداد"۔ مکتبہ کلیاں، لکھنؤ۔

"سفرنامۂ ہستی یعنی نیرنگیٔ دنیا"۔ مطبع جامع ملیہ، دہلی ۱۹۲۵ء

"لعبت چین"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ۔

عطیہ پروین "اگر اور جیتے رہتے"۔ نسیم بک ڈپو، لکھنؤ نومبر ۱۹۷۵ء

علی سردار جعفری "حرف آغاز۔ فسانۂ آزاد"، جلد اول

شوکت تھانوی "سودیشی ریل" (جس کے لیے سفر کیا، مشاعرہ، تعزیت)۔ ادارہ فروغ اردو، لاہور۔

"وغیرہ وغیرہ" (جلوس، دومنٹ، ضرب تقسیم، جھوٹ کا سچ، قوم، آقبالیات، لحاف اندر لحاف)۔ ادارہ ضیائے ادب انڈیا، مطبوعہ جید برقی پریس، دلی۔

"کائنات تبسم" (افسانے ــ بیگم کی جنت، افیونی کی جنت، اگر میں لڑکی ہوتا، اگر میں بادشاہ ہوتا، بابو، ان کی تصویر، فلم اسٹار، سونا، داماد فرنگ، وکیل کل کیا ہوگا، میں مدتوق تھا۔

بٹیر باز)، علوی بک ڈپو، بمبئی۔ ۱۹۵۹ء

"بکواس"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ۔

"انشاءاللہ"۔ حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔

"جوکر"۔ ادبی دنیا، دہلی

"خانم خاں"۔ صدیق بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۵۰ء

"خدانخواستہ"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ۔

"سپنے"۔ مکتبہ اردو، لکھنؤ ۱۹۷۴ء

"مولانا"۔ جہانگیر بک ڈپو، دلّی۔

"نیلوفر"۔ آزاد بک ڈپو، امرتسر

شوکت صدیقی "خدا کی بستی"۔ کتابی دنیا، لکھنؤ

عصمت چغتائی "معصومہ"۔ حالی پبلشنگ ہاؤس، دلی۔ ۱۹۶۲ء

"چھوئی موئی" (چوتھی کا جوڑا)۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔

"تین اناڑی"۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔ ۱۹۶۰ء

"چوٹیں" (لحاف)۔ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔ ۱۹۶۰ء

"ٹیڑھی لکیر"۔ مکتبہ اردو، لاہور (بار سوم)۔

"نیند" ("۱۹۶۱ء کا بہترین ادب")۔ آہنگ مانچور پرتاپ گڑھ۔ ۱۹۶۲ء

"ایک قطرۂ خون"۔ فن اور فن کار، بمبئی ۱۹۷۶ء

"چوٹیں" (بھول بھلیاں، سفر میں، جنازے، لحاف، میرا بچہ، ایک شوہر کی خاطر)۔ ساقی بک ڈپو، دہلی۔ ۱۹۶۰ء (اور اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۶۰ء)

"ٹیڑھی لکیر"۔ مکتبہ اردو، لاہور (بار سوم)۔

"نیند" (۱۹۶۱ء کا بہترین ادب")۔ آہنگ مانچور پرتاپ گڑھ۔ ۱۹۶۲ء

"دو ہاتھ" (چٹان)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی۔ ۱۹۶۲ء؛ "صدی" سٹار پاکٹ سیریز ۱۱۵

غالب "دیوان غالب"۔ آزاد کتاب گھر، دہلی۔ صدی ایڈیشن۔

غیاث احمد گدی "پہیہ" (اردو افسانے)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ ۱۹۷۴ء

غلام ربانی تاباں "ایک رومان"۔ یونین پرنٹنگ پریس، دہلی۔

rekhta

فرحت اللہ بیگ "مضامین فرحت"۔ انتظامی پریس دوبل لوڑہ، حیدرآباد۔ دکن۔

(خان بہادر۔ نانی چند و جینے سے بہتر مرنا، جزیرہ بورینو کا سفرنامہ۔ دو دیوانے۔ کم سنی کی شادی۔ انجمن اصلاح حال بدمعاشان)۔ "مضامین فرحت"۔ (حصہ اول) حلیم مسلم ڈگری کالج، کان پور۔ "مضامین فرحت" (حصہ دوم)۔ مکتبہ کلیاں، لکھنؤ۔

قاسمی احمد ندیم "طلوع و غروب" (جوانی کا جنازہ)۔ نیا ادارہ، لاہور۔ دہلی۔

قرۃ العین حیدر "چائے کے باغ"۔

"پت جھڑ کی آواز" (کارمین، جلاوطن، ایک مکالمہ، یاد کی اک دھنک جلے)۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء

"آگ کا دریا"۔ طارق پبلشرز، دہلی۔

کرشن چندر "ٹوٹے ہوئے تارے" (اس کی خوشی، حسن اور حیوان، سب سے بڑا گناہ)۔ مکتبہ اردو، لاہور۔

"ممتاز افسانہ نگاروں کے نمائندہ مختصر افسانے" (صرف ایک آنہ) ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

جہندر ناتھ "ایک زخم اور سہی"۔ ('اردو افسانے') مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ ۱۹۷۴ء

مرزا عظیم بیگ چغتائی "کھرپا بہادر"۔ کتب خانہ علم و ادب، دہلی ۱۹۴۹ء

مرزا رسوا (محمد ہادی) "امراؤ جان ادا"۔ ادارہ فروغ اردو، لاہور (اور مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۸۲ء)

"ذات شریف"۔ اشرفی بک ڈپو

"شریف زادہ"۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ ۱۹۷۰ء

میرامن دہلوی "باغ و بہار"۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ ۱۹۷۷ء

محمد حسین آزاد "دربار اکبری"۔ مکتبہ کلیاں، لکھنؤ

میر اسد علی خاں "معاشرت" دلگداز

نذیر احمد "بنات النعش"۔ مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ۔

"توبۃ النصوح" کتب خانہ نذیریہ، دلی۔

"ابن الوقت" کتب خانہ نذیریہ، اردو بازار دہلی۔

نیاز فتح پوری "جمالستان" (دنیا کا اولین بت ساز، ایک شاعر کی محبت، شہید آزادی، سودائے

خام، بعد المشرقین، جان عالم اور ملکہ مہرنگار، درس محبت، ایک شاعر کا انجام، چنگار صدائے شکست، ازدواج مکرر، ایثار، شبنمستان کا قطرہ گوہرین، بیراگ کا بروگ، خدا کا انصاف)۔

واجدہ تبسم "اترن" ("اردو افسانے")۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، علی گڑھ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

اردو اور ہندی زبانوں کی کتابیں

ڈاکٹر مسعود حسین۔ مقدمۂ تاریخ زبان اردو۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۸۸ء

ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ قواعد اردو۔ تاج پبلشرز، دہلی۔

ڈاکٹر مسعود حسین۔ اردو زبان اور ادب۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۷۴ء

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم: میسوری اردو اور "نے" کرناٹک

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم: کلمۃ الحقائق میں اسم جمع۔ آج کل، دہلی

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم: اردو اسم جمع میں اضافہ کا رجحان۔ روزنامہ سالار، بنگلور

میرزا نثار علی بیگ۔ قواعد اردو (چار حصوں میں) (۱۸۶۰-۱۸۶۲) کانپور ۱۹۰۵ء

رشید حسن خاں۔ زبان اور قواعد۔ ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی۔

अम्बिकाप्रसाद वाजपेयी, अभिनव हिन्दी व्याकरण, लखनऊ, १९४९।
कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, प्रयाग, १९६४।
कामताप्रसाद गुरु, हिन्दी व्याकरण, काशी, १९५२।
किशोरीदास वाजपेयी, राष्ट्रभाषा का प्रथम व्याकरण, कलकत्ता, १९४९।
दुनीचन्द, हिन्दी व्याकरण, होशियारपुर, १९५१।
धीरेंद्र वर्मा, डा., हिन्दी भाषा का इतिहास, प्रयाग, १९५३।
भोलानाथ तिवारी, डा., हिन्दी भाषा का सरल व्याकरण, दिल्ली, १९५८
तिवारी उ.न., हिन्दी भाषा का उद्गम और विकास, प्रयाग, १९५५।
शास्त्री स.र., सरल हिन्दी व्याकरण, मद्रास, १९५७।
काशीनाथ सिंह, हिन्दी में संयुक्त क्रियाएँ, रचना प्रकाशन, इलाहाबाद, १९७६

روسی زبان کی کتابیں

س۔ اگریل۔ صورت اور کام کا طریقہ (مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل")۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء

م۔ اندرونوت۔ آج کل کی تامیل زبان میں افعال کے شخصی صیغے (مجموعہ "ہندوستان کی زبانیں") ماسکو، ۱۹۷۱ء

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (اردو) کی مختصر قواعد۔ پہلا حصہ۔ لینن گراد، ۱۹۲۶ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ ہندی کی مختصر قواعد (ہندی۔ روسی لغت کا ضمیمہ)۔ ماسکو، ۱۹۵۳ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی میں الفاظ کی تکرار (رائج مشرقی زبانوں کے لینن گراد انسٹی ٹیوٹ کے "مشرقی نوٹ"۔ جلد ۱)۔ لینن گراد، ۱۹۲۷ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی کے مرکب افعال اور ان کے مترادف روسی الفاظ ("زبان اور ادب" جلد ۲، شمارہ ۱)۔ لینن گراد، ۱۹۲۷ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ نئی ہندوستانی زبانوں میں ہم معنی الفاظ کی تکرار ("سوویت سائنس اکادمی کے ایشیائی میوزیم سے متعلق علم مشرقیات کے ماہرین کے نوٹ"۔ جلد ۳، شمارہ ۲)۔ لینن گراد، ۱۹۲۸ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ نئی ہندوستانی زبانوں میں گردان اور تجزیہ ("مشرقی انسٹی ٹیوٹ کے سائنسی نوٹ"۔ نمبر ۹۸، شمارہ ۱)۔ لینن گراد، ۱۹۴۹ء۔

ا۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (اردو اور ہندی)۔ لینن گراد، ۱۹۳۴۔

ا۔ بارانیکوف، پ۔ بارانیکوف۔ ہندوستانی (ہندی اور اردو) قواعد۔ ماسکو، ۱۹۵۶ء

د۔ بیسکرو ونی۔ مختصر قواعد (اردو۔ روسی لغت کا ضمیمہ)۔ ماسکو، ۱۹۵۱ء

د۔ بیسکرو ونی۔ ہندی کے افعال کے مادوں کے "رہنا" سے تال میل کے بارے میں ("لینن گراد یونیورسٹی کے سائنسی نوٹ"، نمبر ۲۷۹، شمارہ ۹)۔ لینن گراد، ۱۹۶۰ء۔

اے۔ بیکووا۔ "ہندوستانی زبانیں" نامی مجموعے کا پیش لفظ۔ ماسکو، ۱۹۶۱ء

اس۔ حبیب وفا۔ ہندوستانی سکھانے کی کتاب۔ ماسکو، ۱۹۲۸ء

ا۔ ویگزینتسکی۔ ہندوستانی یا اردو کی قواعد۔ سینٹ پیٹرسبرگ، ۱۸۹۷ء

ا۔ گل فیردینگ۔ ہندوستانی (اردو) قواعد۔ سینٹ پیٹرسبرگ، ۱۸۹۹ء۔

ا۔ داویدووا۔ ہندوستانی زبان میں افعال بننے کے کچھ مسائل ("سوویت سائنس اکادمی کے مشرقی انسٹی ٹیوٹ کے سائنسی نوٹ"۔ جلد ۱۳)۔ ماسکو، ۱۹۵۸ء

ز۔ دمشیتس۔ اردو زبان کی قواعد (روسی۔ اردو لغت کا ضمیمہ)۔ ماسکو، ۱۹۵۹ء

ز۔ دمشیتس۔ اردو زبان۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء

د۔ یلونکوف۔ ہندوستانی زبان کے مرکب افعال کے بارے میں (مجموعہ "مشرقی ملکوں کا علم لسانیات")۔ لینن گراد، ۱۹۶۳ء

ت۔ کتینینا۔ ہندی زبان۔ ماسکو، ۱۹۶۰ء۔

ت۔ کتینینا۔ مراٹھی زبان۔ ماسکو، ۱۹۶۳ء

اے۔ کشمیدیر۔ پولستانی افعال کی صورتوں کے بارے میں علم کا مقالہ (مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل")۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء۔

اے۔ کشمیدیر۔ ترکی فعل اور سلاو افعال کی صورت (مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل")۔ ماسکو۔ ۱۹۶۲ء۔

و۔ لپیروفسکی۔ آج کی ادبی ہندی میں موڈ کی صنف۔ ماسکو، ۱۹۶۴ء۔

و لپیروفسکی۔ ہندی میں افعال کی احتمالی صورت کی شناخت کا مسئلہ ("سوویت سائنس اکادمی کے ایشیائی قوموں کے انسٹی ٹیوٹ کے مختصر نوٹ" شمارہ ۶۲)۔ ماسکو، ۱۹۶۴ء۔

و۔ لپیروفسکی۔ ہندی زبان میں ایک نحوی ساخت کے بارے میں (مجموعہ "ہندوستانی اور ایرانی علم لسانیات") ماسکو ۱۹۷۴ء

ک۔ میلیکوفسکایا۔ حقیقی اور صرفی وقت کے تعلق کے بارے میں (رسالہ "علم لسانیات کے مسائل" نمبر ۵)۔ ماسکو، ۱۹۵۶ء

و۔ لپیروفسکی۔ ہندی بھاشا میں کریا (ہندی میں افعال) ماسکو، ۱۹۶۲ء

ک۔ نیتے بیرگ۔ دونوں صورتوں اور صرف ایک صورت میں پائے جانے والے کام کے طریقے (مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل")۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء

و۔ پورتسیگر۔ زمانۂ حال کی ہند یورپین بناوٹ کے کام کے طریقوں کے بارے میں (مجموعہ "افعال کی صورت کے مسائل")۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء

ن۔ پاسپیلوف۔ روسی فعل کی صرفی بناوٹ میں زمانے کی صنف (مجموعہ "زبان کی تھیوری اور تاریخ کے مسائل علم لسانیات کے بارے میں استالین کی تصانیف کی روشنی میں")۔ ماسکو، ۱۹۵۲ء

م۔ تیلینکووا۔ آج کل کی روسی زبان میں ناتمام صورت کے ان افعال کے سوال کے لیے جن کی تمام صورت نہیں ہوتی ہے (مقالے کا خاکہ)۔ ماسکو، ۱۹۵۵ء

ن۔ تلستایا۔ پنجابی زبان کی افعال کی مرکب ملاوٹ میں امدادی افعال کا بنیادی کام (مجموعہ "ہندوستان کی زبانیں")۔ ماسکو، ۱۹۶۱ء۔

ن۔ تلستایا۔ پنجابی زبان۔ ماسکو، ۱۹۶۰ء

و۔ چیرنیشیف۔ جدید ہندی میں اسم سے بنے ہوئے سادہ افعال (مجموعہ "ہندی زبان کی قواعد کے مسائل")۔ ماسکو، ۱۹۶۲ء۔

ای۔ یگیلو۔ ہندوستانی (اردو) زبان کی عملی قواعد۔ تاشقند ۱۹۰۲۰ء۔

انگریزی زبان کی کتابیں

Bailey, T.G., Hindustani, L., 1950.

Bailey, T.G., Teach Yourself Urdu, L., 1956.

Beames J., A Comparative Grammar of the Modern Aryan Languages of India, Vol. II, L., 1872, 1879.

Beg, Mirza Khalil, Urdu Grammar — History and Structure, Bahri Publications, New Delhi, 1988.

Bodelsen, C.A., The Expended Tenses in Modern English, English,St-no, 1936.

Bolinger, D.L., More on the Present Tense in English, Language, 1947.

Calver E., The Uses of the Present Tense Forms in English, Language . 1946.

Grierson,G.A., The Modern Indo-Aryan Polite Imperative, Journal of the Royal Asiatic Society of Great Britain and Ireland,January,1910.

Harley, A.H., Colloquial Hindustani, L., 1946.

Hoernle R., A Comparative Grammar of the Gaudien Languages, L., 1880.

Jespersen O., A Modern English Grammar on Historical Principles, Part IV, Syntax, Vol. 3, Time and Tense, Heidelberg, 1931.

Kellogg, S.H., A Grammar of the Hindi Language, L, 1893.

Kennedy, A.G., The Modern English Verb-adverb Combination, California, 1920.

Phillott, D.C., Note on the Statistical and Some Other Participles in Hindustani, BSOS, Vol. IV, VI, Part I, 1916.

Platts, J.T., A Grammar of the Hindustani of Urdu Language, Oxford, 1911.

Sastri, S.R. and Apte, B., Hindi Grammar, Madras, 1948.

Scholberg, H.C., Concise Grammar of the Hindi Language, 3rd edition, Oxford, 1955.

Sharma, S.N., Hindi Grammar and Translation, Bombay, 1956.

Thimm, C.A., Hindustani Grammar Self-taught, L., 1916.

Vale, R.N., Verbal Composition in Indo-Aryan, Poona, 1948.

rekhta

Price ·24/—